مسیح کشمیر میں

نام کتاب　　　مسیح کشمیر میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم　　　　نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسولہٖ الکریم

عرض حال

آج سے پون صدی قبل جب بانیٔ سلسلۂ احمدیہ علیہ السلام نے وفاتِ مسیح کا اعلان کیا تھا اور انکشاف فرمایا تھا کہ مسیح کی قبر کشمیر میں ہے تو دنیا میں ایک ہیجان برپا ہوا تھا مگر رفتہ رفتہ اس انکشاف کی صداقت پر عیسائیت، ہندومت، بدھ مت اور مشرق و مغرب کے قدیم لٹریچر سے ایسے ناقابل تردید دلائل و شواہد مہیا ہوتے گئے کہ اب مشرق و مغرب کے کئی اہلِ علم اس واقعہ کو تاریخی واقعہ تسلیم کر چکے ہیں۔ حضرت بانیٔ سلسلۂ احمدیہ علیہ السلام فرما چکے تھے کہ اس نظریہ کی تائید پر آئندہ بھی مزید انکشافات ہوں گے۔

بانیٔ سلسلۂ احمدیہ علیہ السلام کی زندگی میں حضرت عیسیٰؑ کے سفرِ مشرق اور قیامِ کشمیر کے متعلق جس قدر تاریخی شواہد میسر آ سکتے تھے آپؑ نے انہیں اپنی مختلف کتابوں خصوصاً ''مسیح ہندوستان میں'' کے اندر درج کر دیا۔ آپؑ کی وفات کے بعد جو مزید انکشافات ہوئے ان پر سلسلہ احمدیہ کے علماء مفتی محمد صادق، قاضی محمد یوسف مردان، خواجہ نذیر احمد مصنف ''جیز زاِن ہیون آن ارتھ'' اور مولانا جلال الدین صاحب شمس مرحوم نے کتابیں لکھیں۔ مکرم شیخ عبدالقادر صاحب ریسرچ سکالر لاہور نے بھی اپنے محققانہ مضامین اخبارات و رسائل میں شائع کرائے جو کتابی صورت میں تاحال شائع نہیں ہوئے۔ اس دوران فلسطین کے مشرق میں وادیٔ قمران کے غاروں سے 1947ء سے آج تک ابتدائی عیسائیوں کے مدفون و محفوظ نہایت قیمتی صحائف برآمد ہو چکے ہیں جن پر بین الاقوامی ماہرینِ آثارِ قدیمہ کی جماعتیں کام کر رہی ہیں۔ یہ صحائف ''ڈیڈ سی سکرولز'' کے نام سے خود عیسائی محققین منظرِ عام پر لا رہے ہیں۔

اس تمام مواد کو پیش نظر رکھ کر 1960ء میں خاکسار نے ''مسیح کشمیر میں'' کے نام سے ایک مختصر مضمون لکھا تھا جسے حکیم عبداللطیف شاہد مرحوم نے کتاب کی صورت میں شائع کیا تھا۔ اس کتاب پر مشہور اہلِ قلم علامہ نیاز فتحپوری ایڈیٹر ماہنامہ نگار لکھنؤ اور بعض بھارتی، پاکستانی اخبارات نے تبصرے کئے اور اس کے اقتباسات شائع کر کے قارئین کو دعوتِ غور و فکر دی۔ 1972ء میں کشمیر کے مسلمانوں کے علمی حلقوں میں بھی دلچسپی پیدا ہوئی اور کشمیر یونیورسٹی کے شعبہ تاریخ کے پروفیسر حسنین اور ان کی نگرانی میں محمد یاسین صاحب

(سرینگر) نے غیر جانبدارانہ تحقیقات کر کے مضامین شائع کئے جو بیرون ممالک کے انگریزی اخبارات میں بھی شائع ہوئے۔انہوں نے ان مضامین میں جماعت احمدیہ کی تحقیقات در بارہ قبر مسیح کی توثیق کی ہے۔محمد یاسین نے ''مسٹریز آف کشمیر'' (Mysteries of Kashmir) کے نام سے انگریزی میں ایک کتابچہ بھی باتصویر شائع کیا ہے۔

یورپ کے محققین بھی برابر کتابیں لکھ رہے ہیں۔''ردائے مسیح'' یا ''مقدس کفن مسیح'' پر بھی جرمن محققین تحقیقات کر رہے ہیں اور عیسائی دنیا میں خاص طور پر دلچسپی بڑھ رہی ہے۔ان حالات پر ضرورت تھی کہ ان ساری تحقیقاتوں اور انکشافات کو پیش نظر رکھ کر ضروری مواد کو یکجا کر کے عام استفادہ کیلئے کتابی صورت میں شائع کیا جائے۔ چنانچہ جلسہ سالانہ 1977ء پر استاذی المکرّم قاضی محمد نذیر صاحب ناظر اشاعت لٹریچر ربوہ کے ارشاد پر خاکسار نے اپنے کتابچہ ''مسیح کشمیر میں'' پر نظر ثانی کی اور ضرورت کے مطابق جگہ جگہ مضمون میں توسیع کی گئی اور بعض غیر ضروری حصے حذف کر دیئے گئے۔ترتیب وتسوید کے بعد محترم قاضی صاحب موصوف نے مضمون کو بالاستیعاب سنا اور اپنا خاصا وقت دے کر خاص خاص مقامات پر رہنمائی فرمائی اور قیمتی مشوروں سے نوازا اور انہی کی کوششوں سے اب یہ کتاب شائع ہو رہی ہے۔فجزاہ اللہ احسن الجزاء

کتاب کو ہر لحاظ سے مفید اور جامع بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ضروری دستاویزات کے فوٹو بھی شامل کئے گئے ہیں۔امید ہے قارئین پہلے سے اس کتاب کو کئی درجہ بہتر پائیں گے اور خاکسار کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں گے اور ان کو بھی جنہوں نے اس کتاب کے قلمی نسخے میں امداد کی ہے۔آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری اس کوشش کو قبول فرمائے اور حق وصداقت کی پیاسی روحوں کیلئے اسے مشعل راہ اور موجبِ ہدایت بنائے۔ آمین یا رب العالمین

پیش لفظ طبع دوم

ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ نے امت میں آنے والے مسیح کا ایک اہم کام کسرِ صلیب بیان فرمایا تھا یعنی انہوں نے عیسائیت کے غلط عقائد کا بطلان کرنا تھا جیسا کہ شارح بخاری علامہ بدرالدین عینی نے اپنی کتاب عمدۃ القاری میں قطعی الہامی علم کی بناء پر اس پیشگوئی کے یہی معنی بیان فرمائے ہیں۔

انیسویں صدی کے آخر میں جب ہندوستان کے علاقہ پنجاب میں عیسائی مشن کی بنیاد رکھی جارہی تھی عین اس وقت خدا تعالیٰ کی تقدیر نے قادیان کی بستی سے حضرت مرزا غلام احمد کو مجدد وقت اور کاسرِ صلیب کے طور پر کھڑا کیا۔ انہوں نے خدا تعالیٰ سے علم پا کر اعلان کیا کہ ''مسیح ابن مریم رسول اللہ فوت ہو چکا ہے اور اسکے رنگ میں ہو کر وعدہ کے مطابق تو آیا ہے۔'' آپؑ نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا اور عیسائیت کا بطلان ثابت کر دکھایا۔ مسیح کی صلیبی موت سے نجات اور طبعی وفات کا ثبوت آپکا ایسا کارنامہ تھا جس سے عیسائیت کی عمارت دھڑام سے زمین پر آرہی۔

مسیح کی صلیبی موت سے نجات کے اس مضمون کو حضرت بانی جماعت احمدیہ نے متعدد کتب و تحریرات میں بیان فرمایا ہے۔ 1899ء میں آپ نے ایک عظیم الشان کتاب تالیف فرمائی جس کا نام ''مسیح ہندوستان میں'' ہے۔ اس کتاب کا اصل مدعا مسلمانوں اور عیسائیوں کے بعض غلط عقائد کی اصلاح تھا۔ چنانچہ حضور علیہ السلام بیان فرماتے ہیں۔

''اس کتاب کو میں اس مراد سے لکھتا ہوں کہ تا واقعات صحیحہ اور نہایت کامل اور ثابت شدہ تاریخی شہادتوں اور غیر قوموں کی قدیم تحریروں سے ان غلط اور خطرناک خیالات کو دور کروں جو مسلمانوں اور عیسائیوں کے اکثر فرقوں میں حضرت مسیح علیہ السلام کی پہلی اور آخری زندگی کی نسبت پھیلے ہوئے ہیں''

(مسیح ہندوستان میں، روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 3)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرآن و حدیث اور کتب سابقہ، تاریخ و طبّ کی رو سے ثابت فرمایا کہ حضرت مسیح علیہ السلام مصلوب نہیں ہوئے اور نہ آسمان پر گئے بلکہ 120 سال کی عمر میں وفات پا کر سرینگر کے محلّہ خانیار میں مدفون ہیں۔ حضور علیہ السلام نے اپنی اس تحقیق کو دس ابواب پر منقسم کیا لیکن بعد میں چار

ابواب پر ہی اکتفا فرمایا۔ان ابواب میں آپ نے انجیل، قرآن و حدیث، کتب طب اور تاریخی کتب کی شہادتوں سے مسیح کی صلیبی موت سے نجات اور انکی ہجرت کشمیر اور طبعی وفات کو ثابت فرمایا ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصنیف تالیف **''مسیح ہندوستان میں''** سے راہنمائی لیتے ہوئے اس اہم تحقیقی کام پر اپنوں اور غیروں نے خامہ فرسائی کی اور اب بھی یہ تحقیقی سلسلہ جاری ہے اور نئے سے نئے شواہد مسیح کی صلیبی موت کے عقیدہ اور انکے آسمان پر چلے جانے کے عقیدہ کا بطلان کر رہے ہیں۔سلسلہ احمدیہ کے جن نامور علماء کو اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس تحقیق کو آگے بڑھاتے ہوئے قلم اٹھانے کی توفیق عطا فرمائی ان میں بطور خاص حضرت مفتی محمد صادق صاحب، حضرت مولانا جلال الدین شمس صاحب، خواجہ نذیر احمد صاحب آف لاہور، شیخ عبدالقادر صاحب محقق اور مولانا اسد اللہ قریشی کاشمیری صاحب قابل ذکر ہیں۔ انکے علاوہ بھی علماء سلسلہ کے مضامین جماعتی اخبارات ورسائل کی زینت بنتے رہے ہیں اور آج بھی یہ سلسلہ جاری ہے۔

زیر نظر کتاب **''مسیح کشمیر میں''** محترم مولانا محمد اسد اللہ قریشی کاشمیری مربی سلسلہ کی تالیف ہے جو پہلے ایک مضمون کی صورت میں تھی نظر ثانی کے بعد نظارت اشاعت ربوہ نے 1978ء میں اسے کتابی صورت میں شائع کیا جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحقیق کی تائید میں ان شواہد کو بھی شامل کر لیا گیا جو حضرت مسیح علیہ السلام کے عہد کے بعد سے تا تصنیف کتاب ہذا منظر عام پر آئے۔

خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے مجلس انصار اللہ پاکستان کی قیادت اشاعت ایک عرصہ سے نادر و نایاب اور مفید کتب سلسلہ کی اشاعتِ نو کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہے تا ان کے مطالعہ سے احباب جماعت کی علمی ترقی ہو اور وہ تحقیق و تصنیف کے کام میں آگے آکر سلطان القلم کے معین و مددگار بن سکیں۔اسی مقصد کیلئے اس کتاب کی طبع دوم نظارت اشاعت ربوہ کی اجازت سے پیش خدمت ہے۔

اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور اس نیک کاوش کے مفید نتائج پیدا فرمائے۔آمین

عرض ناشر

ارشاد حضرت مسیح موعود علیہ السلام

فرماتے ہیں:

حضرت مسیح علیہ السلام مصلوب نہیں ہوئے اور نہ آسمان پر گئے اور نہ کبھی امید رکھنی چاہئے کہ وہ پھر زمین پر آسمان سے نازل ہوں گے بلکہ وہ ایک سو بیس برس کی عمر پا کر سری نگر کشمیر میں فوت ہو گئے اور سری نگر محلہ خان یار میں ان کی قبر ہے۔

(مسیح ہندوستان میں، روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 14)

فہرست مضامین

عنوانات	صفحہ
باب اول	1
قرآن واحادیث میں حضرت عیسیٰ ومریم کے جنت نظیر پہاڑی علاقہ میں پناہ لینے کا ذکر	1
''ربوہ'' سے مراد کشمیر جنت نظیر ہے	2
مسیح کا واقعہ ہجرت	4
کشمیراور شام کی مشابہت	5
اہلِ کشمیر بنی اسرائیل ہیں اور مسیح ان کے رسول تھے	5
ایک شبہ کا ازالہ	11
مشرقی ملکوں میں تبلیغ اور آپ کی قبولیت	12
حدیثوں میں مسیح کی سیاحت اور ایک برفانی وادی میں پہنچ کر وفات پانے کا ذکر	13
باب دوم	16
مشرقی لٹریچر میں حضرت مسیح ومریم کے کشمیر جانے کا ذکر	16
یوز آسف کے نام سے مسیح کا سفر کشمیر	16
سفرِ کشمیر اور وفات	18
نصیبین میں حضرت مسیح ومریم کی آمد	19
ارض عرب میں آمد اور حج بیت اللہ	20
احمد نبی کی بشارت	21
عراق میں مسیح مریم کی آمد	22
فارس میں مسیح کی آمد اور اعلان نبوت	23
افغانستان میں مسیح کی آمد	25
مسیح وتھوما کی ٹیکسلا میں موجودگی	26

عنوانات	صفحہ
باب سوم	28
بائیبل میں مسیح کے کشمیر جیسے جنت نظیر علاقہ میں پناہ لینے کا ذکر	28
مسیح ایک دور دراز علاقہ میں جا کر صاحب اولاد ہوگا	28
زبوروں کی پیشگوئیوں (متعلق بالمسیح) سے مزید تائید	32
جنت نظیر وادی میں پناہ لے گا	36
اونچی جگہ چڑھنے رفع کا مفہوم	39
''کوشروت'' کی سرزمین میں جائے گا	40
زبوروں میں مسیح کی پناہ گاہ کی تعریف	40
باب چہارم	42
انجیلوں میں حضرت مسیح کے دور دراز اور محفوظ علاقہ میں جانے کا ذکر	42
صلیبی موت سے نجات، حواریوں سے ملاقات اور مشرق سے مسیح کا ظہور	42
اناجیل میں مسیح کے آسمان پر جانیوالی آیات الحاقی ہیں	44
علماء مغرب کے لٹریچر میں حضرت مسیح کے کشمیر میں پناہ لینے کا اعتراف	46
یسوع کی نامعلوم زندگی کے حالات	47
حضرت مسیح کی مخفی زندگی کہاں گزری؟	48
قبر مریم	50
باب پنجم	52
مسیح کے بڑھاپے کی قدیم تصاویر	52
شام و ہند کے مابین قدیم رسل ورسائل و تجارت	53
''ردائے مسیح'' یا ''مقدس کفن''	53

عنوانات	صفحہ
تاریخی پس منظر	56
مکتوب یروشلم	59
بحیرۂ مردار میں قبر مسیح کی حقیقت	63
بحیرۂ مردار کے غاروں کے صحیفے	65
باب ششم	69
قدیم ہندو لٹریچر میں مسیح کے کشمیر آنے کا ذکر	69
بھوش پران میں مسیح کی کشمیر میں راجہ سے ملاقات کا ذکر	69
''اھاماسی'' دیوی سے کیا مراد ہے	76
''نے گما'' سے کیا مراد ہے	77
یہودیوں کا ہندوستان میں پھیلاؤ	77
ہمالیہ کے دامن میں کلیسیا کا قیام	78
وسط ایشیا میں مسیح کی سیاحت کی اب تک شہرت	78
بھارتی اخبارات میں مسیح کے سفر کشمیر کا ذکر	79
باب ہفتم	80
بدھ مذہب کے لٹریچر میں کشمیر میں مسیح کی آمد کا ذکر	80
ہندوستان میں عیسیٰؑ کی تعلیم	81
باب ہشتم	84
قدیم کشمیر کے لٹریچر میں مسیح کی آمد، دعویٰ نبوت اور وفات پانے کا ذکر	84
حضرت مسیح کا رفع الی اللہ اور کشمیر	86
تخت سلیمان کے کتبوں میں مسیح کے دعویٰ نبوت کا ذکر	86
راجہ گوپادت اور یوزآسف کا زمانہ	87
یوزآسف کے صلیبی زخم کشمیر میں مندمل ہوئے	88

عنوانات	صفحہ نمبر
کشمیر کی قدیم تاریخ راج ترنگنی میں ''ایشاں دیو'' کے نام سے عیسیٰ مسیح کا ذکر	89
یوز آسف یا مسیح شہزادہ نبی	91
مقبرہ یوز آسف کا زیارت گاہ عوام وخواص میں ہونا	92
مقبرہ یوز آسف کے مجاوروں کا تولیت نامہ	93
یوز آسف کی تعلیم	95
پروفیسر کشمیر یونیورسٹی کی طرف سے قبر مسیح کی تائید	101
حضرت عیسیٰ نے کشمیر میں شادی کی اور صاحبِ اولاد ہوئے	102
باب نہم	104
قدیم کشمیر میں عیسائی مذہب	104
عیسائی محققین کی شہادت	106
عیسیٰ کے نام کا معبد اور عیسیٰ بار نامی قدیم شہر	107
افغانستان میں عیسائی آثار	108
ہرات میں عیسیٰ ابن مریمؑ کشمیری کی انجیلیں	110
قدیم ہندوستان میں عیسائی آثار	111
کاشغر اور بلخ میں عیسائی آثار	112
باب دہم	113
حضرت مریم صدیقہ کا سفر کشمیر	113
عیسائی روایات	114
کاشغر میں مزارِ مریم	116

بسم اللہ الرحمن الرحیم   نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسولہِ الکریم

باب اوّل

قرآن واحادیث میں حضرت عیسیٰؑ ومریمؑ کے جنت نظیر پہاڑی علاقہ میں پناہ لینے کا ذکر

قرآن واحادیث اور تفاسیر وتواریخ میں حضرت عیسیٰؑ ومریمؑ کے جو حالات ملتے ہیں ان میں بیان ہوا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے دعویٰ نبوت کے بعد فلسطین میں یہودیوں نے رومی حکومت سے ساز باز کر کے آپ پر بغاوت کا مقدمہ چلایا جس میں آپ کو باغی قرار دیا گیا اور فیصلہ کیا گیا کہ آپ کو صلیب دے دیا جائے۔ آپ نے رو رو کر خدا سے دعائیں کیں کہ مجھے اس مصیبت اور صلیب کی لعنتی موت سے بچالے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعاؤں کو سنا اور آپ کو بذریعہ الہام وعدہ دیا:

يَا عِيسَى إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ

(آل عمران:55-56)

یعنی ’’اے عیسیٰ میں تجھے طبعی وفات دوں گا (یہود تجھے قتل نہیں کرسکیں گے) اور اپنی طرف تیرا رفع کروں گا اور تجھے ان کے الزامات سے پاک کروں گا اور تجھے اور تیرے ماننے والوں کو منکروں پر غلبہ بخشوں گا‘‘

سورۂ نساء میں فرمایا کہ یہود حضرت مسیح کو قتل کرنے اور صلیبی موت مارنے میں کامیاب نہیں ہوسکے وہ شبہ میں ڈالے گئے (یعنی مسیح کو بوجہ غشی کے مردہ کے مشابہ سمجھ لیا) ہم نے اسے اپنے حضور رفعت بخشی۔

(النساء:158-160)

قرآن کے یہ بیانات اناجیل کے بیانات سے بالکل صاف ہیں جن سے واضح ہے کہ حضرت مسیح کو خدا نے اپنے وعدہ کے مطابق صلیب کی موت سے بچالیا اور اسے رفعت بخشی۔ سورۂ مومنون میں مزید وضاحت سے فرمایا کہ ہم نے مسیح ابن مریم اور اس کی والدہ مریم کو ایسے اونچے پہاڑی علاقہ میں پناہ دے دی جو جنت نظیر، آرام وامن والا، چشموں والا سرسبز وشاداب اور بہترین تھا۔ جیسا کہ فرمایا:

وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ آيَةً وَآوَيْنَاهُ

ُمَا إِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ (مومنون:51)

یعنی ہم نے ابن مریم اور اسکی ماں کونشان بنایا اور ہم نے ان دونوں کوایک ایسے اونچے علاقہ کی طرف پناہ دے دی جوامن وآرام والا اور راحت کے چشموں والا تھا۔اس جگہ عیسیٰ ومریم کیلئے اٰوٰی کا لفظ استعمال ہوا ہے اور اٰوٰی کا لفظ قرآن مجید میں بڑی مصیبت کے بعد کے معنی میں آتا ہے۔جیسا رسول اللہ ﷺ اور مومنین کے مدینہ میں پناہ لینے کے موقعہ فاٰوٰکُم (انفال:27) کی آیت میں اٰوٰی کا لفظ استعمال ہوا ہے کیونکہ مسیح کی طرح آپ کے خلاف بھی مکہ میں قتل کی سازش ہوئی تھی اور یہ ظاہر ہے کہ حضرت مسیح پر واقعہ صلیب سے بڑھ کر کوئی مصیبت نہیں آئی تھی۔ربوہ کے معنی کی وضاحت سورۂ بقرہ کی آیت 266 سے بھی ہوتی ہے جس میں صدقات بڑھنے کی مثال میں فرمایا کَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ یعنی صدقات کی مثال اس باغ کی سی ہے جو اونچے ٹیلے پر ہو اگر بارش ہو تو دو چند پھل دیدے اور اگر بارش نہ ہو تو شبنم ہی کافی ہو۔

امام راغب اصفہانی کی مفردات القرآن میں ہے ربوہ بلند ترین کو کہتے ہیں۔جب ربا الرَّجُل کہا جائے تو اس کے معنی یہ ہونگے کہ وہ بلندی کی طرف چڑھا۔المنجد میں ہے مَاارْتَفَعَ مِنَ الاَرض جو سطح زمین سے بلند ہو۔ذَاتِ قَرَار مفردات میں سے ہے۔قرار کی اصل قُرٌّ (سردی) جو سکون کو چاہتی ہے اور حُرٌّ (گرمی) حرکت کو چاہتی ہے۔قرآن مجید میں جنت کو خَیْرٌ مُّسْتَقَرّاً کہا گیا ہے یعنی بہشت ٹھہرنے کیلئے بہترین جگہ ہے قُرَّۃ عَیْن اولاد کو بھی کہتے ہیں۔ بوجہ اسکے کہ اولاد آنکھوں کی ٹھنڈک اور سرور کا موجب ہوتی ہے۔مَعِیْنَ جاری رہنے والا اور بہنے والا پانی۔چشمہ کا پانی۔المنجد میں ہے، ہر وہ پانی جو مفید ہو۔وادی میں بہنے والا پانی (از لفظ معن)

حضرت عباسؓ نے بھی "ربوہ" کے یہی معنی بیان کئے ہیں کہ ایسی اعلیٰ جگہ جو سطح زمین سے بلند ہو اور جو لغوی معنی اوپر بیان کئے گئے ہیں ان پر دیگر مفسرین نے بھی اتفاق کیا ہے۔پس آیت مذکورہ سورۂ مومنون کے معنی یہ ہونگے۔''ہم نے مسیحؑ اور مریمؑ دونوں کو عمدہ سرسبز اور سطح زمین سے بلند جگہ پر پناہ دی جو سرد پہاڑی علاقہ ہونے کی وجہ سے امن وقرار والا اور بہتے چشموں والا ہے۔''

ربوہ سے مراد کشمیر جنت نظیر

ہمارے نزدیک مذکورہ قرآنی آیت میں مبینہ تمام صفات پوری طرح کشمیر جنت نظیر پر منطبق ہوتی ہیں اس لئے ''ربوہ'' کشمیر جنت نظیر ہے اور مسیح کا صلیبی موت سے بچ کر اپنی والدہ حضرت مریم صدیقہؑ کے ساتھ پناہ لینا بھی اسی سرزمین میں تاریخی طور پر ثابت ہے۔جہاں انہیں امن وقرار حاصل ہوا

اور وہ مستقل طور پر یہیں بس گئے۔ یہ علاقہ چاروں طرف سے بلند و بالا پہاڑوں سے محفوظ و مامون پناہ گاہ کی حیثیت رکھتا ہے جہاں انکے دشمن نہیں پہنچ سکے۔ اور انکے گمشدہ اسرائیلی قبائل بھی یہاں بس رہے تھے جن کی طرف وہ مبعوث ہوئے تھے اور یہاں ہی انہوں نے اپنا مشن امن و آزادی سے جاری رکھا اور اسکی تکمیل کر کے کامیاب ہو کر یہاں ہی طبعی وفات پائی۔

بلندی کے لحاظ سے بھی سطح زمین سے کشمیر کا مرتفع ہونا قدیم و جدید ہیئت دانوں اور جغرافیہ دانوں کے ہاں مسلّم ہے۔ اسکی بلندی سطح سمندر سے 18-19 ہزار فٹ ہے اور اسکی بعض چوٹیاں 29 بہت بلند و بالا ہیں اور جغرافیہ دان اور دنیا بھر کے سیاح علاقہ کوہ ہمالیہ اور کشمیر کو Roof of the World زمین کی چھت، دنیا کی چھت کہتے ہیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جو علاقہ زمین یا دنیا کی چھت کہلاتا ہو وہ زمین میں کمال بلندی پر ہوگا۔ کشمیر ذَات قَــرَار کے لحاظ سے معتدل، ٹھنڈا اور صحت بخش علاقہ بھی مسلّم ہے اور چشمے بھی یہاں سال بھر جاری رہتے ہیں اور خشک نہیں ہوتے اور سرسبزی اور شادابی میں بھی بے نظیر ہے۔ یہاں چراگاہوں، مال مویشی، گھی، دودھ کی کثرت، آبشاروں، سایہ دار درختوں، جھیلوں، تالابوں، باغوں، جنگلوں، کھیتوں اور نباتات کے دلکش قدرتی مناظر ہیں۔ مسیحؑ کی صحت کی بحالی کیلئے بھی جو صلیبی زخموں اور جسمانی اذیتوں کی وجہ سے کمزور ہو گئے تھے کشمیر جنت نظیر بہت موزوں و مناسب صحت افزاء علاقہ تھا۔

الغرض اللہ تعالیٰ نے سورۂ مومنون میں مسیحؑ کے دارالہجرت اور پناہ کی جو تعریف کی ہے وہ شام، فلسطین، رملہ، مصر یا دمشق کے علاقوں پر پورے طور پر صادق نہیں آتی۔ واقعہ صلیب کے بعد حضرت مسیحؑ ان علاقوں میں پناہ نہیں لے سکتے تھے کیونکہ ان علاقوں میں ان کے دوبارہ گرفتار ہو کر قتل کئے جانے کا خطرہ تھا اس لئے کہ یہ علاقے رومی حکومت کے اثر میں تھے جس نے حضرت مسیحؑ کو باغی قرار دے کر موت کا فتویٰ دیا تھا۔ نیز انہوں نے جس مشن کی طرف فلسطین میں وعظ کے دوران اشارہ کیا تھا کہ میرے لئے اپنی گمشدہ بھیڑوں کی طرف جانا بھی ضروری ہے جو فلسطین سے باہر مختلف مشرقی ملکوں میں پھیلی ہوئی تھیں۔ وہ بھی اس صورت میں پورا ہو سکتا تھا کہ آپ ان علاقوں سے مشرقی ملکوں کی طرف ہجرت کرتے اور گمشدہ اسرائیلی قبیلوں تک خدا کا پیغام پہنچاتے۔ سو انہوں نے وحی الٰہی کے ماتحت ایسا ہی کیا اور ایران و افغانستان، ہندوستان، تبت اور کشمیر کی طرف آئے جہاں بنی اسرائیل منتشر ہو کر مسیح سے قبل آباد چلے آ رہے تھے۔ فلسطین میں بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں میں سے صرف دو ہی قبیلے آباد تھے۔ دس گمشدہ قبائل افغانستان اور کشمیر وغیرہ میں ہی آباد تھے۔

الغرض فلسطین اور اسکے آس پاس کے علاقوں میں واقعہ صلیب سے بچ جانے کے بعد حضرت مسیحؑ کا قیام کرنا اور امن و آزادی سے کام جاری رکھنا مشکل تھا اور کشمیر جیسے محفوظ ملک کی طرف ہجرت کرنا مذکورہ وجوہ کی بناء پر ان کیلئے ضروری ہو گیا تھا۔

مسیح کا واقعہ ہجرت

آپ کا واقعہ ہجرت یوں ہے کہ جب یہ افواہ رومی حکومت تک پہنچی تھی کہ مسیح ابھی زندہ ہے تو یہودی علماء نے جو مسیح کے سخت دشمن تھے۔ آپ کی تلاش کیلئے آپ کے پیچھے جاسوس دوڑائے اور آپ کے ایک پُر جوش مخالف پولُوس کو بھی انعام کا لالچ دے کر آپ کے تعاقب میں دمشق تک بھیجا کیونکہ حضرت مسیح فلسطین سے دمشق (شام) چلے گئے تھے۔ وہاں ایسے حالات ہوئے کہ پولُوس مسیح پر ایمان لایا۔ اسکے بعد مسیح دمشق سے خفیہ طور پر نکل گئے۔ حدیث میں ہے۔

اَوحَی اللّٰہُ اِلٰی عِیۡسَی ابۡنُ مَرۡیَم اَنۡ یّٰعِیسٰی اِنۡتَقِلُ مِنۡ مَکَانٍ اِلٰی مَکَانٍ لِئَلّا تُعۡرَفَ فَتُوذٰی۔
(کنز العمال جلد 2 صفحہ 34)

یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ پر وحی بھیجی کہ اے عیسیٰ! ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو جا تا کہ تو پہچانا نہ جائے اور تجھے تکلیف نہ دی جائے۔

اس جگہ کو قرآن میں "ربوہ" کہہ کر مسیح و مریم کی پناہ گاہ قرار دیا گیا ہے۔

ہجرت کا حکم پا کر حضرت مسیحؑ خفیہ طور پر شام اور شام سے نصیبین، مکہ، عراق اور پھر ایران آئے اور ان ملکوں میں اپنا پیغام پہنچاتے رہے۔ ایران کے قدیم لٹریچر میں آپ کا ذکر یوز آسف کے نام سے ملتا ہے۔ پھر افغانستان اور ہندوستان سے ہوتے ہوئے بالآخر کشمیر پہنچے اور کشمیر جنت نظیر کو شام کی مانند ٹھنڈا پا کر یہیں تبلیغ دین میں زندگی بسر کی اور یہیں فوت ہو کر سرینگر کے محلّہ خانیار میں دفن ہوئے۔ جہاں آج تک آپ کی قبر زیارت گاہ ہے۔

بعض لوگ مسیح کی اس خفیہ ہجرت پر تعجب کرتے ہیں۔ حالانکہ جس طرح آنحضرت ﷺ نے مکہ سے مدینہ کی طرف خفیہ ہجرت کی تھی اسی طرح حضرت مسیحؑ نے فلسطین سے کشمیر کی طرف ہجرت کی۔ جہاں سابق وقتوں میں بنی اسرائیل آ کر آباد ہوئے تھے جن تک پیغام الٰہی پہنچانا آپ کیلئے ضروری تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ کی خفیہ ہجرت قابل تعجب نہیں تو یہ ہجرت کیوں قابل تعجب سمجھی جاتی ہے۔ جس طرح حضرت نوحؑ کو طوفان سے، حضرت ابراہیمؑ کو آگ سے، حضرت موسیٰؑ کو دریا سے، حضرت یوسف کو کنویں

سے اور آنحضرت و صلوٰۃ اللہ علیھم اجمعین کو کفار کی سازش سے اللہ تعالیٰ نے بچایا اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیبی موت سے بچایا۔

کشمیر اور شام کی مشابہت

کشمیر کا دوسرا نام کشیر بھی آپ کے سفر کشمیر کی طرف صریح اشارہ کر رہا ہے کیونکہ کشمیری زبان میں کشمیر کو کشیر کہتے ہیں جو دراصل عبرانی لفظ ہے اور ک اور اشیر سے مرکب ہے۔ ک کے معنی ہیں ''مانند'' اور اشیر عبرانی زبان میں شام کو کہتے ہیں۔ انگریزی میں (Assyria) اسیر یا اسی کو کہتے ہیں۔ پس ک اشیر کے معنی تھے ''ملک شام کی مانند''۔ مگر کثرت استعمال سے ک اشیر کا درمیانی الف گر گیا، کشیر رہ گیا۔ غیر قوموں میں کشیر کی جگہ کشمیر مشہور ہے مگر کشمیری زبان میں مقامی لوگ کشمیر کو اب تک کشیر ہی کہتے ہیں بلکہ خود سرینگر جو کشمیر کا دارالخلافہ ہے بھی پہلے اشیری نگر کہلاتا تھا جو سوریہ یا سیریا سے ہی ماخوذ ہے جو شام کا قدیم نام تھا۔ بائیبل میں ایک قبیلے کا نام اشیر آیا ہے۔ (یشوع باب 19 آیت 24) ان کی اولاد کو بنی اشیر کہا جاتا ہے۔ اشیر حضرت یعقوب کے بیٹوں میں سے بھی ایک کا نام تھا یہ لوگ آٹھویں صدی قبل مسیح کے زمانہ میں حملۂ بخت نصر کے بعد شام سے بابل لائے گئے۔ یہاں بھی انہوں نے سوریا نام شہر بسایا۔ بعد کے زمانوں میں جب یہ لوگ تلاشِ معاش میں بابل سے کشمیر پہنچے تو کشمیر کو شام کی مانند ٹھنڈا ملک پا کر اس کا نام ''کاشیر'' رکھا۔ یعنی ''ملک شام کی مانند'' اور ایک شہر اپنے قدیم وطن سوریہ کی یاد میں ''اشیری'' یا ''سوریہ'' نام بسایا۔ جسے ہندو مؤرخین شری نگر لکھتے رہے۔ یہی اب سری نگر کے نام سے مشہور ہے۔

(نگارستانِ کشمیر صفحہ 34)

اہل کشمیر بنی اسرائیل ہیں اور مسیح ان کے رسول تھے

آیت قرآنیہ وَرَسُوْلاً اِلٰی بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ کے مطابق حضرت مسیح کا پیغام حق پہنچانے کیلئے ان بنی اسرائیل کی طرف آنا بھی ضروری تھا جو کشمیر، افغانستان ہندوستان اور تبت کے پہاڑی علاقوں میں سابق وقتوں کے انقلابات میں منتشر ہو کر پناہ گزین ہو چکے تھے۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ آج سے قریباً تین ہزار سال قبل کا واقعہ ہے کہ شاہِ بابل بخت نصر نے شام پر حملہ کیا اور فلسطین کی اینٹ سے اینٹ بجا دی اور بارہ اسرائیلی قبائل کو اسیر کر کے بابل لایا اور انہیں بحیرہ کیسپین کے کنارے کیمپوں میں رکھا وہاں انہوں نے آس پاس وارداتیں شروع کیں۔ اس پر بادشاہ نے انہیں کیمپوں سے نکال کر فارس، میدیا وغیرہ کی نو آبادیات اور دور دراز جنگلوں میں بکھیر کر آباد کیا۔

536 قبل مسیح خورس (ذوالقرنین شاہ ایران) نے ان اسیروں کو واپس وطن جانے کی اجازت دے دی۔ اس پر ان میں سے دو قبائل واپس فلسطین چلے گئے اور باقی دس قبائل افغانستان، ہندوستان اور کشمیر میں آکر آباد ہو گئے۔ عرصہ دراز تک ان اسرائیلی قبائل کے حالات مخفی رہے۔ یہی دس (10) گمشدہ اسرائیلی قبائل تھے جن سے مؤرخین آگاہ نہیں تھے کہ یہی گمشدہ اسرائیلی قبائل ہیں۔ عرصہ دراز کے بعد یورپین اقوام کے خروج کے بعد مؤرخین کو ان گمشدہ قبائل کا پتہ چل گیا اور انہوں نے انہیں افغانستان اور کشمیر میں پایا۔ تب دنیا کو یہ معلوم ہوا کہ افغانستان سے کشمیر تک کے لوگ ''دس گمشدہ اسرائیلی قبائل'' کی اولاد ہیں اور انکی گمشدگی کا معمّہ حل ہو گیا۔

افغانوں اور کشمیریوں کا خود بھی دعویٰ ہے کہ وہ بنی اسرائیل یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ ان کے شجرے بھی یہی گواہی دیتے ہیں اور کشمیر و افغانستان کی تاریخیں بھی یہی ثابت کرتی ہیں۔ مشرق و مغرب کے اہلِ علم کے نزدیک اب یہ امر مسلّم ہے۔ کشمیر میں تخت سلیمان، قبر موسیٰ وغیرہ قدیم آثار، افغانستان میں موسیٰ خیل، عیسیٰ خیل، داؤد خیل وغیرہ قبائل کے اسرائیلی نام اور دونوں ملکوں کا لباس، تمدن زندہ گواہ ہیں کہ وہ بنی اسرائیل ہیں۔

ابو ریحان البیرونی نے کتاب الہند میں، ڈاکٹر برنیئر مغربی سیاح نے اپنے سیاحت نامہ میں اور ڈاکٹر اقبال وغیرہ محققین نے بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ ☆

تورات میں پہلے سے پیشگوئیاں تھیں کہ جب بنی اسرائیل توحید سے ہٹ کر شرک و بت پرستی اور خدا کی نافرمانی کرنے لگیں گے تو ان پر ظالم بادشاہ بھیجے جائیں گے جو انہیں ان ملکوں سے جو خدا نے ان کے باپ دادا کو بطور انعام دیئے تھے، منتشر کر کے دور دراز ملکوں میں بکھیر دیا جائے گا۔

(دیکھو استثناء باب 32 آیت 26، یسعیاہ باب 41 و باب 6 آیت 21، استر باب 1 آیت 1 و باب 3 آیت 8)

قرآن مجید کی سورۂ بنی اسرائیل آیت 5 تا 9 میں بھی بنی اسرائیل کے دو بار فساد کرنے اور دو بار عذاب میں مبتلا ہونے کا ذکر آچکا ہے اور تاریخ کی گواہی بھی یہی ہے کہ بنی اسرائیل پر دو بار زبردست تباہی آئی۔ ایک بخت نصر (شاہ بابل) کے وقت جس نے ان پر حملہ کر کے شکست دی دوسری طیطس رومی کے حملہ کے وقت جبکہ انہیں اپنے وطن چھوڑ کر مشرقی ملکوں میں پناہ گزین ہونا پڑا۔

☆ افغانوں کے اسرائیلی الاصل ہونے پر بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے اپنی کتاب ''مسیح ہندوستان میں'' میں مفصل بحث کی ہے تفصیلات وہاں سے ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔ ہم نے اسی لئے یہاں اختصار کی رعایت پیش نظر رکھی ہے۔

بھارت میں اس موضوع پر کئی کتابیں شائع کی گئی ہیں جن میں بتایا گیا ہے کہ بھارت میں بنی اسرائیل کہاں کہاں آباد ہوئے تھے۔تفاسیر اسلامی میں بھی چین کے پاس اسرائیلی آباد کاروں کا ذکر آیا ہے چنانچہ علامہ عمادالدین ابن کثیر کی مشہور تفسیر میں ابن عباسؓ سے آیت وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰی اُمَّةٌ یَھْدُوْنَ بِالْحَقِّ (اعراف:60) کی تفسیر میں مروی ہے کہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ''قوم موسیٰ کی اس جماعت'' سے وہ بقایا بنی اسرائیل کی جماعت مراد ہے جنہوں نے کفروشرک اور خدا کی نافرمانی سے بیزار ہو کر خدا سے اپنے گناہوں کی معافی مانگی اور وہ چین کے پاس علاقوں میں بس گئی۔وہ ڈیڑھ سال تک سفر کرتے رہے وہ اب تک چین اور آس پاس کے ملکوں میں موجود ہیں۔ یہاں تک کہ آخر زمانہ میں مسیح موعود کے ذریعہ مسلمان ہونگے اور اسی کی طرف آیت فَاِذَا جَاءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَابِکُمْ لَفِیْفاً (بنی اسرائیل:105) میں اشارہ ہے۔یعنی جب آخری زمانہ میں دوسرا وعدہ پورا کرنے کا وقت آئیگا تو ہم بنی اسرائیل کو جمع کریں گے۔

(تفسیر ابن کثیر 2 مطبوعہ مصر صفحہ 256)

چین کے پاس ملکوں میں آباد اسرائیلیوں سے افغانستان شمال مغربی پاک وہند، دردستان اور کشمیر کے اسرائیلی آباد کار مراد ہیں جس سے ظاہر ہے کہ نہ صرف تاریخ بلکہ مشہور اسلامی تفاسیر بھی مبینہ نظریہ کی تصدیق کرتی ہیں۔بائیبل کے صحیفہ یسعیاہ باب 49 آیت 9 تا 12 میں بھی بنی اسرائیل کے ارض سنیم (چین) جانے کی پیشگوئی تھی۔بائیبل کے مطابق عاموس نبی نے پیش گوئی کی تھی کہ ''دس فرقے اسیر ہو کر غیر ملکوں میں جائیں گے مگر خداوند اسرائیل کے گھرانے کو سراسر تباہ نہیں کرے گا بلکہ اسے غیر قوموں کے درمیان پاک وصاف کر کے پہلے عروج کی نسبت زیادہ عروج عطا کرے گا جبکہ داؤدؑ کا گرا ہوا خیمہ از سرنو کھڑا کیا جائیگا۔''☆

اس پیشگوئی میں داؤدؑ کے گرے ہوئے خیمے کو از سرنو کھڑے کرنے پر اسرائیلی قبائل کے عروج کی خبر دی گئی ہے وہ ان قوموں کے اسلام قبول کرنے پر پوری ہوگئی۔اسلام قبول کرنے پر داؤدؑ کا خیمہ دوبارہ قائم ہوگیا اور افغانوں اور کشمیریوں میں اس کے بعد بڑے بڑے بادشاہ اور حکمران ہوئے۔مسیح آخرالزمان کے وقت دوبارہ داؤد کا خیمہ کھڑا کیا جائے گا اور جب افغان وکشمیر کے اسرائیلی قبائل مسیح آخرالزمان کو قبول کرینگے تو دوبارہ انہیں عروج ملے گا۔

☆ تاریخ بائیبل صفحہ 322

یسعیاہ باب 49 آیت 9 تا 12 میں بھی بنی اسرائیل کے اپنے باپ دادا کی زمین سے جو خدا نے انکو دی تھی، منتشر ہو کر چشموں والے پہاڑی علاقہ میں قیام کی پیشگوئی آئی تھی کہ ''خدا پانی کے چشموں کی طرف انکی راہبری کریگا اور یہ کہ وہ اپنے سارے کوہستان کو ایک راہ گزر بنائے گا اور اسکی شاہراہیں اونچی کی جائیں گی وہ دور دور سے آئیں گے، شمال سے مغرب سے اور سینیم کے ملک سے۔''

بائیبل کے مفسرین نے سینیم کے ملک پر بحثیں کی ہیں کہ پیشگوئی مذکورہ میں سینیم سے مراد کونسا ملک ہے۔ جان ڈی ڈیوس کی بائیبل کی ڈکشنری میں لکھا ہے کہ سینیم وہ علاقہ ہے جہاں ''SHINS'' (شین نامی قبائل) رہتے ہیں یعنی کوہ ہندوکش کے دامن کا علاقہ۔۔۔۔زیادہ قرین قیاس یہ ہے کہ سینیم سے سرزمین چین مراد ہے جہاں مسیح سے قبل بنی اسرائیل آباد ہوئے۔(صفحہ 692)

کوہ ہندوکش کے دامن میں گلگت، ہنزہ ونگر جیسے مؤرخین نے دردستان بھی لکھا ہے شین قبائل رہتے ہیں اور شین ☆ کی نسبت سے اپنی زبان کو ''شینا زبان'' کہتے ہیں۔ آج کل ریڈیو پاکستان سے شینا زبان میں پروگرام بھی نشر ہوتے ہیں۔ دردستان کے نام سے بعض مغربی سیاحوں نے کتابیں بھی لکھی ہیں۔ یہ اس علاقہ کا قدیم نام ہے، یہ نام دردع قبائل کی نسبت سے رکھا گیا ہے۔ دردیا دردع بائیبل کے مطابق حضرت سلیمانؑ کے زمانہ میں ایک دانا آدمی تھا۞ وہ ان مہاجر قبائل کا مورث اعلیٰ تھا۔ مسیح سے قبل سارگن نامی (شاہ بابل) نے ان قبائل پر جب حملہ کیا تو فلسطین سے انہیں گرفتار کر کے بابل لایا۔ جہاں انہیں بحیرہ کیسپین کے کنارے کیمپوں میں رکھا۔ جہاں سے وہ بھاگ بھاگ کر بھی ادھر اُدھر منتشر ہوئے اور انکے ذریعہ آس پاس کے علاقوں میں بھی وارداتیں ہونے لگیں۔ تب سارگن نے ان قبائل کو جن کی تعداد تین لاکھ بتلائی جاتی ہے شمال مغربی ہندوستان کے پہاڑی علاقوں میں دور دور تک جنگلوں اور بیابانوں میں بکھیر دیا اور وہاں انکی نوآبادیاں قائم کیں۔

چنانچہ حشمت اللہ خان لکھنوی نے اپنی کتاب ''تاریخ جموں وگلگت بلتستان مع الحاقات'' میں لکھا ہے کہ گلگت کا قدیم نام سارگن تھا۔ اس نے اسکی وجہ تسمیہ بتلانے سے لاعلمی ظاہر کی ہے تو اس کی وجہ تسمیہ یہی ہے کہ قدیم زمانہ (722 ق م) میں جب سارگن نے یہاں ان مہاجر قبائل پر مشتمل یہ بستی قائم کی

☆ ارض بائیبل میں ''شین'' ایک علاقہ کا نام تھا (اسموئیل باب 7 آیت 13) اس علاقہ کے پناہ گزین جب یہاں آئے تو اسی سے ''شین'' مشہور ہوئے۔

۞ ازسلاطین باب 4 آیت 31

تو اس کے نام پر اس کا نام سارگن رکھا گیا۔ بعد میں اس کا نام گلگت رکھا گیا۔ گلگتا اس پہاڑی کا نام بھی ہے جہاں حضرت مسیح کو صلیب دینے کیلئے لے جایا گیا۔ گلگت کے معنی آج بھی اہالیانِ گلگت میں قبرستان کے مشہور ہیں کیونکہ گلگت کے پاس قبرستان تھا جہاں فلسطین میں مصلوب مجرموں کو دفن کیا جاتا تھا۔ گلگت کے معنی ہیں ''کھوپڑی کی جگہ''۔ یہ نام اناجیل اربعہ کے آخری ابواب میں وہاں پر آیا ہے جہاں حضرت مسیح کو ''گلگوتھا'' گلگوت کے مقام پر صلیب دیئے جانے کا ذکر کیا گیا ہے۔ بہت ممکن ہے کہ مسیح کے ماننے والوں نے اقتدار حاصل کرنے کے بعد اس نو آبادی کا پرانا نام جوان کے اسیر ہونے کا نشان تھا بدل کر گلگت رکھا اور البیرونی نے بھی اپنی کتاب الہند میں اس جگہ کا نام گلگت بتلایا ہے جو چوتھی صدی ہجری میں محمود غزنوی کے ساتھ ہندوستان آئے تھے۔ پس یہ کہنا کہ گلگت کا نام سکھوں کے زمانہ میں رکھا گیا ہے صحیح نہیں ہے۔ اس علاقہ میں وہ کوہِ مصفار بھی ہے (جسے اب مصغر کہتے ہیں) جس میں حضرت مسیح کے پہنچنے کا اشارہ زبور باب 42 آیت 6-7 میں ملتا ہے۔ اس زبور میں جسے متعلق بالمسیح کہا گیا ہے بطور پیشگوئی بیان کیا گیا ہے کہ ''میں تجھے (اے خدا) کوہِ مصغار سے یاد کروں گا۔ تیرے آبشاروں کی آواز سے گھراؤ گھراؤ پکارتا ہے۔''

اور عجیب مماثلت ہے کہ علاقہ گلگت کو ''آبشاروں کی سرزمین'' بھی کہا جاتا ہے۔

ریفرنس بائیبل میں سینیم میں سرزمین ''ارزارتھ'' کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ یہ اس جگہ کا نام معلوم ہوتا ہے جسے آج کل ''ہزارہ'' کہتے ہیں کیونکہ راج ترنگنی (قدیم تاریخ کشمیر) میں اس کا نام اُراسا، اُراشا، اور اُرشا بھی آیا ہے اور آج کل اس میدان کو جو ایبٹ آباد مانسہرہ کے درمیان ہے رش کا میدان کہتے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ''ارض سینیم'' سے ارض سین یعنی دریائے سندھ کا علاقہ مراد ہے۔ سینیم عبرانی میں سین اور یم سے مرکب ہے۔ جیسے بعل سے بعلیم یہ یم کا لفظ تعظیماً و احتراماً شامل کیا گیا ہے۔ جب جگہ کے ساتھ استعمال ہو تو اس کا احترام مقصود ہوگا اور جب نام کے ساتھ استعمال ہو تو مسمی کا احترام مقصود ہوگا۔ جیسے بائیبل کی پیشگوئی میں رسول اللہؐ کا نام محمدیم آیا ہے۔ یعنی مقدس محمدؐ یا حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)۔

حضرت مسیحؑ الہامی نوشتوں کی رو سے صرف بنی اسرائیل کے لئے پیغمبر مبعوث کئے گئے تھے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے وَرَسُوْلًا اِلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ (آل عمران:50) کہ حضرت مسیح بنی اسرائیل کیلئے رسول تھے۔ سورۂ صف ع 1 میں خود مسیحؑ کا اعلان مذکور ہے کہ آپ نے فرمایا۔ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ یعنی اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

انجیلیں بھی اسکی تائید کرتی ہیں۔ چنانچہ متی کی انجیل باب 15 آیت 24 میں ہے کہ حضرت مسیح نے فرمایا کہ ''میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔''

اپنے شاگردوں کو بھی ہدایت کی ''غیر قوموں کی طرف نہ جانا...... بلکہ اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جانا۔'' (متی باب 10 آیت 5-6) اور یوحنا کی انجیل کی یہ آیت تو مشہور ہے ''میری اور بھی بھیڑیں ہیں جو اس بھیڑ خانہ کی نہیں مجھے ان کو بھی لانا ضرور ہے وہ میری آواز کو سنیں گی پھر ایک ہی گلّہ اور ایک ہی چرواہا ہوگا۔'' (یوحنا باب 10 آیت 16) اس آیت میں استعارۃً اور ''بھیڑوں'' سے مراد وہ بنی اسرائیل ہیں جو فلسطین سے باہر غیر قوموں میں منتشر تھے یعنی افغانستان، ہندوستان، تبت اور کشمیر میں آباد تھے۔ لہٰذا مسیح کیلئے جیسے شام کے بنی اسرائیل کو پیغام الٰہی پہنچانا ضروری تھا۔ اسی طرح آپ کے لئے افغانستان سے لے کر کشمیر تک کے بنی اسرائیل کو بھی پیغامِ الٰہی پہنچانا ضروری تھا تا کہ ایک ہی گلّہ بن جائیں اور ایک ہی چرواہے کے ماتحت ہوں اور اگر آپ کشمیر اور افغانستان وغیرہ ملکوں کے بنی اسرائیل کو پیغام الٰہی پہنچانے سے قبل ہی آسمان پر جا بیٹھتے تو آپ کا فرض منصبی نا تمام رہتا۔ مگر ایسا نہیں ہوا کیونکہ خدا کے پیغمبر اپنا فرض منصبی پورا کر کے وفات پاتے ہیں اس سے قبل نہیں۔ مسیح کو اپنا فرض منصبی یہ سمجھا یا گیا تھا کہ دوسری گمشدہ بھیڑوں کے پاس ان کا خود جانا ضروری ہے اور حزقیل نبی نے وضاحت سے پیشگوئی کی تھی کہ کھوئی ہوئی بھیڑوں کو تلاش کرنے کیلئے خدا ایک خاص رسول انکے پیچھے بھیجے گا جو خود انہیں جگہ جگہ سے تلاش کرے گا اور بنفس نفیس خدا کا پیغام پہنچائے گا۔ جیسا فرمایا ''خداوند خدا فرماتا ہے دیکھ! میں خود اپنی بھیڑوں کی تلاش کروں گا اور ان کو ڈھونڈ نکالوں گا جس طرح چرواہا اپنے گلہ کی تلاش کرتا ہے جبکہ وہ اپنی بھیڑوں کے درمیان ہو جو پراگندہ ہوگئی ہیں۔ اسی طرح میں اپنی بھیڑوں کو ڈھونڈوں گا اور ان کو ہر جگہ سے جہاں وہ ابر اور تاریکی کے دن تتّر بتّر ہوگئی ہیں چھڑا لاؤں گا۔''

(دیکھو حزقیل باب 34 آیت 11 تا 12)

اسی پیشگوئی کی بنا پر حضرت مسیحؑ نے اپنا ایک نام ''یسوع آسف'' بھی رکھ لیا تھا جو یوز آسف بن گیا۔ آسف کے معنی عبرانی میں ہیں ''قوم کو تلاش کرنے والا'' چنانچہ حضرت مسیحؑ اپنا فرض منصبی ادا کرنے کیلئے خود فلسطین سے ہجرت کر کے افغانستان و کشمیر میں پہنچے تا کہ خدا کا پیغام خود آپ کے ذریعہ سے ان تک پہنچ جائے اور وہ خدا کے سامنے اپنا فرض منصبی پورا کر کے رفعت و سرخروئی حاصل کرسکیں۔

اگر آپ ہجرت کر کے اپنا فرض منصبی ادا نہ کرتے اور خدا انہیں زندہ آسمان پر اٹھا لیتا تو حضرت مسیحؑ

اسے انتہائی سے انتہائی مصائب سے بھی بدتر جانتے اور واقعی آپ پر یہ ظلم عظیم ہوتا کہ میں اپنا فرض منصبی ادا کرنے سے محروم کر دیا گیا ہوں اور میرا تنزل کیا گیا ہے۔ سو خدا تعالیٰ آپ پر ایسا ظلم نہیں کر سکتا تھا کہ خود ہی انہیں اپنا فرض منصبی ادا کرنے سے محروم کر دیتا بلکہ اس کی رحمت اور فضل اس بات کا متقاضی تھا کہ وہ حضرت مسیحؑ کی رہنمائی فرماتا اور انکے لئے بذریعہ ہجرت اپنی نصرت سے نواز کر فرض منصبی کو زمین کے کسی حصے میں ادا کرنے کا موقع فراہم کرتا چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور اس طرح انکی رفعت کا موقع فراہم کیا نہ تنزل کا۔

ایک شبہ کا ازالہ

شاید کسی کے دل میں کھٹکے کہ قرآن مجید کی سورۂ مومنون کی آیت مذکورہ میں صاف کشمیر کا نام کیوں نہ لیا گیا اور صرف حضرت مسیحؑ کی پناہ گاہ کہنے پر اکتفا کیا گیا۔

الجواب: نام نہ بتلانے میں ضرور اللہ تعالیٰ کی کوئی مصلحت ہے۔ اس نے اپنی کسی خاص مصلحت کی بناء پر مسیحؑ کی پناہ گاہ کا نام مخفی رکھا لیکن یہ بات اس نے اس سے واضح فرما دی ہے کہ مسیح کی جائے ہجرت اور پناہ گاہ آسمان نہیں تھا اور ایسا تصور کہ مسیح کو زندہ آسمان پر اٹھا لیا گیا قرآن کی اس آیت کے مخالف ہونے کی وجہ سے غلط ہے۔ پس نام کے چھپانے میں اللہ تعالیٰ کے مدنظر بعض مصلحتیں تھیں جن میں سے ایک مصلحت تاریخی لحاظ سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ پرانے زمانے میں کشمیر کا نام کچھ اور تھا۔ مثلاً کا سامرا، ستی سر، کسپریا وغیرہ اور کشمیر بھی اصل نام نہیں۔ کیونکہ اصل نام جو مسیح کے یہاں آنے کے وقت معروف تھا وہ کشیر تھا نہ کشمیر۔ دنیا میں اب معروف نام کشمیر ہے گو اہلِ کشمیر اب تک کشیر ہی کہتے ہیں۔ چونکہ نام سے ابہام واقع ہو سکتا تھا اسلئے مصلحت الٰہی نے نام ترک کر دیا اور صفات ایسی بتلائیں جو مسیح کی ہجرت کیلئے صرف اسی علاقہ پر منطبق ہوتی ہیں۔ کیونکہ مسیح کی قوم بنی اسرائیل اسی علاقہ میں آباد چلی آ رہی تھی اور یہ لوگ گمشدہ اسرائیلی قبائل میں سے تھے جن کے متعلق مسیح کا یہ فرض منصبی مقرر تھا کہ وہ ان تک بنفس نفیس پیغام خداوندی پہنچائیں۔

پس خدا تعالیٰ نے یہ بات محققین پر چھوڑ دی کہ وہ اس جگہ کی دریافت کریں جو مسیح علیہ السلام کی پناہ گاہ بنائی گئی، ماسوا اسکے مسیح کی آمد ثانی پیشگوئیوں کے لحاظ سے مقدر تھی اور اسکا کام احادیث نبویہ میں کسر صلیب بیان کیا گیا تھا جس کا ماحصل یہ ہے کہ مسیح صلیبی موت سے بچ گیا وہ زندہ آسمان پر نہیں گیا۔ صلیبی موت سے بچ کر اس نے زمین پر ہجرت فرمائی۔ ان سب باتوں کا پورا انکشاف خدا تعالیٰ نے مسیح

موعودؑ سے وابستہ کر رکھا تھا۔ چنانچہ اس زمانہ میں جس شخص نے مسیح موعود کا دعویٰ کیا ہے اس کے ذریعہ یہ کام انجام پاچکا ہے اور مزید نئے سے نئے شواہد بھی انکی تائید میں منکشف ہوتے جارہے ہیں اور ہوتے چلے جائیں گے۔ تا آنکہ عیسائی دنیا اس بات کو قبول کرلے کہ مسیح نے کشمیر کی طرف ہجرت کر کے وہیں طبعی وفات پائی تھی اور وہ صلیب پر ہرگز مرا نہیں تھا۔ چنانچہ اب بڑے زور وشور کے ساتھ اس بارہ میں ریسرچ ہورہی ہے کہ مسیح صلیبی موت مرا یا نہیں؟ اور ایک گروہ اس بات کی تائید کررہا ہے کہ مسیح صلیبی موت سے بچ گیا تھا۔

مشرقی ملکوں میں تبلیغ اور آپ کی قبولیت

قرآن مجید نے یہ خبر دی ہے کہ ہم نے مسیح کی والدہ مریمؑ کو پہلے ہی بشارت دی تھی کہ مسیحؑ دنیا وآخرت میں وجاہت حاصل کرے گا۔ وہ (مسیح) سیاحت کرنے والا ہوگا اور چھوٹی عمر میں ہی دین وحکمت کی باتیں کریگا اور ادھیڑ عمر میں بھی تبلیغ کریگا اور لوگوں کو کلام الٰہی سنائے گا۔ جیسا فرمایا:

إِذْ قَالَتِ الْمَلآئِكَةُ يَا مَرْيَمُ إِنَّ اللّهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيهاً فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ .وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلاً وَمِنَ الصَّالِحِينَ ○

(آل عمران:46-47)

یعنی خدا کے فرشتوں نے مریم کو بشارت دی کہ اے مریم! اللہ تعالیٰ تجھے ایک کلمہ کی بشارت دیتا ہے جس کا نام سیاحت کرنے والا عیسیٰ بن مریم ہوگا۔ وہ دنیا اور آخرت میں وجاہت حاصل کریگا اور میرے مقرب بندوں میں سے ہوگا اور وہ لوگوں کو اوائل عمر میں بھی کلام سنائے گا اور ادھیڑ عمر میں بھی اور نیکوکاروں سے ہوگا۔

اس آیت سے مسیح کی زندگی کے دو (2) دور بیان کئے گئے ہیں ایک مَھد یعنی اوائل عمر کا اور دوسرا کَھل یعنی ادھیڑ عمر کا اور زندگی کے ان دونوں حصوں میں کلام سنانے سے مراد کلام الٰہی سنانا ہے نہ عام کلام جیسا بعض لوگ سمجھتے ہیں کیونکہ عام کلام تو سب لوگ ہی سنا سکتے ہیں پھر اس مسیح کی کیا خصوصیت تھی جسے خاص طور پر بیان کیا گیا ہے۔ نیز واضح رہے کہ الہامی نوشتوں میں کلام سے مراد ''کلام الٰہی'' ہوتا ہے۔ سو مَھد یعنی تیاری کے زمانہ میں حضرت مسیح نے فلسطین میں کلام الٰہی یعنی تورات سنائی اور رسالت ملنے پر فلسطین کے بنی اسرائیل کو بھی اپنا پیغام پہنچایا اور پھر ہجرت کرنے کے بعد مشرق میں گمشدہ آباد اسرائیلیوں

کو بھی بنفس نفیس اپنے پیغام اور کلام الٰہی سے آگاہ کیا، جہاں آپ کو خوش آمدید کہا گیا اور آپ کو عزت اور وجاہت حاصل ہوگئی اور اپنے مشن میں کامیابی بھی حاصل کی۔ جیسا آمَنَتْ بِهِ بَنُو إِسْرَائِيلَ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ (یونس:91) میں بھی خبر دی گئی ہے۔ سو دراصل اس آیت وَجِيْهاً فِي الدُّنْيَا میں آپ کی رسالت کی زندگی کا ذکر ہے جس کے مخاطب سب بنی اسرائیل تھے اور آپ کا صاحب وجاہت ہونا بیان کیا گیا اور صلیبی موت ازروئے بائیبل خلاف وجاہت ہے۔ چنانچہ بائیبل میں یسعیاہ باب 93 میں بھی مسیح کی بابت درازی عمر کی پیشگوئی کی تھی جس کا ذکر آگے آئے گا۔

قرآن میں آپ کا ’’مسیح‘‘ نام رکھنے میں بھی پیشگوئی تھی کہ وہ دنیا میں سیاحت کرے گا کیونکہ مسیح کے معنی ہیں ’’سیاحت کرنیوالا‘‘۔ حضرت جابرؓ کی حدیث کنزالعمال میں ہے کَانَ يَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ یعنی عیسیٰ ابن مریم سیاحت کیا کرتے تھے۔ اس لئے اسلامی لٹریچر میں آپ کو ’’امام السائحین‘‘ یعنی ’’سیاحت کرنے والوں کا امام‘‘ لقب دیا گیا ہے۔ اگر 33 سال کی عمر میں آپ آسمان پر اٹھالئے گئے تھے جیسا کہ لوگ سمجھتے ہیں تو پھر سوال یہ ہے کہ سیاحت کس زمانہ میں کی تھی اور ادھیڑ عمر میں کب لوگوں کو کلام الٰہی سنایا اور وجاہت کب حاصل کی؟ کیونکہ فلسطینی زندگی میں یہ تینوں باتیں آپ کو حاصل نہیں ہوئیں۔

حدیثوں میں مسیح کی سیاحت اور برفانی وادی میں پہنچ کر وفات پانے کا ذکر:

حدیثوں میں بھی مسیح کی خفیہ ہجرت، سیاحت اور ایک برفانی وادی میں پہنچنے کا ذکر موجود ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اَوْحَى اللّٰهُ اِلٰى عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اَنْ يَّعِيْسٰى اِنْتَقِلْ مِنْ مَكَانٍ اِلٰى مَكَانٍ لِاَنْ لَّا تُعْرَفَ فَتُوْذٰى (کنزالعمال ج2 صفحہ 34) یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کی طرف وحی بھیجی کہ اے عیسیٰؑ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو جا تا کہ تجھے کوئی پہچان نہ لے اور تکلیف نہ دے۔

ہم پیچھے بیان کر آئے ہیں کہ اس جگہ کو قرآن میں ’’ربوۃ ‘‘ بیان کر کے مسیح کی پناہ گاہ قرار دیا گیا جو وادئ کشمیر ہے ایک اور مقام پر کنزالعمال میں دیلمی اور ابن نجار نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے حضرت مسیح کے سفر اور ایک برفانی وادی میں پہنچنے کی روایت کی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے۔

’’حضرت عیسیٰ علیہ السلام سفر کیا کرتے تھے۔ جب شام پڑ جاتی تو جنگل کا ساگ پات کھا لیتے اور چشموں کا پانی پی لیتے اور مٹی کا تکیہ بنا لیتے۔ پھر فرماتے تھے کہ نہ میرا گھر ہے جس کے خراب ہونے کا اندیشہ ہو اور نہ کوئی اولاد جن کے مرنے کا غم ہو۔ کھانے کیلئے جنگل کا ساگ پات، پینے کیلئے چشموں کا

صاف پانی اورسونے کیلئے زمین کا بستر ہے اورانکے گم ہو جانے کا کوئی اندیشہ نہیں ہے۔ جب صبح ہوتی تو چل کھڑے ہوتے یہاں تک کہ سفر کرتے کرتے ایک وادی میں پہنچے جہاں ایک اندھا آدمی دیکھا جو ہل جل نہیں سکتا تھا۔ جذام نے اس کے بدن کو پھاڑ دیا ہوا تھا۔ اس کے اوپر آسمان تھا اوراسکے نیچے وادی اوراسکے دائیں بائیں برف اور سردی تھی۔ مگران تکالیف میں بھی وہ اللہ کا شکر کیا کرتا تھا۔ عیسیٰ ابن مریم نے اس سے پوچھا کہ ان حالات میں بھی تُو خدا کا شکر ادا کرتا ہے تو کس بات پر؟ اس نے جواب دیا اے عیسیٰ! میں اس لئے اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ میں اس زمانہ میں نہیں ہوا جب لوگ تجھے خدا کا بیٹا یا تین میں سے تیسرا بنائیں گے۔''

(کنزالعمال ج2 صفحہ 71)

اس حدیث میں جس برفانی وادی میں مسیح کے پہنچنے کا ذکر ہے وہ وادی کشمیر ہے اور وہاں برف بھی پڑتی ہے اور سردی بھی ہوتی ہے۔ دنیا بھر میں سب سے بلند برفانی چوٹی کوہ ہمالیہ کی مسلّم ہے۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ ہمالیہ دراصل حَمَّالِ یَخ تھا۔ یعنی ''برف سے لدھا ہوا پہاڑ'' جو کثرت استعمال سے حملا یا اور ہمالیہ کہلاتا ہے اور ذات قرار کے لغوی معنوں کے سلسلے میں گزر گیا ہے کہ وہ مقام ہے جہاں مسیح کو پناہ دی گئی۔

معلوم ہوتا ہے کہ اندھا اور جذامی آدمی آپ نے کشفاً اس وادی میں پہنچ کر دیکھا تا کہ آپ پر اس قوم کی حالت پہلے سے واضح کر دی جائے جس کی اصلاح کیلئے آپ وہاں تشریف لا رہے تھے۔ اس واقعہ کے کشفی ہونے کا یہ قوی قرینہ ہے کہ اس جذامی نے آپ کو امر غیب کی خبر دی۔ سو یہ ایک تمثیلی نظارہ تھا جس میں اس وادی میں رہنے والوں کی خراب حالت جذامی کی صورت میں آپ کو دکھائی گئی اور اس تمثیل کے ذریعہ آپ کو علم بھی دیا گیا کہ یہ قوم آپ پر ایمان لائے گی اور آپکو خدا کا شریک نہیں بنائے گی بلکہ آپکو خدا کا شریک بنانے والے کوئی اور لوگ ہونگے۔ جیسا اب ظاہر ہو گیا کہ وہ یورپین عیسائی اقوام ہیں جو آپ کو خدا کا بیٹا قرار دیتے ہیں۔

امّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے اپنی بیماری میں جس میں آپ وفات پا گئے فرمایا۔

''جبریل نے مجھے خبر دی ہے اِنَّ عِیسٰی ابنَ مَریَمَ عَاشَ عِشرِینَ وَ مِأَۃَ سَنَۃٍ (کنزالعمال وطبرانی بروایت فاطمۃ الزھرا جلد 6 صفحہ 60) کہ عیسیٰ ابن مریم ایک سو بیس برس زندہ رہے۔''

اسی طرح یہی روایت ابن عمر سے بھی مروی ہے۔(دیکھو کنزالعمال ج6 صفحہ 160)

اس حدیث کے مطابق حضرت عیسیٰ کی کل عمر 120 برس تھی جب وہ فوت ہو گئے۔بعض روایات میں ایک سوپچیس (125) برس کی عمر میں وفات کا ذکر بھی آیا ہے۔ان تصریحات سے آپ کا کشمیر جانا اور وہاں ایک سوبیس یا پچیس سال کی عمر میں وفات پانا ثابت ہے۔چنانچہ آج تک سرینگر کشمیر کے محلّہ انزمرہ میں آپ کی قبر موجود ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو مسیح کے کشمیر جانے اور وہاں وفات پانے کا علم بذریعہ وحی دیدیا تھا۔جیسا کہ مسیحؑ سے ہزار سال قبل حضرت داؤد علیہ السلام کو کشفی رنگ میں مسیح کی صلیب کا دردناک واقعہ، پھراس سے بچ کر کشمیر کی طرف ہجرت کرنا اور وہاں پناہ لینا دکھلایا دیا گیا تھا۔جیسا زبور داؤدؑ میں مذکور ہے جسے ہم بائیبل والے علیحدہ باب میں بیان کریں گے۔

☆☆☆☆☆

باب دوم

مشرقی لٹریچر میں حضرت مسیحؑ کے کشمیر جانے کا ذکر

حضرت عیسیٰ فلسطین سے نصیبین، نصیبین سے بغرض حج مکہ اور پھر عراق، عراق سے ایران اور گلگت، لداخ، نیپال، تبّت سے ہو کر کشمیر پہنچے اور ان ملکوں میں جہاں جہاں بنی اسرائیل آباد تھے ان تک خدا کا پیغام پہنچایا اور ان ملکوں کی قدیم تاریخوں اور آثار سے سفر مسیح کی تصدیق اور قرآنی تصریحات کی تائید ہوتی ہے کہ مسیح و مریمؑ کو ایک جنت نظیر وادی میں پناہ دی گئی تھی۔

یوز آسف کے نام سے مسیح کا سفر

ایران کی قدیم مذہبی تاریخی کتب میں یوز آسف کے نام سے مسیح کے سفر، دعویٰ نبوت اور کشمیر میں وفات کا ذکر ملتا ہے اور وادیٔ قمران سے برآمد شدہ آثار اور کشمیر کی تاریخوں سے اب ثابت ہو چکا ہے کہ یوز آسف مسیحؑ کا ہی ایک نام تھا۔

شیعہ فرقہ کی ایک کتاب ''اکمال الدین و تمام النعمت فی اثبات الغیبیة و کشف الحیرت'' جو شیخ سعید الصادق ابی جعفر محمد بن علی ابن حسین ابن موسیٰ ابن بابو یہ القمّی کی تصنیف ہے۔ مصنف تیسری اور چوتھی صدی میں گزرے ہیں۔ آپ کی وفات 381ھ مطابق 961ء خراسان میں ہوئی۔ یہ کتاب مغربی مستشرقین کے نزدیک بھی ایک قیمتی کتاب ہے۔ یہ کتاب سب سے پہلے سید السند پریس ایران میں آغا میر باقر علی نے چھپوائی۔ پروفیسر مولر آف ہائیڈل برگ یونیورسٹی نے اس کا ترجمہ جرمن زبان میں کیا۔ شیخ سعید الصادق نے اس کتاب میں یوز آسف کے متعلق بہت لمبی روایت درج کی جو کتاب کے صفحہ 317 سے 359 تک پھیلی ہوئی ہے۔ اس روایت میں ''بیج بونے والی کی وہ مشہور تمثیل'' بھی درج ہے جو حضرت مسیح علیہ السلام سے انجیلوں میں منسوب ہے۔ نیز جیسا کہ انجیل میں ایمانداروں کیلئے آسمانی بادشاہت کا ذکر ہے اس روایت میں بھی اسی طرح مذکور ہے۔ مصنف یوز آسف کے علاقہ سولابط☆ میں جانے کا ذکر بھی کرتا ہے۔ پھر یہ بھی ذکر کرتا ہے کہ یوز آسف البشریٰ نامی کتاب کی طرف لوگوں کو دعوت دیا کرتے تھے۔

☆ سولابط کا محل وقوع تحقیق طلب ہے۔

چنانچہ لکھا ہے:

''وَتقَدَّمَ یُوزاٰسف اَمَامَہٗ حَتّٰی بَلَغَ فَضَاء وَاسع فَرَفَعَ رَأسَہٗ فرء یٰ شَجرَۃً عَظِیمَۃً عَلٰی عَیۡنِ ماأَحۡسَنَ مَایَکُوۡنُ مِنَ الشَّجرِ وَ اَکۡثَرھَا غُصۡناً وَ اَحۡلاَھَا ثَمراً وَقَدۡ اِجۡتَمعَ اِلَیۡہِ الطَّیرِ مَالاَ یُعدّ کَثرَۃً فَسَرَّ بِذالِكَ المَنظِرِ وَ فَرِحَ بِہٖ وَ تَقَدَّ مَ اِلَیۡہِ حَتّٰی دَنٰی مِنۡہُ وَجَعَلَ یُعَبِّرُہٗ فِی نَفۡسِہٖ وَ یُفَسِّرَالشَّجرَۃَ بِالۡبُشۡرٰی الَّتِی دَعَا اِلَیۡھَا وَ عَیۡنَ الۡمَاءِ بِالۡحِکۡمَۃِ وَالۡعِلۡمِ وَالطَّیۡرَ بِالنَّاسِ الَّذِیۡنَ یَجۡتَمِعُوۡنَ اِلَیۡہِ وَیَقبَلُوۡنَ مِنۡہُ الدِّیۡنَ ''

(اکمال الدین صفحہ 358)

''یوز آسف نے اپنا سفر جاری رکھا یہاں تک کہ ایک وسیع فضا میں پہنچے۔اس نے اپنا چہرہ اٹھایا تو ایک بڑے درخت کو دیکھا جو پانی کے چشمہ پر تھا۔وہ درختوں میں سے کیا ہی خوبصورت درخت تھا اور اس کی شاخیں کثرت سے پھیلی ہوئی تھیں۔اس کے میوے سب سے زیادہ میٹھے تھے۔اس درخت پر بے شمار پرندے کثرت سے جمع ہو گئے تھے۔پس وہ یہ نظارہ دیکھ کر بڑا خوش ہوا اور اسے فرحت حاصل ہوئی۔وہ اسکی طرف آیا یہاں تک کہ اس کے نزدیک آ گیا۔اور وہ اسکی تعبیر کرنے لگا اور اس نے درخت کو اس ''بشریٰ'' سے تعبیر کیا جس کی طرف وہ لوگوں کو بلاتا تھا اور پانی کے چشمہ کی تعبیر اس نے علم وحکمت سے کی اور پرندوں کی تعبیر ان لوگوں سے کی جو اس کے پاس جمع ہو جاتے اور اس کا دین قبول کرتے تھے۔''

اس روایت سے ظاہر ہے کہ یوز آسف کا پانی کے چشمہ پر ایک خوش منظر درخت دیکھنا اور اس پر کثرت سے بے شمار پرندوں کو دیکھنا کوئی ظاہری نظارہ نہ تھا بلکہ دراصل ایک کشفی نظارہ تھا کیونکہ اگر یہ کوئی ظاہری نظارہ ہوتا تو وہ درخت کی تعبیر ''البشریٰ'' اور چشمہ کی تعبیر علم وحکمت سے اور پرندوں کی تعبیر اپنے مریدوں سے نہ کرتے جو بذریعہ ایمان روحانی پرواز کے قابل بننے والے تھے۔

قرآن مجید میں آیت کَھَیۡـئَۃِ الطَّیۡرِ میں مسیح کی بابت جو ذکر آتا ہے کہ مسیح نے کہا تھا کہ میں مردے زندہ کروں گا اور مٹی سے پرندوں کی مانند بناؤں گا جن میں پھوکوں گا تو وہ پرندوں کی مانند قابل پرواز بن جائیں گے۔اس کے معنی یہی تھے کہ مسیح بذریعہ ایمان لوگوں کو جو بوجہ کفر وجہالت کے مردہ ہو چکے ہونگے ،زندہ کردیگا۔یعنی انہیں روحانی زندگی دے گا اور وہ اس کے انفاخ قدسیہ کے ذریعہ پرندوں کی مانند روحانی پرواز کے قابل ہو جائیں گے۔سو قرآن کی یہ پیشگوئی مسیح کے مشرقی سفر کے دوران پوری ہوگئی ورنہ مسیح کو ''خالق طیور'' سمجھنا بالبداہت باطل ہے اور کوئی مؤحد مسلمان ایسا مشرکانہ عقیدہ نہیں رکھ

سکتا کہ مسیح پرندے پیدا کرتے تھے۔العیاذ باللہ!

نیز اس روایت سے ظاہر ہے کہ یوز آسف ''البشریٰ'' نامی کتاب کی طرف دعوت دیتے تھے۔اس عربی لفظ کا ترجمہ وہی ہے جو یونانی زبان میں ''انجیل'' کا ہے۔یعنی ''خوشخبری'' ☆اس کے یہ معنی ہیں کہ ''البشریٰ'' نامی کتاب یوز آسف کے ان الہامات کا مجموعہ تھی جو یوز آسف پر خدا کی طرف سے نازل ہوتے تھے اور البشریٰ اور انجیل ایک ہی کتاب ہے۔

سفر کشمیر اور وفات:

اس کے بعد مصنف نے ارض سولابط میں جانے کے بعد یوز آسف کے سفر کشمیر کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

" ثُمّ انتَقَلَ مِن اَرضِ سَولَابِطَ وَ سَارَ فِی بَلَادٍ مَدَائِنٍ کَثِیرَۃٍحَتّٰی اَتیٰ اَرضاً لَتُسَمّٰی قَشمِیرَ فَسَارَ فِیهَا وَ اَحیَافِیهَا وَمَکَثَ حَتّٰی اَتَاہُ الاَ جَلُ اِلٰی خُلع الجَسَدِ وَارتَفَعَ اِلَی النُّورِ وَ قَبلَ مَوتِہٖ دَعَا تِلمِیذاً لَہٗ اِسمُہٗ یا بَدُالَّذِی کَانَ یَخدُمُہٗ وَ یَقُومُ عَلَیہِ وَ کَانَ رَجُلاً کَامِلاً فِی الاُمُورِ کُلِّهَافَاوصٰی اِلَیہِ فَقَالَ لَہٗ قَددَنَا اِرتَفَاعِی عَنِ الدُّنیَا فَاحفَظُوابِفَرَائِضِکُم وَ لَا تَزِ یغُوا عَنِ الحَقّ وَ خُذُو ابا لنُّسُكِ ثُمَّ اَمَرَ یَابَدَاَن یَّبنِی لَہٗ مَکَاناً وَ بَسطَ هُوَ رِجلَیہِ وَ هَیَّاء رأسَہٗ اِلی الغَربِ وَوَجهَہٗ اِلَی الشَّرقِ ثُمَّ قَضٰی نَحبَہٗ۔" (اکمال الدین صفحہ 359)

پھر وہ (یوز آسف) ارض سولابط سے منتقل ہوئے اور بہت سے ملکوں اور شہروں کی سیر کرتے ہوئے اس سرزمین میں پہنچے جس کا نام قشمیر (کشمیر) ہے۔اس نے کشمیر میں سیر کی اور وہیں زندگی بسر کی۔یہاں تک کہ آپ پر اپنے جسم سے روح کے علیحدہ ہونے کا وقت آ گیا اور آپ نور کی طرف اٹھائے گئے اور اپنے مرنے سے پہلے آپ نے اپنے ایک شاگرد کو بلایا جس کا نام یابد تھا جو آپ کی خدمت اور حفاظت کرتا تھا اور وہ تمام امور میں کامل تھا۔اسے آپ نے وصیت کی اور کہا کہ میرا دنیا سے اٹھایا جانا قریب ہے۔پس تم اپنے فرائض کی حفاظت کرتے رہو اور حق سے اِدھر اُدھر نہ ہونا اور عبادات بجالاتے رہنا۔پھر اس نے یابد کو حکم دیا کہ وہ اس کا مقبرہ بنائے اور اس نے اپنے دونوں پیر پھیلا دیے اور اپنے سر کو مغرب کی طرف کیا اور اپنے منہ کو مشرق کی طرف اور وفات پائی۔اس پر اللہ کی رحمت ہو۔

اس روایت سے ظاہر ہے کہ حضرت یوز آسف سیر کرتے ہوئے کشمیر کی سرزمین میں پہنچے اور وہیں

☆ اردو ریفرنس بائیبل کے فٹ نوٹوں میں انجیل کا دوسرا نام ''خوشخبری'' ہی لکھا گیا ہے جس کا عربی ترجمہ ''البشریٰ'' ہی ہے۔ (ملاحظہ ہو رومیوں کا فٹ نوٹ باب 1 آیت 16) پس البشریٰ انجیل کا ہی دوسرا نام ہے جو عیسائیوں کو بھی مسلّم ہے۔

بقیہ زندگی گزار کر وفات پائی اور آپ کا مقبرہ بنایا گیا ☆ یہی بیان ایک اور اہم کتاب ''عین الحیات'' نامی میں بھی درج ہے۔اس کتاب میں ''یوز آسف کے واقعات کی تفصیل'' کے عنوان کے تحت یوز آسف کے سفر کشمیر اور وہاں وفات پانے کا ذکر کیا گیا ہے۔ (دیکھو عین الحیات جلد2 باب 2 صفحہ 177-178)

نصیبین میں حضرت مسیح و مریم کی آمد

محمد خاوند شاہ نے ''روضۃ الصفاء'' کے نام سے ایک ضخیم تاریخ فارسی زبان میں لکھی ہے اور یہ کتاب 1271 ہجری میں بمبئی میں طبع ہوئی ہے۔اس میں مصنف نے حضرت عیسیٰؑ کے حالات میں آپ کے دور دراز سفر کرتے رہنے کا ذکر کیا ہے۔''حضرت عیسیٰؑ کی مہاجرت'' کے عنوان کے تحت لکھا ہے کہ جب یہود نے آپکی نبوت کی تکذیب کی اور آپ کو وطن سے نکال دیا تو آپ سفر پر نکل پڑے۔آپکی والدہ مریمؑ آپ کے ہمراہ تھیں۔آپ نصیبین پہنچے۔مریمؑ کے علاوہ یعقوب، شمعون اور تھوما حواری اور بعض روایات کے مطابق حضرت مریمؑ کے چچا کے بیٹے یوسف بن ماثان بھی آپ کے ساتھ تھے۔نصیبین میں آپ نے سام بن نوحؑ کی قبر کی زیارت کی۔ یہاں کے کچھ لوگ آپ پر ایمان لائے۔بعض روایات میں ہے کہ نصیبین سے آپ نے بعض حواریوں کو روم، بعض کو انطاکیہ اور تھوما کو ہندوستان میں تبلیغ حق کیلئے بھیج دیا تھا۔جسے عیسائی ''تومارسول ہند'' لکھتے ہیں۔روضۃ الصفاء میں ایسے قصوں کو جو خلاف عقل و نقل ہیں چھوڑتے ہوئے ہم صرف تاریخی امور کو بیان کرتے ہیں۔مصنف لکھتا ہے

''آپ ہاتھ میں عصا لیے سفر کرتے رہتے تھے۔جہاں رات آئی وہاں رات گزارتے، زمین پر سو جاتے، پتھر کو سرہانہ بناتے، ساگ پات کھا گزارہ کرتے، پیدل چلتے اور دنیا اور عورتوں کی طرف مائل نہ ہوتے اور قناعت کی زندگی بسر کرتے تھے۔''

(دیکھئے روضۃ الصفاء (فارسی) صفحہ 132 تا 134 ملخصاً مطبوعہ بمبئی 1271ھ)

عیسائی لٹریچر میں لکھا ہے کہ سریانی کلیساؤں میں مشہور تھا کہ الرُّھا (نصیبین) کے بادشاہ اباجر معروف بہ اوخامانے مسیح کو واقعہ صلیب کے بعد خط لکھا تھا کہ یہودی آپ کو تکلیف دے رہے ہیں۔آپ میرے پاس آجائیں۔۞ اباجر کو ابہ گر، ابیگر اور ابیگرس بھی لکھتے ہیں اور تاریخیں بتلا رہی ہیں کہ آپ نصیبین

☆ اسرائیلیوں کی قبریں مشرق سے مغرب کی طرف ہوتی تھیں نہ کہ شمالاً جنوباً۔پس یوز آسف کا اسرائیلی ہونا اس سے بھی ثابت ہے کہ اس کا مقبرہ شرقاً غرباً بنا۔ ۞ ''عربستان میں مسیحیت'' از پادری سلطان محمد پال۔صفحہ 110 مطبوعہ ریلیجس بک سوسائٹی لاہور 1945ء۔

میں پہنچے اور جب تک حالات ساز گار رہے، یہاں قیام کیا۔ یہ بھی لکھا ہے کہ 50ء میں حضرت مسیحؑ کے حکم سے حواریوں کو اطراف عالم میں تبلیغ کیلئے بھیجا گیا☆ جس سے ظاہر ہے 50ء میں حضرت مسیحؑ زمین پر موجود تھے اور بنفس نفیس سلسلہء تبلیغ چلا رہے تھے۔

ارض عرب میں آمد اور حج بیت اللہ

نصیبین کے بعد حضرت مسیح کا حواریوں اور مریم سمیت ارض عرب میں آمد، حج کعبہ کرنے اور چشمۂ زمزم کے پاس مریمؑ کی موجودگی کا ذکر آتا ہے۔ چنانچہ متیب اب 4 آیت 24-25، مرقس اب 3 آیت 7، لوقا باب 6 آیت 17 میں ان عرب لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے جن کو مسیح نے اپنا کلام سنایا۔ لوگوں کی ایک بھیڑ ان کے پیچھے چلتی تھی۔ ان میں اہلِ اُدوم اور اردن سے پار کے علاقہ کا ذکر آیا ہے جہاں کثرت سے عرب لوگ آباد تھے۔

پولس رسول اپنے خط گلتیوں باب 1 آیت 12 تا 17 میں لکھتا ہے کہ میں مسیح کی صداقت پر مشتمل مکاشفہ کے بعد یوروشلم نہیں گیا بلکہ سیدھے عرب چلا گیا۔ اس جگہ ہر ذہن میں یہ سوال پیدا ہوگا کہ وہ فوراً سیدھے عرب کیوں چلا گیا؟ صاف ظاہر ہے کہ ان ایام میں حضرت مسیحؑ خفیہ سفر کر کے عرب پہنچ چکے تھے اسلئے وہاں جا کر آپ سے ملاقات کی اور پھر واپس دمشق آیا۔

''عربستان میں مسیحیت'' نامی کتاب میں مذکور ہے کہ مکہ کے قریب مسجد مریم نامی ایک جگہ کا نام تھا۔ (صفحہ 130) زمانہء نبوی میں کعبہ میں مسیح کی تصویر کا آویزاں ہونا مشہور ہے اور امیہ بن ابی الصلت ایک قصیدہ درج کیا گیا ہے جس میں مریم کے متعلق ایک یہ شعر بھی ہے۔

وَلَطَّتْ حِجَابَ الْبَيْتِ مِنْ دُوْنِ اَهْلِهَا
تَغَيَّبُ عَنْهُمْ فِيْ صَحَارِيِّ رِمْرِمِ

(صفحہ 364)

یعنی حضرت مریم نے گھر کے پردے اسکے لوگوں سے لپیٹ دیے اور ان سے صحرائے رمرم میں غائب ہوگئیں۔ (رمرم بجائے زمزم سہواً کتابت لکھا گیا معلوم ہوتا ہے)

عیسائی مصنف نے اسلام سے قبل کے عرب مسیحیوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مسیحی شعراء میں کعبہ کی بڑی عزت تھی اور وہ صلیب کے ساتھ کعبہ کی بھی قسم کھاتے تھے اور کہتے تھے وَرَبّ

☆ ''عربستان میں مسیحیت'' از پادری سلطان محمد پال۔ صفحہ 110 مطبوعہ ریلیجس بک سوسائٹی لاہور 1945ء

مکۃ والصلیب یعنی ربِّ مکہ اور صلیب کی قسم (صفحہ 130) ان مسیحی روایات سے بھی عرب اور مکہ میں مسیح و مریم کی آمد اور حج کرنے کی تائید ہوتی ہے۔

مسیحی روایات کی مزید تائید مسلم لٹریچر سے ہو جاتی ہے۔ اصول کافی میں امام ابوعبداللہ سے مروی ہے کہ حضرت موسیٰؑ حضرت ادریسؑ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سب نے کعبہ کا حج کیا اور یہاں حاضری دے کر لبیک (یعنی اے خدا میں حاضر ہوں) کہا۔ (کتاب الحج باب حج الانبیاء صفحہ 427 مطبوعہ نول کشور لکھنؤ) اسلامی تاریخ کی کتاب ''اخبار مکہ'' میں ہے کہ حضرت مسیح نے کعبہ کا حج کیا اور حواریوں نے بھی حج کیا۔ حواری پابرہنہ ارضِ حرم میں داخل ہوئے۔ (اخبار مکہ صفحہ 35)

مُلّا باقر مجلسی نے بحار الانوار میں امام ابی عبداللہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام روحا کے میدان سے گزرے اور انہوں نے یہاں لَبَّیْكَ عَبْدُكَ وَ ابْنَ اَمَتِكَ لَبَّیْكَ کہی (جلد 5 صفحہ 328) یعنی اے اللہ! میں تیرے دربار میں حاضر ہوں۔

تورات میں حضرت موسیٰؑ کے حج کرنے کی طرف بھی اشارہ آیا ہے۔ (دیکھو خروج باب 10 آیت 9) اور اسلامی روایات میں بھی انبیاء کے حج کا ذکر آیا ہے تو ضروری تھا کہ حضرت مسیح بھی کعبہ کا حج کرتے کیونکہ کعبہ کی زیارت اور اس کی تقدیس کرنا نہ صرف عہد اسلام سے رائج ہوا بلکہ حضرت ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کے عہد سے ذریت ابراہیم میں رائج چلا آ رہا تھا۔

احمد نبی کی بشارت

اسلامی لٹریچر سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیحؑ نے اسی سفر کے دوران اپنے بعد ایک عظیم الشان نبی کی بعثت کی بھی بشارت دی تھی اور بتلایا تھا کہ اس کا نام احمد ہوگا اور دوسرا نام محمد بھی ہوگا اور وحی الٰہی میں جو آپ پر نازل ہوئی آپ کو حکم ملا کہ ''تو لوگوں کو خبر دے دے کہ جب وہ نبی آجائے تو اس پر ایمان لائیں۔ جو اس کی اطاعت کریگا وہ میری اطاعت کریگا اور جو اسکی نافرمانی کریگا وہ میری نافرمانی کریگا۔☆

اناجیل میں ہے کہ حضرت مسیح نے متعدد بار اپنے بعد ''دوسرا مددگار'' ''روح القدس ثانی'' یا ''تسلی دہندہ'' (یونانی میں فارقلیط) کے آنے کی بشارت دی (دیکھو یوحنا باب 14 آیت 26 باب 16 آیت 7-8) ان الفاظ سے آپ نے دراصل اپنے بعد اسی احمد نبی کے آنے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ انجیل برناباس میں جسے عیسائی معتبر نہیں جانتے، احمد کے نام سے بھی حضرت مسیح کی اس بشارت کا ذکر پایا جاتا ہے۔ (دیکھو انجیل برناباس باب 63 آیت 180)

☆ حیات القلوب جلد از ملّا باقر مجلسی در بیان احوال عیسیٰ مطبوعہ ایران و بحار الانوار جلد 5 صفحہ 340

عراق میں مسیح و مریم کی آمد

عراق وایران کی کتب اور تاریخوں سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت مسیح عراق میں پہنچے اور وہاں سے آگے گزرے۔ چنانچہ تفسیر قمی، تفسیر عمدۃ البیان، اکمال الدین اور دیگر تفاسیر میں آیت وَاٰوَیْنَاهُمَا إِلَى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَمَعِيْنٍ (مومنون: 51) کی تفسیر میں لکھا ہے کہ مسیح و مریم کو کربلا کی سرزمین عراق میں پناہ دی گئی۔ اس تفسیر سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح و مریم کچھ عرصہ ضرور یہاں ٹھہرے۔ بعض روایات میں ہے کہ مَرَّ بِاَرْضِ كَرْ بَلاَ مَعَ الْحَوَارِيُّوْنَ ☆ یعنی مسیح ارض کربلا سے حواریوں سمیت گزرے۔ مَرَّ کا لفظ دال ہے کہ یہاں مستقل قیام نہیں کیا تھا بلکہ یہاں سے گزر کر اگلے سفر پر روانہ ہوئے تھے۔

بحارالانوار میں ملّا باقر مجلسی نے روایت لکھی ہے کہ عراق میں اس جگہ جہاں بعد میں مسجد براثا بن گئی ایک عیسائی معبد تھا۔ اس میں جو عیسائی راہب رہتا تھا اس نے جب برضا و رغبت اسلام قبول کر لیا تو حضرت علیؓ نے اس سے پوچھا کہ اس معبد میں کس نے نماز پڑھی تھی تو اس نے کہا کہ حضرت عیسیٰ اور اسکی ماں نے نماز پڑھی تھی۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی نماز پڑھی تھی۔

(بحارالانوار جلد 5 صفحہ 330-331 مطبوعہ طہران)

بعض مفسرین لکھتے ہیں کہ ارض عراق میں حضرت مسیح و مریم اور آپ کے حواریوں نے بارہ سال گزارے۔ حضرت مریم کے چچا کا بیٹا یوسف بن ماثان بھی ہمراہ تھا۔ حضرت مریمؑ نے سوت کات کر مع عیسیٰ گزارہ کیا۔ ۞ جیسا حدیث میں آتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی معاش اپنی ماں کی کتائی پر تھی۔ پطرس کا پہلا خط جو انجیل میں شامل ہے، بتلاتا ہے کہ پطرس اور مرقس دونوں حضرت مسیح کے ساتھ بابل (عراق) میں موجود تھے اور اس خط میں لکھا ہے کہ ایک معزز خاتون اپنی دعائیں اور برکات مغرب کی طرف رہنے والے عیسائیوں کو بھیجتی ہیں۔ (1-پطرس باب 5 آیت 13-14)

عیسائیوں سے عام طور پر مسلّم ہے کہ "عورت" سے علامتی طور پر مریم مراد ہوتی ہے۔ (دیکھو دی بک آف میری صفحہ 133) پس پطرس کے خط میں جس معزز خاتون کا ذکر ہے وہ حضرت مریمؑ والدہ مسیحؑ تھیں جو کہ بابل (عراق) میں مسیح کے ساتھ موجود تھیں۔ عیسائی مؤرخین لکھتے ہیں کہ کلدانی یعنی عراقی مؤرخین نے بالاتفاق لکھا ہے کہ عراق، رشور اور بابل میں تھوما اور برتلمائی حواریوں نے تبلیغ کی۔ ۞

☆ بحارالانوار جلد 13 صفحہ 155 ۞ تفسیر منہج الصادقین۔ کاشانی زیر آیت ''ربوہ'' مومنون

۞ عربستان میں مسیحیت صفحہ 93-94

اس سے صحیح طور پر یوں سمجھ لینا چاہئے کہ تھوما اور برتلمائی حواری دونوں حضرت مسیح کے ہمراہ تھے کیونکہ حزقیل باب 34 جس کا حوالہ پیچھے گزر گیا، کے علاوہ اعمال باب 26 آیت 23 کے مطابق بھی غیر قوموں یا منتشر بنی اسرائیل تک پیغام پہنچانا خود مسیح کیلئے بھی ضروری تھا کہ وہ زندہ ہوکر اس امت کو اور غیر قوموں کو بھی (غیر قوموں میں منتشر بنی اسرائیل کو بھی) نُور کا اشتہار دیگا۔(اعمال باب 26 آیت 23) اور جدید عیسائی محققین اور بائیبل کے بعض مفسرین کے مطابق خود حضرت مسیح بنفس نفیس واقعہ صلیب کے بعد مشرق سے ظاہر ہوئے تھے۔ تفصیل آگے آتی ہے۔

فارس میں مسیح کی آمد اور اعلانِ نبوت

عراق کے بعد فارس میں حضرت مسیح کی تشریف آوری اور اعلان نبوت کرنے کا ذکر ملتا ہے۔ نکولس نوٹووچ (روسی سیاح) نے مسیح کے فاس (ایران) میں وعظ و تبلیغ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ فارس میں وعظ اور اعلان نبوت کے بعد مسیح گرفتار کر کے زرتشتی مذہب کے بڑے پیشوا کے پاس لائے گئے تو انہوں نے آپ سے کہا کہ اے بدقسمت آدمی! کیا تجھے معلوم نہیں کہ ایک زردشت ہی کو پاک الہام کا فخر حاصل ہوا اسکے بعد کسی اور کو یہ فخر نہیں مل سکتا۔ پس تم کون ہو کہ خدا کے الہام کی توہین کرتے ہو اور مومنین کے دلوں میں شکوک وشبہات پیدا کرتے ہو؟ مسیح نے انکو جواب دیا۔ میں کسی نئے خدا کی طرف دعوت نہیں دیتا۔ میں اسی آسمانی باپ کا اپدیش کرتا ہوں جس نے زردشت پر الہام کیا تھا اور وہ ازلی ابدی ہے۔ پہلے بھی کلام کرتا تھا اب بھی اپنے بندوں سے کلام کرتا ہے۔ لوگ معصوم بچوں کی مثال ہیں جو اپنی عقل کے زور سے خدا کو جان نہیں سکتے اور نہ اسکی خدائی اور اسکی عظمت کو جان سکتے ہیں۔ جیسے نوزائیدہ بچہ اندھیرے میں اپنی ماں کے پستانوں کو ڈھونڈ لیتا ہے ویسے ہیں تمہارے ملک کے لوگوں نے غلط مذہبی روایات و بدعات کی تاریکی میں اپنے شعور سے اس خدا کو پہچان لیا ہے جس کا میں پیغمبر ہوں اور اسے اپنا باپ مان لیا ہے۔ ازلی خدا نے میری معرفت تمہارے لوگوں کو حکم دیا ہے کہ ”تم سورج کی پرستش مت کرو کیونکہ وہ اس دنیا کا صرف ایک حصہ ہے جسے میں نے انسان کیلئے پیدا کیا ہے۔ سورج تم کو کام کرنے کے وقت طاقت دینے کیلئے طلوع ہوتا ہے اور آرام دینے کیلئے غروب ہوتا ہے اور یہ کارروائی میرے حکم سے (خدا کے حکم سے) ہوتی ہے۔ جو کچھ تمہارے پاس ہے اور تمہارے چاروں طرف یا تمہارے اوپر یا نیچے موجود ہے یہ سب کچھ میرے ہی طفیل ہے۔“

زرتشتی پجاریوں نے اس پر اعتراض کیا کہ اگر سچے ہادی نہ ہوں تو لوگ کیسے انصاف کے اصولوں پر چل سکتے ہیں۔ عیسیٰ نے جواب دیا جب سچے ہادی نہیں ہوتے تو قدرتی قوانین لوگوں کی رہنمائی کرتے

ہیں اور اس سے لوگوں کی روح مطمئن رہتی ہے۔ان کا آتما پر میشور☆ کے ساتھ رہتا ہے اور جب کبھی وہ پر میشور سے دعا مانگنا چاہتے ہیں تو وہ بت یا حیوان یا آگ کے واسطہ کے محتاج نہیں ہوتے بلکہ براہ راست خدا ان کی دعائیں سن لیتا ہے۔

تم انسان کیلئے سورج کی پرستش لازمی بتلاتے ہو اور اسے نیکی اور بدی کی روح مانتے ہو مگر یہ مسئلہ تمہارا جھوٹا ہے کیونکہ سورج اپنے آپ کچھ نہیں کرتا۔ وہ صرف اس بے شکل خدا کی مرضی کے مطابق چلتا ہے جس نے اسے پیدا کیا۔ جس کی مرضی یہ ہے کہ سورج دن میں روشنی دے دے اور انسان کو محنت کے قابل بنا دے اور انکی فصلوں اور پیداوار کو پکائے۔ تمام جانداروں کی روح، روحِ ابدی ہے۔تم بڑا گناہ کرتے ہو کہ اسکو نیکی و بدی کی روح بتلاتے ہو حالانکہ خدا محض نیکی ہے جو مثل باپ کے اپنے بچوں کی محض نیکی چاہتا ہے اور کرتا ہے اور انکی خطاؤں کو معاف کرتا ہے۔

بدی کی روح زمین پر ان لوگوں کے دلوں میں رہتی جو خدا کے بچوں کو راہ راست سے ہٹاتے ہیں اسلئے میں صاف کہتا ہوں کہ خدا سے ڈرو۔ قیامت کے جواب سے ڈرو کیونکہ خدا ان لوگوں کو سخت سزا دے گا جنہوں نے اس کے بچوں کو راہ راست سے ہٹایا اور ان کے دلوں میں توہمات اور تعصب سے بھر دیا نیز ان لوگوں کو سزا دے گا جنہوں نے آنکھوں والوں کو اندھا کیا، بھلے چنگوں کو بگاڑا اور انکی پرستش سکھلا دی جن کو خدا نے انسانوں کی بھلائی اور انکے کارآمد ہونے کیلئے انکے تابع کر دیا تھا۔ پس تمہارا مسئلہ تمہاری غلطیوں کا نتیجہ ہے کیونکہ سچے خدا کو ملنے کی خواہش سے تم نے اپنے لئے جھوٹے دیوتا گھڑ لیے ہیں۔

مسیح کی تقریر سن کر پجاریوں نے فیصلہ کیا کہ اسے کوئی تکلیف نہ دی جائے مگر رات کے وقت جب کہ تمام شہر سویا ہوا تھا اسے شہر کی چار دیواری سے پکڑ کر باہر ویرانہ میں چھوڑ آئے۔اس خیال سے کہ اسے جلدی جنگلی درندے کھا جائیں گے لیکن خدا کے فضل سے عیسیٰؑ نے بلا کسی ہرج مرج کے اپنا راستہ پکڑا اور کسی اگلے ملک کی طرف روانہ ہوئے۔ ۞

قدیم یونانی تاریخیں بتلاتی ہیں کہ یوزآسف درویشوں کی ایک جماعت کے پیشوا مانے جاتے تھے۔ چنانچہ حمداللہ متوفی (المتوفی 730ھ) نے ''تاریخ گزیدہ'' نامی (فارسی) میں طہمورث بن ہوشنگ کا ذکر کرتے ہوئے ملک فارس میں دس سالہ قحط شدید کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس بادشاہ نے روزہ رکھنے کی وہ رسم جاری کی جو بوذآسف (یوزآسف) نے جاری کی تھی۔

☆ کتاب کا ترجمہ ایک ہندو نے کیا ہے اسلئے خدا کا نام وہ پرمیشور لکھتا ہے کیونکہ ہندوؤں میں خدا کا اکثر یہی نام رائج ہے۔ ۞ ''یسوع کی نامعلوم زندگی کے حالات'' از صفحہ 46 تا صفحہ 81

بوزآسف (یوزآسف) درویشوں کی ایک جماعت کے پیشوا تھے۔ یہ جماعت دن کو کماتی اور روزہ رکھتی تھی اور رات کو سدّ رمق کے طور پر کچھ نہ کچھ کھا لیتی تھی۔ ان کا نام تورات میں لکھا ہوا ہے۔ انہیں کلدانیاں کہتے ہیں۔ (غالبًا اسلئے کہ آپ کالدیا (عراق) کے علاقہ سے ادھر آئے تھے) طہمورث بن ہوشنگ نے قحط کے دوران قحط کی شدت کم کرنے کیلئے اسی سنت کو جاری کرنے اور اس جماعت کی متابعت کرنے کا حکم دیا اس وقت سے روزہ رکھنے کی سنت چل پڑی ہے۔ یعنی جب قحط پڑتا ہے تو ایک وقت کھا کر دوسرے وقت کا کھانا سدرمق کے قدر رکھا کر غرباء کو دے دیا جاتا ہے اور شیخ سعدی نے بھی اسکی تائید کی ہے۔☆

اس حوالہ سے معلوم ہوا کہ یوزآسف اور اسکی جماعت کا تعلق تورات موسوی سے تھا جس سے مبرین ہوگیا کہ یوزآسف حضرت مسیح ہی کا دوسرا نام تھا کیونکہ انہی کا نام ''آسف'' بطور پیشگوئی تورات میں اور ''مسیح'' نام تورات وانا جیل دونوں میں بصراحت مذکور ہے اور یوزآسف دراصل ''یسوع آسف'' کا مخفف ہے۔ چونکہ یوزآسف یا مسیح عراق سے ادھر آئے تھے جہاں صائبین کثرت سے رہتے تھے۔ اسلئے ایران میں آپ کے مخالفین نے آپکو اور آپ کی جماعت کو ''صائبین'' کہنا بھی شروع کر دیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ بعض مسلم مؤرخین نے ایران میں یوزآسف کی آمد کے ساتھ ان سے صائبین سے مشابہ عقائد منسوب کر دیئے ہیں مگر ساتھ ہی یہ بھی لکھتے ہیں کہ ہم دوسروں سے یہ نقل کر رہے ہیں اس کے صحیح ہونے کے ہم ذمہ دار نہیں۔

(دیکھو کامل ابن اثیر جلد 2)

افغانستان میں مسیح کی آمد

پھر ہمیں افغانستان میں حضرت عیسیٰؑ کی تشریف آوری کا پتا چلتا ہے۔ اس ملک کے غزنی اور جلال آباد میں اب بھی ایسے چبوترے پائے جاتے ہیں جو ''یوزآسف کے چبوترے'' کہلاتے ہیں۔ اور لوگ انہیں ''شہزادہ نبی کے چبوترے'' بھی کہتے ہیں۔ شہزادہ نبی بائیبل کی رو سے حضرت مسیح اسرائیلی تھے جو بوجہ داؤد بادشاہ کے خاندان سے ہونے کے شہزادہ نبی کہلاتے تھے اور کتاب ''یوزآسف'' اور تاریخ کشمیر میں بھی

☆''تاریخ گزیدہ'' صفحہ 85 (فارسی) مطبوعہ 1328ھ/1910ء لندن۔ بعض فارسی مؤرخین کے مطابق روایت ہے کہ یوزآسف مغرب کی طرف سے اس (ایران) میں آئے جو تبلیغ کرتے تھے اور کئی لوگ انکو مانتے تھے بلکہ یوزآسف کی باتیں ایرانی ادبیات میں شامل کی گئی ہیں۔ آپ تمثیلوں میں خدا کا کلام کرتے تھے جو عیسیٰ کے تمثیلی کلام سے مشابہ تھیں۔ (احوال اہالیان فارس صفحہ 219 از آغا مصطفیٰ)

آپ کوشہزادہ نبی کہا گیا ہے۔ "چبوتروں" کا یوز آسف کے نام سے مشہور ہونے سے پتا چلتا ہے کہ آپ نے ان مقامات پر وعظ کیا یا کچھ کچھ عرصہ قیام کر کے اہل افغان تک خدا کا پیغام پہنچایا ہوگا کیونکہ مؤرخین بالاتفاق انہیں بنی اسرائیل لکھتے ہیں اور خود افغانوں کا دعویٰ بھی یہی ہے بلکہ برطانوی عہد میں جب ہندوؤں اور انگریزوں نے پٹھانوں کو اپنے ساتھ ملانے کیلئے آریہ ثابت کرنے کی کوشش کی تھی تو افغانی اور پٹھان مؤرخین نے کھل کر اسکی تردید کردی اور واضح کیا کہ وہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد سے یعنی بنی اسرائیل سے ہیں۔عیسائی لٹریچر سے پتہ چلتا ہے کہ توما حواری ارض قندھار و کابل میں بھی گئے اور پھر ٹیکسلا میں آکر جنوبی ہند (مدراس) میں چلے گئے جہاں وہ تبلیغ کرتے ہوئے کافروں کے ہاتھ سے شہید ہوگئے۔

(دیکھو کلیسائے ہند کی تاریخیں جو عیسائیوں نے شائع کرائی ہیں)

مسیح وتھوما حواری کی ٹیکسلا میں آمد

پادری برکت اللہ ایم۔اے نے ''تاریخ کلیسائے ہند'' اور دیگر عیسائی مؤرخین نے تھوما حواری کے ٹیکسلا میں آمد اور وہاں مسیح کی ان سے ملاقات کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ٹیکسلا کے حکمران گونڈوفرس (عہد حکومت 19 تا 50ء) نے حبّان نامی ایک شخص کو نصیبین کے بادشاہ کے پاس اس غرض سے بھیجا کہ وہ کسی ایسے معمار کو بھیج دے جو ٹیکسلا میں روم کے محلات کی طرز پر ایک محل تیار کردے جب وہ نصیبین کے بادشاہ کے پاس یہ عرضداشت لے کر پہنچا اس وقت مسیح نے توما کو حبّان کے ساتھ بھیجا تاکہ وہ ٹیکسلا میں بادشاہ کا محل تیار کرے۔ (مگر اس جگہ صحیح بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ جب مسیح اس وقت بادشاہ کے کسی عارضہ کا علاج کر رہے تھے اور بعض روایات کے مطابق تبلیغ کر رہے تھے تو مسیح نے تھوما کو حبّان کے ساتھ بھیجنے کی سفارش کی ہوگی اور بادشاہ نے اسے منظور کیا ہوگا۔جس پر حبّان تھوما کو اپنے ساتھ ٹیکسلا میں لایا اور اس نے چھ ماہ میں محل بنایا)

پھر عیسائی مؤرخین لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ تھوما حواری گنڈوفارس کی مملکت میں قیام رکھتے تھے تو حضرت مسیح انکے پاس آئے اور انہیں مشرقی جانب تبلیغ کی غرض سے روانہ کیا اور انہیں برکت کی دعا بھی دی اس جگہ عیسائی مؤرخین یہ تاثر بھی دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ مسیح کی یہ ملاقات تھوما حواری سے کشفی تھی۔ بوجہ اسکے کہ عیسیٰؑ کو غلطی سے آسمان پر سمجھتے ہیں۔مگر اب جبکہ مسیح کے آسمان پر جانے کی انجیلی آیات خود عیسائی محققین کی تحقیق کے مطابق بعد کی ملاوٹ ثابت ہو چکے ہیں اور یہ بھی لکھا ہے کہ مسیح خود مشرق سے ظاہر ہوئے تھے۔جیسا تفصیل سے اگلے باب میں آتا ہے تو پھر اس ملاقات کو کشفی ماننے کی ضرورت ہی

نہیں بلکہ واقعہ یہ ہے کہ خود مسیحؑ بنفس نفیس مشرق کے گمشدہ اسرائیلی قبائل میں تبلیغی مشن کو پورا کر رہے تھے اور تھوما سے انکی ملاقات بیداری میں ظاہری ملاقات تھی اسلئے آپ کے حکم کے مطابق تھوما جنوبی ہند مدراس کی طرف چلے گئے تھے۔ عیسائی تاریخوں اور روایات سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ ٹیکسلا میں مسیح و تھوما حواری نے حبّان کے بھائی جاد کے بیٹے کی شادی کی تقریب میں بھی شرکت کی تھی۔☆

حبّان کی بابت بتایا جاتا ہے کہ گونڈوفرس (راجہ ٹیکسلا) کا بھتیجا تھا۔ پروفیسر ای۔ جے ریپسن (E.J. RAPSON) نے اپنی کتاب ''انیشنٹ انڈیا'' کے صفحہ 174 پر لکھا ہے کہ گونڈوفرس شمال مغربی ہندوستان پر 21ء سے 50ء تک حکمران تھا جس میں پارتھین اور ساکا کی پرانی حکومتیں شامل تھیں۔

تاریخوں سے پتا چلتا ہے کہ 60ء میں ہندوکش کی پہاڑیوں سے کشن (KUSHAN۔کُشان) نامی قبیلہ نے ہندوستان پر حملہ کیا تھا تو ہوسکتا ہے کہ اس حملہ کے وقت تھوما و مسیحؑ نے ہندوستان میں پناہ لی ہو یا حضرت مسیح کشمیر چلے گئے ہوں۔ مسیحؑ کی ہدایت پر تھوما حواری کے ٹیکسلا میں آمد کا ذکر سر جان مارشل نے اپنی کتاب ''ٹیکسلا'' میں بھی کیا ہے جو ہندوستان میں آثار قدیمہ کے ڈائریکٹر جنرل بھی تھے۔ انہی کی نگرانی میں ٹیکسلا کے آثار قدیمہ کی کھدائی ہوئی تھی۔ انکی کتاب مذکور آکسفورڈ یونیورسٹی لندن کی طرف سے 1951ء میں شائع ہوئی تھی۔

سر جان مارشل نے آرامی زبان کے کتبے بھی ٹیکسلا سے برآمد کئے تھے جو سابق جلاوطن یہودیوں اور خود مسیح و تھوما کی بھی اصل زبان تھی اور ایسے کتبے افغانستان، ہزارہ وغیرہ کے قدیم آثار سے بھی ملے ہیں جن سے پتا چلتا ہے کہ مسیح سے قبل جلاوطن یہودیوں کی آرامی زبان یہاں بولی اور لکھی جاتی تھی مؤرخین نے لکھا ہے کہ قریباً آٹھ نو سو سال آرامی زبان شمال مغربی ہند کے علاقوں میں لکھی اور بولی جاتی رہی ہے۔ شام اور ہندوستان کی تجارت کا سلسلہ بھی جاری تھا۔

دوسری صدی مسیحی میں سکندریہ کا مشہور عیسائی فلاسفر اور فاضل ''پن ٹی نس'' جب ہندوستان آیا تو اسکی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب اس نے یہ دیکھا کہ یہاں یہودی النسل مسیحیوں کے پاس متی حواری کی انجیل موجود ہے۔ ۞

حضرت مسیح کی ہندوستان میں آمد اور انکے حالات کا ذکر ہم اپنے موقعہ پر علیحدہ باب میں کریں گے۔ اس جگہ پہلے مناسب ہوگا کہ ہم بائیبل کی رو سے حضرت مسیح کے مشرق اور کشمیر میں پناہ لینے کے ذکر پر روشنی ڈالیں۔

☆ تاریخ کلیسیائے ہند از پادری برکت اللہ

۞ The Apostle Thomas India.p 46.

باب سوئم

بائیبل میں مسیحؑ کے کشمیر جیسے جنت نظیر علاقہ میں پناہ لینے کا ذکر

عیسائی اور یہودیوں کی کتاب مقدس بائیبل سے بھی جس میں تورات وانا جیل شامل ہیں قرآنی بیانات کی تائید ہوتی ہے کہ حضرت مسیح نے ایک دور دراز جنت نظیر پہاڑی علاقہ میں پناہ لی تھی۔ کتاب مقدس میں حضرت مسیحؑ سے قبل قدیم نوشتوں کا جو حصہ ہے اس میں صراحتہً وکنایتہً یسعیاہؑ، حضرت داوٗدؑ، حضرت سلیمانؑ وحضرت حزقیلؑ وغیرہ نبیوں کی پیشگویاں موجود ہیں جنہیں عیسائی متعلق بامسیح قرار دیتے ہیں اور ریفرنس بائیبل میں فٹ نوٹ دیے گئے ہیں کہ یہ پیشگوئیاں کنایتہً متعلق بامسیح ہیں۔

حزقیل باب 37 آیت 1 تا 15 میں حزقیل نبی کی ایک مفصل رویاء کا ذکر ہے جس میں وہ کہتے ہیں کہ میں ایک وادی میں اتارا گیا جو ہڈیوں سے پُر تھی۔ ان میں مردے اور مقتول بھی تھے، مجھے خدا نے کہا کہ ان پر نبوت کر۔ میں نے ان پر نبوت کی تو وہ ہڈیاں اور مردے زندہ ہوگئے۔ تب خدا نے مجھے کہا کہ یہ ہڈیاں اور مردے تمام بنی اسرائیل ہیں۔ (جو غیر قوموں میں ہیں)

اس رویاء کو عیسائیوں نے متعلق بامسیح قرار دیا ہے۔ اگر یہ درست ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ حضرت مسیح کے بارے میں حزقیل نبی نے پیشگوئی کی تھی کہ اس کے ذریعہ وہ بنی اسرائیل جو روحانی لحاظ سے مردہ ہو چکے ہونگے دوبارہ ایمان کے ذریعہ زندگی حاصل کریں گے۔ اس پیشگوئی میں بیان کیا گیا ہے کہ وہ منتشر بنی اسرائیل تھے جو حزقیل نبی کو رویاء میں دکھائے گئے تھے۔ سو یہ پیشگوئی حضرت مسیحؑ نے بنفسِ نفیس ☆ پوری کی جب وہ مشرق میں ہجرت کر کے بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں میں جو ایمان کے لحاظ سے مردہ ہو چکے تھے آئے اور انہیں نبوت کا پیغام دیا اور انہیں اپنے انفاخ قدسیہ سے روحانی زندگی بخشی۔ اگر ایسا نہ ہو تو یہ پیشگوئی جھوٹی قرار پاتی ہے۔

مسیح ایک دور دراز علاقہ میں صاحبِ اولاد ہوگا:

ایک اور اہم پیشگوئی یسعیاہ نبی کی ہے اسے بھی عیسائی حضرت مسیح سے متعلق قرار دیتے ہیں۔ اس میں یہ پیشگوئی تھی کہ مسیح اپنی جان کی سخت مصیبت دیکھے گا مگر وہ مرے گا نہیں بلکہ ذلت کی موت سے بچ کر

☆ مسیح کا کھوئی ہوئی بھیڑوں کی طرف بنفس نفیس آنا از روئے پیشگوئی ضروری تھا۔ (حزقیل باب 34 آیت 11)

ایک دور دراز علاقہ میں چلا جائیگا۔ جہاں وہ صاحبِ اولاد ہوگا، وہ اپنی نسل دیکھے گا، اس کی عمر لمبی ہوگی اگرچہ شریروں میں اسکی قبر بنائی جائیگی مگر وہ اس قبر سے اٹھ کر ایسے ملک میں چلا جائیگا جہاں نیک لوگوں میں اسکی قبر ہوگی۔

ہم اس پیشگوئی کے ان الفاظ کا ترجمہ یہاں نقل کرتے ہیں جو انگریزی بائیبل 1611ء میں دئے گئے ہیں۔ اس بائیبل کے باب 53 میں یسعیاہ نبیؑ پیشگوئی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''5۔ یقیناً اس نے ہمارے غم اٹھائے اور ہمارے غموں کو دور کیا، لیکن ہم نے اسے خدا کا پِٹا ہوا، کُوٹا ہوا اور ستایا ہوا سمجھا۔ لیکن وہ ہماری زیادتیوں کی وجہ سے زخمی کیا گیا۔ وہ ہماری بدکرداری کے نتیجہ میں گھائل (زخمی) کیا گیا۔ ہمارے امن کی سزا اسے ملی اور اسکو کوڑے لگنے سے ہمارے زخم بھر گئے، 6۔ ہم سب بھیڑوں کی طرح راستہ بھٹک گئے تھے اور ہم میں سے ہر ایک نے اپنی راہ لے لی تھی اور خدا نے ہم سب کی بدکرداری (کا اثر) اس پر ڈال دیا تھا، 7۔ وہ ستایا گیا اور دکھ دیا گیا، لیکن اس نے اپنا منہ نہ کھولا، وہ ایک برّہ کی طرح ذبح کیلئے لیجایا گیا اور ایک بھیڑ کی طرح اون کاٹنے والوں کے سامنے بے زبان رہا اور اس نے اپنا منہ نہ کھولا، 8۔ وہ قید سے نکالا گیا اور سزا کے فتویٰ سے بھی۔

کون اسکی نسل بتائے گا کیونکہ وہ زندوں کی زمین (آباد علاقہ) سے کاٹ دیا گیا، اسلئے کہ وہ میرے بندوں کی حکم عدولی کی وجہ سے مضروب ہوا، 9۔ اس نے اپنی قبر شریروں کے درمیان بنائی اور موت کے وقت امیروں کے ساتھ (بنائی) کیونکہ اس نے کوئی سرکشی نہیں کی تھی اور نہ اسکے منہ میں کوئی فریب تھا۔

10۔ تاہم خدا کی مشیت ہوئی کہ اسے زخمی کرے، اس نے اسے غمگین کیا۔ جب تم اسکی جان کو گناہ کی قربانی جانو گے وہ اپنی نسل دیکھے گا۔ اسکی عمر دراز ہوگی اور خدا کی مرضی اسکے ہاتھ سے کامیاب ہوگی، ١١۔ وہ اپنی جان کے مصائب دیکھے گا اور تسلی پائے گا اور اپنے عرفان سے نیک بندوں میں سے بہتوں کو راستباز ٹھہرائے گا کیونکہ وہ انکے تجاوز کو برداشت کرے گا، اسلئے بزرگوں کے ساتھ اسے ضرور حصہ دوں گا اور طاقتوروں کے ساتھ وہ اپنی غنیمت بانٹ لے گا کیونکہ اس نے اپنی جان موت تک انڈیل دی اور اس کا شمار حکم عدولی کرنے والوں میں ہوا۔ اس نے بہتوں کے گناہ برداشت کیے اور خطا کاروں کی سفارش کی۔''

(یسعیاہ باب 53 از آیت 4 تا 12 اردو ترجمہ انگریزی بائیبل 1611ء)

1611ء کی بائیبل کا جو اقتباس ترجمہ کے ساتھ اوپر ہم نے درج کیا ہے اسے برٹش اینڈ فارن بائیبل سوسائٹی لنڈن سے شائع کیا گیا تھا۔ یہ ترجمہ بڑی احتیاط اور محبت سے بادشاہ کے حکم سے کیا گیا۔ اس

سے بعد کے جو ترجمے اردو زبان میں ملتے ہیں وہ اس ترجمہ سے کافی مختلف ہیں۔ ان ترجموں کو اپنے عقائد کے مطابق رومن کیتھولک اور پروٹسٹنٹوں نے ڈھالنے کی کوشش کی ہے۔ ہم اس انگریزی ترجمہ میں یہ پاتے ہیں کہ مسیح ضرور زخمی ہوا، ستایا اور دکھ دیا گیا، مارا اور پیٹا گیا۔ زخمی ہونے کے علاوہ غمگین ہوا لیکن وہ قید سے بھی نکال لیا گیا اور موت کے فتویٰ سے بھی بچا لیا گیا البتہ اس نے اپنی جان کو خاموشی سے دشمنوں کے حوالے کر دیا اور موت تک پہنچ کر بچ گیا۔ پھر اس نے ہجرت کی اور اسکے ہاں اولاد ہوئی لیکن فلسطین والے اسکی اولاد کو نہیں جانتے تھے اس نے اپنی جان کے مصائب دیکھے، لیکن وہ مطمئن رہا۔ اس نے لوگوں کا ظلم اور گناہ برداشت کیا اور چُپ رہا۔ اسکی قبر شریروں کے درمیان بنائی گئی۔ یہ وہ کمرہ نما قبر ہے جس میں واقعہ صلیب کے بعد حضرت مسیح کو یہودیوں کے قبرستان میں غشی کی حالت پر رکھا گیا اور پھر وہ ہوش میں آنے کے بعد وہاں سے نکل گئے۔ دوسری قبر وہ ہے جو طبعی موت کے وقت نیک لوگوں میں بنائی گئی۔

یہ قبر کشمیر میں جو شہر سرینگر کے محلّہ خانیار میں یوز آسف کے مقبرہ کے نام سے آج تک موجود ہے۔ جہاں نیک لوگ اور اولیاء اللہ مدفون ہیں۔ اس میں آپ طبعی وفات پانے کے بعد دفن ہوئے۔ یہ قبر مشرق سے مغرب کی طرف ہے جیسا یہودیوں کا دستور ہے نہ مسلمانوں کے طریق کے مطابق شمالاً جنوباً۔

آیت 9 میں جو شریروں اور امیروں کا ذکر ہے اس جگہ امیر سے مراد شریر کے مقابلہ میں اخلاق و روحانیت کے لحاظ سے امیر مراد ہیں ورنہ دنیاوی دولت تو شریروں کے پاس بھی بہت ہوتی ہے۔ جہاں مسیح کی قبر ہے اس جگہ بعض سادات اور اولیاء اللہ کی بھی قبریں ہیں۔ آیت 8 کا یہ فقرہ کہ ''وہ قید سے نکالا گیا اور سزا کے فتوے سے بھی، کون اسکی نسل بتائے گا'' کیونکہ وہ زندوں کے یا قبائل کے علاقہ سے بوجہ ہجرت الگ کیا گیا تھا۔ مسیح کے قید سے نکلنے اور موت کے فتویٰ سے بچ جانے اور اپنے قبائل کی سرزمین سے علیحدہ ہو جانے اور نئی نسل کا بانی ہونے کا ذکر ہے جس کا تعلق ہجرت سے ہی ہوسکتا ہے کیونکہ باقی زندگی حضرت مسیح نے فلسطین میں نہیں گزاری کہ وہاں انکی نسل پیدا ہوتی۔

آٹھویں آیت میں ہے کہ ''وہ میرے بندوں کی حکم عدولی کی وجہ سے مضروب ہوا'' کیتھولک بائیبل میں STRICKEN کا ترجمہ اردو میں مضروب کی بجائے مقتول کر دیا گیا ہے۔ پروٹسٹنٹ بائیبل میں اس کا ترجمہ ''مار پڑی'' کیا گیا ہے اور یہ ترجمہ درست ہے۔ آیت نمبر 7 میں صاف لکھا گیا ہے کہ وہ زخمی کیا گیا اور لوگوں (یہودیوں) کی بدعملی سے گھائل کیا گیا نہ کہ قتل۔ پس اس پیشگوئی کے مطابق اسی زمین پر رہ کر مسیح کا درازی عمر پانا اور اپنی نسل دیکھنا اور خدا کی مرضی کا اس کے ہاتھ سے کامیاب ہونا اس بات پر

کھلی دلالت کر رہا ہے کہ اس نے فلسطین سے ہجرت کر کے کامیابی حاصل کی نہ یہ کہ وہ بحالت ناکامی زندہ آسمان پر اٹھالیا گیا۔

ہجرت گاہ (کشمیر) میں اس نے اپنے علم وعرفان سے نیک بندوں میں سے بہتوں کو راستباز ٹھہرایا اور خدا کے نبیوں کے ساتھ اسے حصہ ملا اور طاقتور ظالموں سے اس نے نیکوں کو اپنے دامن سے وابستہ کر کے بطور غنیمت حصہ پایا کیونکہ یہ مرید مقابلہ کے بعد پیدا ہوئے اسلئے انہیں مال غنیمت قرار دیا گیا جو ظالموں سے لی گئی۔ جو خطا کار لوگ اسے خدا کا نافرمان جانتے تھے اور ان پر سختی کرتے تھے، لیکن انہوں نے انکے ظلم و جفا کو برداشت کیا اور ایماندار خطا کاروں کیلئے شفیع بنے۔

اگرچہ ان آیات میں صاف طور پر مسیح کے صرف مارنے اور پیٹے جانے اور زخمی ہونے کا ذکر ہے نیز غمگین ہونے کا، نہ کہ مقتول ہونے کا یا مر کر زندہ ہونے کا، تاہم انکے بعض فرقوں کے مسیحی لوگ یہی تاویل کرتے ہیں کہ مسیح مقتول ہو گیا تھا اور پھر زندہ ہوا۔ لیکن ان کا یہ استدلال ان صاف عبارتوں کے مقابل میں جن میں مسیح کے صرف زخمی ہونے اور غمگین ہونے کا ذکر ہے درست قرار نہیں پا سکتا۔ بلکہ ان عبارتوں سے مراد صرف یہی لی جاسکتی ہے کہ مسیح نے اپنی طرف سے جان کی قربانی پیش کر دی تھی اور اسکی حالت مردہ کے مشابہ ہو گئی تھی، لیکن وہ مرا نہیں تھا بلکہ انتہائی غشی کی حالت میں تھا اور اس وجہ سے مردہ سمجھ لیا گیا۔ بہر حال عیسائی ان آیات سے یہ ثابت نہیں کر سکتے کہ وہ زندہ آسمان پر اٹھالیا گیا کیونکہ ان آیات سے یہی اشارہ ملتا ہے کہ اسکی عمر لمبی کی گئی اور اسی زمین پر اس نے اپنی نسل کو دیکھا نیک لوگوں میں لمبی عمر پا کر فوت ہوا اور دفن ہوا۔

اب عیسائیوں کیلئے ان آیات کی روشنی میں مسیح کی صرف ہجرت گاہ کی تلاش ضروری رہ جاتی ہے جہاں اس نے باقی عمر بسر کی اور اپنی نسل کو دیکھا۔ اسکی تائید میں اناجیل سے بعض اور عبارتیں بھی ملتی ہیں۔ مثلاً مسیح نے خود فرمایا "میری اور بھی بھیڑیں ہیں جو اس بھیڑ خانہ کی نہیں (یعنی فلسطین میں آباد نہیں) مجھے انکو بھی لانا ضرور ہے۔ پھر ایک ہی گلّہ اور ایک ہی گلّہ بان ہوگا۔" (یوحنا باب 10 آیت 16) پھر یہ بھی فرمایا "میں جاتا ہوں تم مجھے ڈھونڈو گے...... جہاں میں جاتا ہوں تم نہیں آسکتے۔" اور حزقیل باب 34 "مسیح چوپان" کے تحت لکھا ہے کہ "میں آپ ہی اپنی بھیڑوں کی تلاش کروں گا اور انکی خبر لوں گا جس طرح چرواہا اپنی بھیڑوں کی خبر پالیتا ہے۔" (آیت 11) ظاہر ہے کہ مسیح خود بہ نفس نفیس اپنی بھیڑوں کی تلاش میں آئے جہاں انہوں نے لمبی عمر پائی اور اپنی نسل دیکھی اور وفات پائی اگرچہ عیسائیوں پر مسیح کی ہجرت گاہ

کی تلاش واجب تھی لیکن اس کی تلاش کا شرف اللہ تعالیٰ نے اس شخص کیلئے ودیعت رکھا تھا جو مسیح کی روح اورقوت میں اسکی آمد ثانی قرار پا کراس زمانہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے قادیان کی گمنام بستی سے کھڑا کیا گیا۔اس نے قرآن شریف کی آیت وَ اٰوَینا ھُمَا اِلٰی رَبْوَۃٍ ذَاتِ قَرَار وَ مَعِین سے الہامی اشارہ پا کر تلاش شروع کی تو انہیں ایسے تاریخی شواہد مہیا ہو گئے جن سے روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے صلیبی موت سے بچ کر کشمیر کی طرف ہجرت کی اور وہاں اپنی باقی عمر بسر کی اور اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کو تلاش کر کے ان تک پیغام حق پہنچایا اور اپنی ڈیوٹی پورے اخلاص اور محنت سے بجا لا کر وفات پائی اور سرینگر کے محلّہ خانیار میں دفن ہوئے اور انکی قبر آج تک دو ہزار سال سے زیارت گاہ چلی آرہی ہے۔

زبوروں سے مزید تائید:

ان تصریحات اور پیشگوئیوں کی مزید تائید حضرت داؤد علیہ السلام کے زبوروں سے بھی ہوتی ہے۔ زبور داؤد میں اکثر و بیشتر زبوروں کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ حضرت داؤدؑ اپنے ایک ایسے مصیبت زدہ روحانی فرزند کو جوان کی نسل سے ہونے والا ہے اسکی مصیبتوں سے بچانے کیلئے پُرسوز اور پُر درد دعائیں کر رہے ہیں۔ جیسے وہ بعض زبوروں میں مسیح (دیکھو زبور 2 آیت 2) بعض میں ابن آدم (دیکھو زبور 8+15+40)

بعض میں بادشاہ (دیکھو زبور 2+18+20+21+45+61+72+89+110+132) بعض میں مضروب و مصلوب (دیکھو زبور 22+69+109+35+41+55 وغیرہ) اور بعض میں انتہائی غمگین، دکھ اٹھانے والا اور لونڈی کا بیٹا (زبور 116 آیت 16) بیان کر کے خدا سے پُر جوش و پُرسوز التجائیں کر رہے ہیں کہ اے میرے خدا اسے بچالے، دشمن اسکے جان کے درپے ہیں اور اسکی مدد فرما۔ عیسائی مفسرین بائبل اور مترجمین ان زبوروں کو کنایۃً متعلق با لمسیح لکھتے ہیں اور ریفرنس بائبلوں میں ان کے حواشی میں لکھتے ہیں۔ کہ یہ زبور کنایۃً متعلق با لمسیح ہیں اور بعض زبوروں کو (جیسے زبور باب 22) کو اعلیٰ طور پر متعلق با لمسیح لکھتے ہیں اگر عیسائیوں کی یہ تشریح درست ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ ایسا ہی ہے جیسا وہ لکھتے ہیں تو پھر تسلیم کرنا ہوگا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کو آنے والے مسیح کی جسمانی اذیتیں اور اسکی گرفتاری، اس پر صلیب کی موت کا فتویٰ لگنا اور صلیب پر چڑھنا اور صلیب پر اسکے ہاتھوں کا چھیدا جانا اور اسکے کپڑوں کا بانٹا جانا اور وہ سب واقعات جو مسیح کو یہود اور رومی حکومت کیطرف سے پیش آئے خدا تعالیٰ نے کشوف و

رویاء میں دکھلا دیا تھا۔ پھر آپ کو ان دعاؤں کی قبولیت کے سلسلے میں مسیح کا دشمنوں اور صلیب کی موت سے بچایا جانا اور ایک دور و دراز جنت نظیر پہاڑی علاقہ میں پناہ لینے کا نظارہ بھی دکھلا دیا گیا تھا جس پر انہوں نے خوشی اور مسرت پر مشتمل گیت اور حمدیہ زبور پڑھے اور خدا کی تحمید اور تمجید اور تسبیح بیان کی اور دوسروں کو بھی اسکی ہدایت کی کہ بربط اور ستیار کے گاؤ، جوان، بوڑھے، مرد اور عورتیں اور بچے سب خدا کی حمد و تمجید کریں کیونکہ اس نے میرے آنے والے دکھی فرزند کو موت سے بچالیا ہے۔ مثلاً زبور 22 آیت 22 تا 29 جسے عیسائی اعلیٰ طور پر متعلق بالمسیح لکھتے ہیں۔ حضرت داؤدؑ اللہ تعالیٰ سے وہی دعا مانگتے ہیں جو مسیح نے صدہا سال بعد صلیب پر چڑھائے جانے کے وقت مانگی جو ان الفاظ میں ہے۔

"اے میرے خدا! اے میرے خدا! تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا؟ مجھ سے دور نہ رہ! (زبور باب 22 آیت 1) بدکاروں کے گروہ مجھے گھیرے ہوئے ہیں۔ وہ میرے ہاتھ اور پاؤں چھیدتے ہیں میں اپنی سب ہڈیاں گن سکتا ہوں۔ وہ مجھے تاکتے اور گھورتے ہیں۔ وہ میرے کپڑے آپس میں بانٹتے ہیں اور میری پوشاک پر قرعہ ڈالتے ہیں۔ لیکن تو اے خداوند! دور نہ رہ۔ اے میرے چارہ ساز! میری مدد کیلئے جلدی کر۔"

(زبور باب 22 آیت 16 تا 19)

اس زبور کو عیسائی بائیبلوں میں اعلیٰ طور پر متعلق بالمسیح قرار دیا گیا ہے۔ یہ عجیب مماثلت ہے کہ خود حضرت مسیح نے صلیب پر غشی طاری ہونے سے پہلے یہی دعا پڑھی تھی اور انکے یہ الفاظ آج تک اناجیل میں مسیح سے منسوب ہیں۔ ایلی !ایلی لِمَا سَبَقتَانِی

(دیکھو انجیل کے آخری ابواب متی باب 27 آیت 46 و مرقس باب 15 آیت 34)

"یعنی اے میرے خدا! تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا! اے میرے خدا! تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا......"

اس دعا میں ہاتھوں میں کیل ٹھونکنے، بذریعہ قرعہ اندازی کپڑے بانٹنے کا جو ذکر ہے انجیل یوحنا باب 19 آیت 24 میں ہوا ہے کہ یہ واقعات حضرت مسیح کو صلیب پر پیش آئے۔ جب رومی سپاہیوں نے صلیب پر لٹکاتے وقت مسیح کے بدن سے اس کے کپڑے پھاڑ کر نکال لیے اور اس کے چغے کو چار حصوں میں بانٹ لیا لیکن قبا بوجہ بافتہ ہونے کے پھٹ نہ سکی اسلئے اسے قرعہ اندازی سے آپس میں بانٹ لیا۔

تفسیر زبور میں پادری جے علی بخش نے لکھا ہے کہ یہ پیشگوئی حضرت مسیح کے وجود میں پوری

ہوگئی۔(ص 103) زبور باب 69 آیت 1-2 میں فرمایا:

''اے خدا! تو مجھ کو بچا لے کیونکہ پانی میری جان تک آ پہنچا ہے۔ میں گہری دلدل میں دھنسا جاتا ہوں جہاں کھڑا نہیں رہا جاتا۔ میں گہرے پانی میں آ پڑا ہوں جہاں سیلاب میرے سر پر سے گزرتے ہیں۔'' آیت 4 میں ہے ''وہ مجھ سے بے سبب عداوت رکھنے والے میرے سر کے بالوں سے بھی زیادہ ہیں، میری ہلاکت کے خواہاں اور ناحق زبردست ہیں۔''

آیت 21 میں ہے۔''انہوں نے مجھے کھانے کو اندرائن (پت) بھی دیا اور میری پیاس بجھانے کو انہوں نے مجھے سرکہ پلایا۔''

آیت 20 میں ہے''ملامت نے میرا دل توڑ دیا میں بہت اداس ہوں اور میں اسی انتظار میں رہا کہ کوئی ترس کھائے پر کوئی نہ تھا اور تسلی دینے والوں کا منتظر رہا پر کوئی نہ ملا۔''

اس زبور کو بھی عیسائیوں نے متعلق بامسیح لکھا ہے کیونکہ جب مسیح صلیب پر لٹکائے گئے اور انکی زبان اور ان کا منہ خشک ہوگیا تو انہوں نے پانی کی خواہش کی مگر سپاہیوں نے پانی نہیں دیا۔ صرف ایک سپاہی نے سرکہ میں بھگوئی ہوئی چھڑی آپ کے منہ اور ہونٹوں کے ساتھ لگائی۔ اس طرح ''پت'' کے متعلق بتایا گیا ہے کہ وہ کڑوی قسم کی خوراک تھی۔ گویا خود مسیح نے آ کر اس پیشگوئی کو پورا کیا۔ زبور 113 میں ہے کہ ''انہوں نے مجھے شہد کی مکھیوں کی طرح گھیر لیا۔'' (آیت 12) زبور 119 میں ہے کہ ''انہوں نے مجھ سے ٹھٹھے کیے پر میں نے تیری شریعت اور تیرے احکام سے کنارہ نہیں کیا۔'' (آیت 51)

زبور باب 119 آیت 116 میں ہے۔''تو اپنے کلام کے مطابق مجھے سنبھال! تاکہ میں نہ مروں بلکہ زندہ رہوں اور مجھے اپنے اعتماد سے شرمندگی نہ اٹھانے دے!''

زبور 116 آیت 16-17 میں فرمایا''آہ! اے خداوند میں تیرا بندہ ہوں، میں تیرا بندہ تیری لونڈی کا بیٹا ہوں۔ تو نے میرے بندھن کھولے ہیں۔ میں تیرے حضور شکرگزاری کی قربانی چڑھاؤں گا اور خداوند سے دعا کروں گا۔''

زبور 42 کو خود مسیح نے استعمال کیا اور صلیب سے قبل ایک ہفتہ تک وہ اور اسکے حواری اس زبور کو پڑھتے اور گاتے رہے، جو یہ ہے۔

" جیسے ہرنی پانی کے نالوں کو ترستی ہے ویسے ہی اے خدا! میری روح تیرے لیے ترستی ہے۔ میری

روح خدا کی، زندہ خدا کی پیاسی ہے۔ میں کب جا کر خدا کے حضور (یعنی موعود ہیکل میں) حاضر ہوں گا۔ میرے آنسو رات دن میری خوراک ہیں جس حال میں وہ مجھ سے برابر کہتے ہیں تیرا خدا کہاں ہے؟ (آیت 1 تا 4) اے میرے خدا! میری جان میرے اندر گری جاتی ہے۔ (آیت 6) میں خدا سے جو میری چٹان ہے کہوں گا تو مجھے کیوں بھول گیا، میں دشمن کے ظلم کے سبب سے کیوں ماتم کرتا پھرتا ہوں؟ میرے مخالفوں کی ملامت گویا میری ہڈیوں میں تلوار ہے کیونکہ وہ مجھ سے برابر کہتے ہیں کہ تیرا خدا کہاں ہے"؟ (آیت 9-10)

زبور 41 میں بھی زبور نویس کے دکھوں، ظلم اور یہودیوں کے طعن و تشنیع کا بیان ہے اور اسے بھی تفسیر زبور میں متعلق بالمسیح کہا گیا ہے اور اس میں گناہ کا بھی اقرار کیا گیا ہے اور کہا ہے "اے خداوند مجھ پر رحم کر، میری جان کو شفا دیدے کیونکہ میں تیرا گنہگار رہوں۔" (آیت 5)

زبور 109 میں جو تفسیر زبور کے مطابق بالمسیح ہے اور جس میں دکھوں اور مصیبت زدہ مظلوم شخص کی مظلومیت کا بیان ہے دشمنوں پر لعنت ڈالی ہے اور زمین سے دشمنوں کا ذکر مٹا دیے جانے وغیرہ کی پیشگوئیاں بیان ہیں اور اپنی بیکسی، بیچارگی محتاجی، مجروحیت اور کمزوری کا ذکر کرتے ہوئے دعا کی ہے کہ "اے مالک خداوند! اپنے نام کی خاطر مجھ پر احسان کر۔ مجھے دشمنوں سے چھڑا، میں ٹڈی کی طرح اُڑا دیا گیا۔ فاقہ کرتے کرتے میرے گھٹنے کمزور ہو گئے اور چکنائی کی کمی سے میرا جسم سوکھ گیا۔ میں انکی ملامت کا نشانہ بن گیا ہوں۔ جب وہ مجھے دیکھتے ہیں تو سر ہلاتے ہیں۔ اے خداوند میرے خدا! میری مدد کر......"

زبور 35 میں یہودیوں کی بدتمیزیوں، ٹھٹھوں، جھوٹی گواہیوں اور قسما قسم کی زیادتیوں کا ذکر کرتے ہوئے یہ بھی بتلایا، وہ ملک کے امن پسند لوگوں کے خلاف مکر کے منصوبے باندھتے ہیں اور منہ پھاڑ کر کہا، "ہاہاہا! ہم نے اپنی آنکھ سے دیکھ لیا ہے۔ اے خداوند! تو نے یہ خود دیکھ لیا ہے۔ خاموش نہ رہ! میرے انصاف کیلئے جاگ!" اس زبور کو بھی متعلق بالمسیح کہا گیا ہے۔

تفسیر زبور میں پادری جے علی بخش صاحب نے ان زبوروں کے علاوہ زبور نمبر 69، زبور نمبر 109، زبور 35، زبور 55 کو بھی متعلق بالمسیح لکھا ہے اور یہ بھی بتلایا ہے کہ ان میں دکھ اٹھانے والے مسیح کا ذکر ہے اسی طرح زبور 8 زبور 15 و زبور 40 و زبور 16 میں ابن آدم کے نام سے ایسے مصیبت زدہ اور مظلوم اور غمگین واداس شخص کا ذکر ہے جس کے واقعات و مصائب مسیح کے مصائب و واقعات سے شدید مشابہت رکھتے ہیں اور اناجیل میں مسیح نے اپنا نام ابن آدم بھی بتایا ہے۔ (یوحنا باب 12 آیت 34)

حضرت داؤد علیہ السلام نے جب دعاؤں میں انتہائی عجز وزاری اور نالہ وفریاد کی تو خدا تعالیٰ نے کشف میں انہیں اس مظلوم شخص کا جس کے بچانے کیلئے وہ دعائیں کر رہے تھے موت سے بچ کر دور دراز سفر کرنے اور جنت نظیر ملک میں پہنچنے کا نظارہ بھی دکھلا دیا جو سرسبز وشاداب تھا۔ جس پر وہ بہت خوش ہوتے ہیں اور خدا کی حمد وستائش کے گیت گاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ لوگو! خوشی کے گیت گاؤ بربط اور ستیار پر گیت گاؤ، مرد، عورتیں، جوان، بوڑھے سب خدا کی حمد وتمجید کرو جس نے مصیبت زدہ کو دشمنوں سے چھڑا لیا۔ موت سے بچا لیا اور فتح مند کیا اور زمین پر ایسے صحت افزا اور جنت نظیر ملک میں اسے پناہ دی دی جہاں دشمن نہیں پہنچ سکتے۔ وہ مبارک ہوگا اور اسے عمر درازی کی برکت حاصل ہوگی۔ پس دس تار کے بربط کے ساتھ خدا کی ستائش کرو۔ بلند آواز سے اچھی طرح بجاؤ اور خدا کا نیا گیت گاؤ کیونکہ خدا کا کلام راست ہے۔ اس نے حکم دیا اور واقع ہو گیا۔ (دیکھو زبور 33 آیت 1 تا 9)

جنت نظیر وادی میں

چنانچہ زبور 30 میں حضرت داؤد علیہ السلام فرماتے ہیں:

''اے خداوند! میں تیری تمجید (بزرگی کا اظہار) کروں گا، تو نے مجھے سرفراز کیا ہے اور میرے دشمنوں کو مجھ پر خوش نہیں ہونے دیا۔ (آیت 1) اے خداوند تو میری جان پاتال (قبر) سے نکال لایا ہے۔ تو نے مجھے صحت یاب کیا۔ (آیت 3) تو نے مجھے زندہ رکھا ہے کہ قبر میں نہ جاؤں۔ (آیت 4) اے خداوند! تو نے مہربانی سے میرے مضبوط پہاڑ کو خوب قائم رکھا ہے۔ (آیت 7) خداوند کی ستائش کرو! اے اس کے مقدسو! اس کے قدس کو یاد کر کے شکر گزاری کرو۔ (آیت 4) تو نے میرے ماتم کو ناچ سے بدل دیا۔ تو نے میرا ٹاٹ اتار ڈالا اور مجھے خوشی سے کمربستہ کیا تاکہ میری روح تیری مدح سرائی کرے۔ اے خداوند! میں ہمیشہ تیرا شکر گزار رہوں گا۔ (آیت 12) زبور میں ہے، میں تیرے پروں کے سایہ میں پناہ لوں گا (آیت 4) زبور 63 میں ہے، اے خدا مجھے خشک زمین سے اس زمین میں لے چل جس میں پانی کثرت سے ہے اور وہ سرسبز ہے۔ میں اس کا بہت مشتاق ہوں (آیت 1) زبور 27 آیت 13 میں ہے، اگر مجھے یقین نہ ہوتا کہ میں زندوں کی زمین میں خدا کا احسان دیکھوں گا تو میں جنبش کھاتا یا میں بے حواس ہو جاتا۔ تفسیر زبور میں لکھا ہے ''زندوں کی زمین میں'' نہ مردوں کی زمین (صفحہ 123) یعنی زمین پر زندہ لوگوں کو پیغام حق پہنچاؤں گا۔ اس سے مسیح کے آسمان پر جانے کی نفی ہو جاتی ہے۔

زبور 69 آیت 29 میں دعا کی ہے کہ اے خدا! تیری مخلصی مجھے بلند اور بلند جگہ میں پہنچا

دے۔تفسیر زبور میں پادری جے علی بخش نے اس جگہ لکھا ہے کہ خدا کی مخلصی اسے بلند قلعہ میں پہنچا دیتی ہے۔(صفحہ 295 آیت 29)اور زبور 41 جسے عیسائیوں نے متعلق بالمسیح لکھا ہے،ایک پناہ گزین شخص کی ہری چراگاہوں اور چشموں والی زمین میں پناہ لینے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا،اس کے سفر کو خدا نے مبارک کیا اور اسے ہری ہری چراگاہوں اور چشموں اور اناج سے ڈھکی ہوئی وادی میں بٹھلایا۔خداوند اسے محفوظ اور جیتا رکھے گا اور وہ زمین پر مبارک ہوگا۔خداوند اسے بیماری کے بستر پر سنبھالا دے گا۔تو اس کی بیماری میں اسکے پورے بستر کو ٹھیک کرتا ہے(یا کرے گا)(زبور 41)زبور کے ان الفاظ پر غور کریں تو ایک ایک لفظ قرآن کی آیت وَاٰوَیۡنٰہُمَاۤ اِلٰی رَبۡوَۃٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِیۡنٍ کی تفسیر وتائید کر رہا ہے اور بیماری کے بستر پر سنبھالا دینے کا کیا مطلب ؟ اور ”کلام مقدس“ مطبوعہ سینٹ پال روما 1958ء میں فرمودہ 117(118)کو متعلق بالمسیح لکھا گیا ہے۔جس کی آیت 17 میں ہے۔ ”میں مروں گا نہیں بلکہ جیتا رہوں گا اور خداوند کے کام بیان کروں گا۔18۔خداوند نے مجھے سخت تنبیہ کی ہے،لیکن موت کے حوالے نہیں کیا۔“

اور مندرجہ بالا مزمور(زبور)41 میں جو یہ الفاظ ہیں کہ وہ زمین پر مبارک ہوگا۔اس کے صریح معنی یہ ہیں کہ وہ آسمان پر نہیں جائیگا بلکہ زمین پر بابرکت ہوگا۔یعنی وہ ملک بہ ملک سیاحت کریگا اور اس میں اتنی برکت دی جائیگی کہ اسرائیلی قبائل اسکے کلام سے برکت حاصل کریں گے۔جیسا اس سفر مشرق سے ظاہر ہو گیا اور اس زمانہ میں جبکہ نصرانیت کا ساری زمین پر غلبہ ہو گیا خدا نے مسیح آخر الزماں کے ذریعہ اسکی تعلیم اور گمشدہ زندگی کو دوبارہ زندہ کیا اور اسکی عزت ومقبولیت میں دائمی برکت حاصل ہوئی۔یہ وہ مضمون ہے جسے قرآن نے بہت بلیغ الفاظ میں وَجِیۡہًا فِی الدُّنۡیَا وَ الۡاٰخِرَۃِ میں حضرت مریم کو بشارت دیتے ہوئے فرمایا کہ وہ دنیا وآخرت میں عزت ووجاہت حاصل کرے گا۔

زبور 121 آیت 1-2 میں ہے کہ میں اپنی آنکھیں پہاڑوں کی طرف اٹھاتا ہوں جہاں سے میری مدد آئیگی اور میری مدد خداوند سے ہے۔زبور 16 آیت 6 میں ہے،جریب میرے لیے دل پسند جگہوں میں پڑی۔تفسیر زبور میں ہے،یعنی مجھے ناپ کر مقدس زمین میں سب سے عمدہ و چیدہ حصہ دیا گیا۔(تفسیر زبور صفحہ 75)

زبور 23 میں بھی جسے متعلق بالمسیح کہا گیا ہے راحت کے چشموں والی سرزمین کی طرف پناہ دینے پر شکرگزاری کرتے ہوئے فرمایا۔

''خداوند میرا چوپان ہے مجھے کمی نہ ہوگی وہ مجھے ہری ہری چراگاہوں میں بٹھلاتا ہے وہ مجھے راحت کے چشموں کے پاس لے جاتا ہے وہ میری جان کو بحال کرتا ہے وہ مجھے اپنے نام کی خاطر صداقت کی راہوں پر لے چلتا ہے۔ بلکہ خواہ موت کے سایہ کی وادی میں سے میرا گزر ہو میں کسی بلا سے نہیں ڈروں گا کیونکہ تو میرے ساتھ ہے (1 تا 4) میں بہت دنوں تک خداوند کے گھر (مقدس ہجرت گاہ) میں سکونت کروں گا (آیت 6)''

زبور 119 آیت 17 تا 19 میں ہے ''میں زمین پر مسافر ہوں۔'' اس آیت سے بھی اشارہ ہے کہ مسیح زمین پر سفر کریگا نہ آسمان کی طرف۔ زبور باب 4 آیت 8 اور باب 116 میں ہے۔ ''میں سلامتی سے لیٹ جاؤں گا اور سو رہوں گا۔'' (یعنی مروں گا نہیں) زبور 127۔2 میں ہے، خداوند کی ستائش کرو۔ خداوند یروشلم کی تعمیر کرتا ہے وہ بچھڑے ہوئے اسرائیلیوں کو جمع کرتا ہے۔ کتاب یوز آسف میں بھی یوز آسف کی آخری وصیت (جو وفات کے وقت کی) یہی بات بیان ہوتی ہے کہ میں منتشر مومنوں کو جمع کرنے کیلئے آیا تھا۔ سو میں نے یہ مقصد پورا کیا اور میں نے یہاں (کشمیر میں) مقدس یوروشلم تعمیر کیا۔ (تفصیل اپنے مقام پر آئیگی)

زبور 24 آیت 3 و 4 میں ہے۔

''خداوند کے پہاڑ پر کون چڑھ سکتا ہے اور اسکے مقدس مکان پر کون کھڑا رہ سکتا ہے۔ وہی ہے جس کے ہاتھ صاف ہیں اور دل پاک ہے۔ زبور باب 27 آیت 5-6 میں ہے کہ وہ مجھے چٹان پر چڑھائے گا۔ سو اب میں سارے دشمنوں میں جو میرے آس پاس ہیں سربلند کیا جاؤں گا۔''

زبور باب 20 آیت 6-7 میں فرمایا ''میں جانتا ہوں کہ خداوند اپنے مسیح کو چھڑانے والا ہے اور وہ اپنے داہنے ہاتھ کے نجات دینے والے زور سے اپنے مقدس آسمان سے اسکی دعا سنے گا۔ وہ تو جھکے اور گرے پڑے، پر ہم اٹھے اور سیدھے ہوگئے ہیں۔ (آیت 8) مصیبت کے دن خداوند تیری سنے، یعقوب کے خدا کا نام تجھے بلندی پر قائم کرے'' (آیت 9)

چٹان پر چڑھانا، سربلند کرنا، دشمنوں کا ناکام ہو کر گر جانا اور مسیح کا قبر سے اٹھنا اور مسیح کا بلندی پر قائم ہونا اٰوَینَا هُمَا اِلٰی رَبْوَة اور مرفوع الی اللہ ہونے کی الہامی تفسیر اور تائید ہے۔ مسیح ناصری کا قبر سے اٹھنا۔ بلند ٹیلوں کی سرزمین کی طرف مرفوع ہونا اور آپ کی روح کا طبعی وفات پا کر خدا کی طرف اٹھایا جانا سب رفع الی اللہ کے مفہوم میں شامل ہے۔

اونچی جگہ چڑھنے کا مفہوم

زبور باب 68 آیت 18 کا ترجمہ عیسائیوں نے یہ کیا ہے کہ ''تو اونچے پر چڑھا'' اور اس سے مراد لیتے ہیں کہ وہ صلیب پر چڑھا اور بعض کہتے ہیں کہ آسمان پر چڑھا۔ لاطینی بائیبل میں اس کا ترجمہ کیا گیا ہے (HIGH MOUNT) ''اونچا ٹیلہ'' اور یہ ہو بہو قرآن کے لفظ ربوہ کا ترجمہ ہے جس کی طرف مسیح کے پناہ لینے کا ذکر پہلے باب میں گزر چکا۔

اس سے یہ امر بالکل صاف ہو جاتا ہے کہ اس جگہ آرامی لفظ کا ترجمہ ''اونچے پر چڑھا'' کیا گیا ہے۔ اس سے بلند و بالا پہاری علاقہ کی طرف جانے کا اشارہ تھا۔ اسکی تائید اوپر کی تصریحات سے بھی ہوتی ہے اور مزید حوالوں سے بھی۔ چنانچہ زبور باب 91 آیت 14 میں یہ فرمایا کہ ''خدا کا نام تجھے بلندی پر قائم کرے۔'' تفسیر زبور میں پادری جے علی بخش نے اسکی تفسیر میں لکھا ہے کہ ''وہ تجھے سلامتی سے بلند جگہ پر پہنچادے۔''

اس وجہ سے پروفیسر چارلس کٹلر لوڑی نے جو سامی زبانوں کے ماہر ہیں جنہوں نے اناجیل اربعہ کا ترجمہ آرامی زبان کو مدنظر رکھ کر کیا ہے، مرقس اور لوقا کی اناجیل سے مسیح کے آسمان پر جانے کی آیات حذف کردی ہیں کیونکہ وہ الحاقی ثابت ہو چکی ہیں۔ انہوں نے لکھا ہے کہ یعنی متن آرامی زبان کے مفہوم کو ادا کرنے سے قاصر رہا ہے جس میں مسیح اور اس کے حواری کلام کرتے تھے۔ مثلاً انجیل یوحنا میں جہاں لکھا ہے کہ ''ضرور ہے کہ ابن آدم اٹھایا جائے'' (یوحنا باب 12 آیت 34)

وہاں آرامی زبان کے اصل الفاظ کا مفہوم یہ تھا کہ مسیح کیلئے ضروری ہے کہ وہ یہاں سے چلا جائے۔ چنانچہ انہوں نے یہ ترجمہ کیا ہے کہ ابن آدم (مسیح) ضرور (فلسطین سے) جانے والا ہے۔ یونانی زبان کا جو لفظ اوپر سے اٹھائے جانے کے معنی دیتا ہے، بسا اوقات اسکے معنی ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کے بھی ہوتے ہیں ☆ اور سیاق وسباق سے دیکھا جائے تو ''اٹھائے جانے'' کے الفاظ میں سے کسی اور علاقہ کی طرف خدا کی خاص حفاظت میں جانے کا اشارہ تھا۔ یہودی مخاطبین بھی یہی معنی سمجھے چنانچہ انہوں نے سوال کیا کہ ہم نے تو شریعت کی یہ بات سنی ہے کہ مسیح ہمیشہ تک یہاں رہے گا پھر تو کیوں کر کہتا ہے کہ ضرور ہے کہ ابن آدم اٹھایا جائے، یہ ابن انسان کون ہے؟ یسوع نے ان کو جواب دیا ''اور تھوڑی دیر تک نور تمہارے درمیان ہے جب تک نور تمہارے درمیان ہے چلے چلو۔'' (یوحنا باب 12 آیت 34-35)

ایک اور جگہ یوحنا کی انجیل میں ہے کہ یہودیوں نے کہا تھا کہ اس کا اشارہ کس طرف جانے کو ہے۔ ''کیا یہ

☆ فورگاہ سپل از چارلس کٹلر لوڑی صفحہ 214

ان لوگوں کے پاس جائے گا جو یونانیوں میں جابجا رہتے ہیں اوران کو تعلیم دے گا۔ یہ کیا بات ہے جو اس نے کہا کہ تم مجھے ڈھونڈو گے پر نہ پاؤ گے۔"

(یوحنا باب 7 آیت 35-36)

اس سوال وجواب سے صاف پتا چلتا ہے کہ مسیح نے آرامی زبان میں جو لفظ استعمال کیا تھا اسکے معنی زمین کے بلند علاقہ کی طرف خدا کی پناہ میں جانے کے تھے نہ آسمان پر جانے کے۔

"کوشروت" کی سرزمین میں جائے گا

زبور باب 68 آیت 6 میں ہے کہ "خدا تنہا کو خاندان بخشتا ہے وہ قیدیوں کو آزاد کر کے اقبال مند کرتا ہے لیکن سرکش خشک زمین میں رہتے ہیں۔ آیت 18 میں ہے تو نے عالم بالا کو صعود فرمایا تو قیدیوں کو ساتھ لے گیا۔ تجھے لوگوں سے بلکہ سرکشوں سے بھی ہدیے ملے تاکہ خداوند خدا انکے ساتھ رہے۔" اس زبور میں قیدیوں کو آزاد کر کے اقبال مند کرنے کا ترجمہ جن عبرانی الفاظ میں کیا گیا ہے وہ اصل میں یہ ہیں۔

"اسیریم بکوشروت"

یعنی وہ (مسیح) اپنے اسیروں کو آزاد کر کے "کوشروت" میں لے جائیگا اور لاطینی بائیبل میں "کوشروت" کا ترجمہ کیا گیا ہے LAND OF PLENTY یعنی "نعمتوں کی سرزمین" جہاں سے ہر شے فراوانی سے دستیاب ہو۔ اس ترجمہ کی صحت کی تائید خشک زمین والے بالمقابل الفاظ سے بھی ہوتی ہے۔ خشک زمین کے مقابلہ میں "کوشروت" کے لفظ کے معنی ہونگے "سرسبز وشاداب زمین، نعمتوں اور فراوانی کی زمین"۔ جس سے آیت وَ اٰوَیۡنَا ھُمَاۤ اِلٰی رَبۡوَۃٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِیۡنٍ کے معنوں کی تائید ہوتی ہے۔

زبوروں میں مسیح کی پناہ گاہ کی تعریف

جب ہم زبوروں میں ان مقامات کا مطالعہ کرتے ہیں جن میں مسیح کو پناہ دینے کا صراحتً کنایتً یا اشارۃً ذکر ملتا ہے تو درج زیل الفاظ میں اسکی طرف اشارات ملتے ہیں۔

مقدس مقام (زبور باب 24 آیت 3) مقدس پہاڑ (زبور باب 3 آیت 4) راحت کے چشموں کی جگہ (ذات معین) (زبور باب 23 آیت 2) راحت وآرام کی جگہ (ذات قرار) (زبور باب 23 آیت 2 باب 95 آیت 11) زندگی کی زمین ومقدس مکان (باب 65 آیت 8) خداوند کا پہاڑ، خداوند کی ہیکل، محکم قلعہ (زبور باب 61 آیت 5) خدا کی چٹان (زبور باب 61 آیت 5) عمر درازی کی برکت کی

جگہ(زبور باب 21 آیت 4)برف اور اولوں کی زمین(زبور باب 147 آیت 16 تا 18)محفوظ اور ہموار جگہ جہاں حملہ کا ڈر نہیں۔ خدا کے سایہ کی زمین(زبور باب 61 آیت 1 تا 5) نجات کا قلعہ(زبور باب 28 آیت 8)مضبوط پہاڑ(زبور باب 30 آیت 7)پناہ گاہ(زبور باب 31 آیت 2) محکم شہر جہاں دشمن نہیں پہنچ سکتا (باب 31 آیت 21) چھپنے کی جگہ(باب 31 آیت 20) فراوانی یا سیراب کی جگہ(زبور باب 16 آیت 12) عبرانی زبان کے لفظ کے معنی ہیں جہاں ہر شے کثرت سے ہو اور کسی چیز کی قلت نہ ہو(تفسیر زبور صفحہ 271)اونچی جگہ(زبور باب 18 آیت 33)مال مویشیوں کی زمین، اچھی پیداوار والی زمین(زبور 41) کشادہ زمین جہاں مسیح آزادی سے چل پھر سکے گا چراگاہوں اور جھنڈ کے جھنڈ جنگلوں کی زمین(زبور باب 65 آیت 6 تا 13) آبشاروں کی زمین(زبور باب 2 آیت 6-7-8) دل پسند زمین، خدا کی چنیدہ زمین(زبور باب 16 آیت 6) امن و امان کی زمین(زبور باب 12) ایسے پہاڑ جہاں سے مسیح کو مدد ملے گی ۔ موعود زمین با امن و محفوظ زندگی (تفسیر زبور صفحہ 76)

عیسائی چونکہ واقعہ صلیب کے بعد غلطی سے مسیح کو آسمان پر چڑھائے اور اب تک زندہ خیال کرتے ہیں اسلیئے وہ ان مقامات کی صحیح تفسیر نہیں سمجھتے۔ بائیبل کی صحیح تفسیر قرآن مجید اور اسکی آیات کی نئی الہامی تفسیر کی روشنی میں سمجھ آسکتی ہے جو اس زمانہ میں خدا کے مسیح آخرالزمان نے دنیا کے سامنے پیش کی ہے اور دنیا بھر کی کتابوں، شواہد اور آثار سے جس کی تائید و تصدیق ہو رہی ہے۔

☆☆☆☆☆

باب چہارم
انجیلوں میں حضرت مسیح کے دور دراز اور محفوظ علاقہ میں جانے کا ذکر

یہ تو ہزار سال پہلے کی پیشگوئیاں ہیں جو داؤد و سلیمان علیہم السلام کی تھیں اور ایک پیشگوئی اب سے سینکڑوں سال پہلے یسعیاہ نبی نے کی تھی اب ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت مسیح نے کس طرح ان پیشگوئیوں کی تکمیل کی اور کس طرح ان کا ایک ایک لفظ حضرت مسیحؑ کے وجود میں پورا ہوا۔ جس سے معلوم ہوگا کہ حضرت مسیحؑ کو خدا نے بذریعہ وحی والہام خبر دی تھی کہ وہ صلیب کی غیر طبعی اور لعنتی موت سے بچالئے جائیں گے اور آسمان پر نہیں بلکہ ایک دور دراز اور محفوظ اور جنت نظیر چشموں والے علاقہ میں پناہ دیئے جائیں گے۔ جہاں انکے دشمن نہیں پہنچ سکتے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ جس علاقہ میں مَیں جاؤں گا وہاں کے لوگ مجھے قبول کرینگے اور ایمان کے ذریعہ دوبارہ زندہ ہونگے اور مغرب ومشرق کے دیندار لوگ ایک ہی جماعت کے لوگ کہلائیں گے۔ یعنی دینی اتحاد کے لحاظ سے ایک ہی گلہ کہلائیں گے۔ چنانچہ یوحنا کی انجیل باب 8 آیت 21 میں ہے کہ حضرت مسیح نے فلسطین میں ایک وعظ کے دوران فرمایا۔

''میں جاتا ہوں تم مجھے ڈھونڈو گے اور اپنے گناہ میں مرو گے۔ جہاں میں جاتا ہوں تم نہیں آسکتے۔''

اسی طرح باب 10 آیت 16 میں فرمایا ''میری اور بھی بھیڑیں ہیں جو اس بھیڑ خانہ کی نہیں مجھے انکو بھی لانا ضرور ہے وہ میری آواز کو سنیں گی پھر ایک ہی گلّہ اور ایک ہی گلہ بان ہوگا۔''

صلیبی موت سے نجات، حواریوں سے ملاقات اور مشرق کی طرف ظہور

اناجیل میں حضرت عیسیٰؑ کے صلیبی موت سے بچنے کی صراحت موجود ہے۔ چنانچہ عبرانیوں باب 5 آیت 7 تا 9 میں ہے۔ ''اس نے (مسیح نے) اپنے جسم کے دنوں میں بہت رو رو اور آنسو بہا بہا کر اس سے جو اسے موت سے بچا سکتا تھا دعائیں اور منتیں کیں اور خدا ترسی کے سبب سے اسکی سنی گئی۔ اگرچہ وہ بیٹا تھا پر ان دکھوں سے جو اس نے اٹھائے فرمانبرداری سیکھی اور کامل ہو کر اپنے سب فرمانبرداروں کیلئے ابدی نجات کا باعث ہوا۔''

عبرانیوں کی یہ آیات صاف بتلا رہی ہیں کہ حضرت مسیح نے رو رو کر اور آنسو بہا بہا کر خدا سے جو اسے صلیب کی لعنتی موت سے بچا سکتا تھا دعائیں کیں اور اسکی منتیں کیں کہ یہودی میری جان لینے میں کامیاب

نہ ہوں اور میں بچایا جاؤں ۔ چونکہ وہ خدا ترس اور نیک تھا اس لئے خدا نے اسکی دعا سن لی اور صلیب کی موت سے بچالیا۔ البتہ اس حادثہ کے وقت انہوں نے دکھ اٹھایا اور اس ابتلا سے سبق حاصل کیا اور اس کے نتیجہ میں کامل ہوا اور لوگوں کی نجات کا باعث انکی فرمانبرداری کی وجہ سے بنا، نہ صلیبی موت کی وجہ سے جیسا عیسائیوں کا خیال ہے۔

اناجیل کی رو سے حضرت یسوع مسیحؑ صرف تین گھنٹے صلیب پر رہے ۔ (لوقا باب 23 آیات 44 تا 46) اتنی تھوڑی دیر میں حضرت مسیحؑ مر نہیں سکتے تھے۔ پھر آپ کو غشی کی حالت میں صلیب سے اتار کر آپ کے ہمدردوں نے ایک ہوادار کمرہ نما قبر میں رکھا جو چٹان میں کھدی ہوئی تھی ۔ (لوقا ایضاً ☆) تین دن کے بعد صبح تڑکے وہ قبر سے اٹھ کر چلے گئے اور ایسینی برادری کے ہمدرد انہیں یہاں سے کسی محفوظ مقام پر لے گئے ۔ پھر جب ہفتہ کے دن کچھ عورتیں مسیحؑ کی قبر پر آئیں تو اس پتھر کو جو قبر کے دہانہ پر رکھا گیا تھا اپنی جگہ سے لڑھکا ہوا پایا اور اندر دیکھا تو یسوع مسیح کی لاش موجود نہ تھی ۔ (لوقا ایضاً) مسیح اٹھ کر یہاں سے چلے گئے تھے ۔ پھر اسی دن یروشلم سے سات میل کے فاصلہ پر دو آدمی یسوع کے بارے میں راستہ میں بات چیت کرتے جا رہے تھے تو ایسا ہوا کہ یسوع آپ نزدیک آ کر ان کے ساتھ ہو لیا اور ان سے سب ماجرا پوچھا۔ مگر وہ آدمی یسوع کو پہچان نہ سکے ۔ یہاں تک کہ وہ اس گاؤں میں شام کو پہنچے جہاں جانا چاہتے تھے جب روٹی کھا بیٹھے تو انہوں نے مسیح کو پہچان لیا اور انکی آنکھیں کھل گئیں مگر مسیح جلد ہی یہاں سے غائب ہو گئے ۔ (لوقا باب 24)

اس بات کا مزید ثبوت کہ حضرت مسیحؑ نے صلیبی موت سے نجات پائی اور محض روح یا کسی دوسرے بدن کیساتھ جس کے ساتھ وہ مصلوب ہوئے، حواریوں کو دکھائی دئے ۔ ان کے ساتھ کھانا کھایا اور پانی پیا اور انہیں اپنے صلیبی زخم دکھلا دکھلا کر یقین دلایا کہ بے یقین مت ہو، شک مت کرو، میں وہی یسوع ہوں، دیکھو روح نہیں ہوں کیونکہ روح کی ہڈی اور گوشت نہیں ہوتے ۔ اناجیل میں یہ بیانات موجود ہیں ۔ چنانچہ یوحنا کی انجیل میں ہے۔

"دوسرے شاگردوں نے اس سے (توما سے) کہا کہ ہم نے خداوند کو دیکھا ہے مگر اس نے ان سے کہا جب تک میں اسکے ہاتھوں میں میخوں کے چھید نہ دیکھ لوں اور میخوں کی جگہ اپنی انگلی نہ ڈال لوں اور اپنے ہاتھ کو اس کی پسلی میں نہ ڈال لوں ہرگز یقین نہ کروں گا۔ آٹھ روز کے بعد اسکے شاگرد پھر اندر تھے اور توما انکے ساتھ تھا گو دروازے بند تھے تو بھی یسوع آیا اور بیچ میں کھڑا ہو کر بولا ۔ تمہیں سلامتی حاصل ہو۔

☆ ایضاً سے مراد وہ حوالہ ہے جو اوپر گزر چکا ہے۔

پھر اس نے توما سے کہا کہ اپنی انگلی پاس لا کر یہاں داخل کر اور میرے ہاتھوں کو دیکھ اور اپنا ہاتھ پاس لا کر اسے میری پسلی میں ڈال اور بے یقین نہ ہو بلکہ یقین رکھ۔"

(یوحنا باب 20 آیت 26 تا 28 نیز لوقا باب 24 آیت 40.39)

رسولوں کے اعمال میں حضرت مسیحؑ کی نئی زندگی پانے کے بعد حواریوں کے ساتھ کھانے پینے اور منادی کا حکم دینے کی بابت لکھا ہے۔اس کو خدا نے تیسرے دن زندہ کیا اور حواریوں کے ساتھ کھانے پینے اور منادی کا حکم دینے کی بابت لکھا ہے۔اس کو خدا نے تیسرے دن زندہ کیا اور ظاہر بھی کر دیا نہ کہ ساری امت پر بلکہ ان گواہوں پر جو آگے سے خدا کے چنے ہوئے تھے۔یعنی ہم پر جنہوں نے اس کے مردوں میں سے جی اٹھنے کے بعد اسکے ساتھ کھایا پیا اور اس نے حکم دیا کہ امت میں منادی کرو اور گواہی دو کہ یہ وہی ہے جو خدا کی طرف سے زندوں اور مردوں کا انصاف کرنے والا مقرر ہوا ہے۔(اعمال باب 10 آیت 42.41)

کرنتھیوں میں سینکڑوں میوں کو دکھائی دینے کا ذکر موجود ہے۔لکھا ہے"وہ (مسیح) تیسرے دن نوشتوں کے موافق جی اٹھا اور کیفا کو اور اسکے بعد ان بارہ (12) کو دکھائی دیا۔اس کے بعد پانچ سو سے زیادہ بھائیوں کو ایک ساتھ دکھائی دیا۔اکثر ان میں سے اب تک زندہ ہیں اور بعض سو گئے ہیں۔پھر یعقوب کو دکھائی دیا، پھر سب رسولوں کو اور سب سے پیچھے مجھے دکھائی دیا جو گویا ادھورے دنوں کا پیدا ہوا ہُوا ہوں۔" (1- کرنتھیوں باب 15 آیات 5 تا 8)

پطرس میں مذکور ہے کہ مسیح نے واقعہ صلیب کے بعد قیدی روحوں (اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں) میں وعظ کیا ہے۔"وہ جسم میں تو مارا گیا، لیکن روح میں زندہ کیا گیا جس میں اس نے ان روحوں کے پاس جا کر وعظ کیا جو قید تھیں اور جو اگلے زمانے میں ضدی تھیں۔" (1 پطرس باب 3 آیت 19-20)

ان آیات وشواہد سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت مسیح نے واقعہ صلیب سے نجات پائی اور پھر اسیر اسرائیلیوں کو پیغام پہنچانے کیلئے مشرق میں گئے نہ آسمان پر۔

اناجیل میں مسیح کی آسمان پر جانے والی آیات الحاقی ہیں

انجیل مرقس اور لوقا کے آخری ابواب میں مسیح کے آسمان پر جانے پر مشتمل آیات کو خود عیسائی محققین نے اب الحاقی ثابت کر دیا ہے۔بیسویں صدی کے عیسائی علماء نے بائبل کو محرف عناصر سے پاک کرنے کیلئے تحقیقات کی۔قدیم نسخوں کی دریافت اور گہرے مطالعہ کے بعد وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ اناجیل مرقس ولوقا میں مسیح علیہ السلام کا آسمان پر جانے کا واقعہ الحاقی ہے۔1611ء کے Authorised Edition

(مصدقہ ایڈیشن) میں یہ سب بیانات شامل ہیں اور 1881ء کے Revised Version میں ان آیات کے حاشیہ پر یہ نوٹ دیا گیا ہے کہ بعض بہترین اور مستند نسخوں میں مسیح کے آسمان پر جانیوالے بیانات نہیں ملتے۔ اور 1946ء کے☆ ''Revised Standard Version'' (نئے معیاری ترجمہ) میں یہ سب آیات متن سے خارج کر کے حاشیہ پر درج کر دی گئی ہیں اور ساتھ ہی یہ نوٹ دیا گیا ہے کہ کچھ نسخوں میں یہ آیات شامل ہیں اور ایک مختلف عبارت بھی انجیل کے اردو ترجمہ میں بھی اب یہ نوٹ دیا گیا ہے کہ بعض قدیم نسخوں میں مرقس کی انجیل کی آخری بارہ آیات شامل نہیں بلکہ ان کی بجائے ایک اور عبارت درج ہے جس میں مسیح کے آسمان پر جانے کا کوئی ذکر نہیں بلکہ مشرق سے شاگردوں کی معرفت مغرب میں دین کی منادی کرنے کا ذکر ہے۔

چنانچہ جان ولیم برگن ایک عیسائی محقق لکھتے ہیں:

From the earliest period it had been customary to write "TEYOS" (The end) after the 8th Verse of the last chapter.

ترجمہ: عیسائیت کی پہلی صدیوں میں انجیل مرقس کے آخری باب کی آٹھویں آیت کے بعد یونانی لفظ "TEYOS" ''ختم شدہ'' لکھنے کا رواج تھا۔

اس سے ظاہر ہے کہ آٹھویں سے بعد کی آیات 9 تا 20 جن میں مسیح کے آسمان پر اٹھائے جانے کا ذکر ہے بعد کی ملاوٹ ہیں۔

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ انجیل مرقس کی یہ آیات کس نے بڑھائی ہیں؟ مشہور سکالرسی۔ آر گریگوی اس سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ موجودہ آیات 9 تا 20 کہاں سے آگئیں۔ چند سال پہلے اس سوال کا جواب کوئی شخص نہیں دے سکتا تھا لیکن اب ہمارے پاس اس کا جواب موجود ہے۔ فریڈرک کارنوالس کان بئیر کو ایک قدیم آرمینی نسخہ ملا ہے جس میں مرقس کی آیات کو پریسبیٹر ارسٹن کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ اب شک کرنے کی کوئی وجہ نہیں کہ ان آیات کا مصنف مرقس نہیں بلکہ یہی شخص ہے۔''

دوسری طرف مشہور بائیبل سکالرسی۔ آر گریگوری کو انجیل کا جو نسخہ کوہ ایتھاس سے ملا ہے اس میں مرقس کے آخر میں لکھا ہے:

"And All the things announced to the those about Peter

☆The revision revised by T.W Borgon B.D Dean of chichester P.S.L

briefly, they spread about and after that Jesus himself appeared from East and up to West he sent out by them the sacred and incorrupted preaching of the Eternal Salvation. Ameen."☆

''پطرس کے متعلق یسوع کی تمام فرمودہ باتیں مختصر طور پر پطرس کے ساتھیوں کو پہنچا دی گئیں۔ وہ دنیا میں پھیل گئے، اس کے بعد یسوع خود بھی مشرق سے ظاہر ہوا اور اس نے ان لوگوں کے ذریعہ مغرب تک مقدس، بے عیب اور دائمی نجات کے پیغام کو پہنچایا۔ آمین''

عیسائیوں کی ان تحقیقات سے ظاہر ہے کہ وہ سرزمین فلسطین سے مشرق میں تھی جہاں مسیح چلا گیا اور یہ بات قرآن مجید کے مذکورہ بیانات کی مؤید ہے کہ مسیح نے ہجرت کے ذریعہ پناہ حاصل کی نہ آسمان پر جا کر۔

علماءِ مغرب کے لٹریچر میں حضرت مسیح کے کشمیر میں پناہ لینے کا اعتراف

جب قدیم عیسائیوں نے مسیحؑ کی زبان سے سنا کہ وہ کہتا ہے کہ ''میں جاتا ہوں۔ تم مجھے ڈھونڈو گے پر نہ پاؤ گے۔'' تو انہوں نے چہ میگوئیاں شروع کیں کہ کیا مسیح گمشدہ قبائل کی طرف جائے گا؟ چنانچہ خود آپ کے زمانہ قیامِ کشمیر میں ہی شام کے علاقہ میں یہ خبر پھیلی ہوئی تھی کہ مسیح ناصری کسی دور دراز جگہ میں زندہ ہیں اور عنقریب وہ دوبارہ ظاہر ہونگے۔ مگر آپ کے حواری رازداری سے کام لیتے رہے۔ مبادا آپ کے دشمن یہودیوں کو مسیحؑ کی خبر ہو جائے۔ حضرت مسیح گہری دھند اور کہر کے درمیان فلسطین سے مشرق کی ایک قریبی پہاڑی سے خفیہ طور پر ہجرت کر کے نکل آئے تھے۔ اس لئے شہر میں یہ افواہ پھیل گئی تھی کہ مسیح پہاڑ سے اوپر بدلی میں غائب ہو گئے۔ بعض انجیلیں واقعہ صلیب کے عرصہ دراز لکھی گئیں جن کے لکھنے والے انجیل نویس اصل حالات سے واقف نہ تھے۔ انہوں نے بدلی میں غائب ہو جانے سے مراد مسیح کا آسمان پر اٹھایا جانا لیکر اس کا ذکر کر دیا۔ یہاں تک کہ اگلی نسلوں نے اسی کو عقیدہ بنا لیا۔ جب عیسائی بعد کی صدیوں میں مسلمان ہونے لگے تو انکی وجہ سے عیسیٰ کے آسمان پر جانے کا عقیدہ مسلمانوں میں بھی پھیل گیا۔ ۞

شام میں جب یہ بات چل نکلی تھی کہ مسیح ابھی زندہ ہے۔ اس وقت کے عیسائیوں کے تاثرات کا ذکر کرتے ہوئے مسٹر سٹیفن گراہم اپنی کتاب ''روسین پلگرامز ٹو یوروشلم'' کے صفحہ 111 پر لکھتے ہیں:

''غالباً مسیح کی موت ۞ کے بعد کئی سال تک ان کے درمیان یہ عجیب خبر پھیلی رہی کہ وہ زمین پر کسی دور دراز جگہ میں زندہ ہیں اور عنقریب دوبارہ ظاہر ہوں گے۔''

☆ Cannon and the text of the New Testament by Gregory page 511

۞ دیکھو زاد المعاد لابن قیّم ۞ مراد صلیبی موت ہے کیونکہ عیسائی صلیبی موت اور موت کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کے قائل ہیں۔

گویا ابتدائی عیسائی بھی مسیح کے آسمان پر جانے کے قائل نہ تھے بلکہ کسی جگہ زمین پر انکی ہجرت کے ہی قائل تھے۔ مسٹر بروس انیسویں صدی کے اواخر میں عیسائی مذہب کے بہت بڑے مصنف گزرے ہیں وہ لکھتے ہیں۔

''مسیح فی الواقعہ مرے نہیں تھے، عارضی بیہوشی کے بعد وہ پھر ہوش میں آ گئے تھے اور کئی مرتبہ اپنے شاگردوں کو زندہ نظر آئے پھر وہ اتنا عرصہ زندہ رہے کہ پولوس کو بھی انکی زیارت نصیب ہوئی اور بالآخر انہوں نے کسی نامعلوم مقام پر وفات پائی۔''

(اپالوگویٹر مطبوعہ 1892ء)

مغربی محققین میں سے جو مذہبی تعصب نہیں رکھتے انہوں نے کھلے لفظوں میں لکھا ہے کہ حضرت مسیح کا کشمیر میں آنا ایک تاریخی واقعہ ہے۔ جج ڈاکٹر ایم۔ اے ایک مسیحی مصنف لکھتے ہیں:

''یہ ہوسکتا ہے کہ بنی اسرائیل کے دس گمشدہ قبائل کو تبلیغ کر کے مسیح سرینگر (کشمیر) کے دور دراز علاقہ میں فوت ہو گیا ہو اور وہ اس قبر میں دفن ہے جو اس کے نام سے مشہور ہے۔ اگر مسیح صلیب پر فوت نہیں ہوا''

(صفحہ 71 بحوالہ وئیرڈ وجیز زڈائی)

کپتان سی ایم انرک لکھتے ہیں:

''مجھے اپنے قیام کشمیر کے دوران میں وہاں کی قبروں کے متعلق چند عجیب باتیں معلوم ہوئیں ان میں سے ایک قبر کو مسیح ناصری کی قبر کہتے ہیں۔''

(خدا کی سلطنت صفحہ 97 مطبوعہ 1915ء)

یسوع کی نامعلوم زندگی کے حالات

1878ء و 1887ء میں ایک روسی سیاح مسٹر نکولس نوٹو وچ نے کشمیر اور تبت کا سفر کیا تھا۔ اس نے بدھوں کے قدیم مقدس مقام واقعہ لیہ (لداخ) سے یسوع مسیح کے حالات کو '' Unknown Life of Jesus '' کے نام سے شائع کیا۔ اس کتاب کا اردو ترجمہ 1899ء میں لالہ جے چند سابق آریہ منتری پرتی ندی سبھا (پنجاب) نے مطبع ست دھرم پرچارک جالندھر (بھارت) سے شائع کیا۔

نکولس موصوف نے اس کتاب میں عیسائی دنیا میں اغلباً پہلی دفعہ ''یسوع مسیح کی نامعلوم زندگی کے حالات'' کو شائع کیا۔ جس پر متعصب عیسائی حلقوں میں نکولس کے سفر کے متعلق چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں

اور شکوک بھی ظاہر کئے جانے لگے۔ مگر بعد میں دیگر عیسائی سیاحوں اور محققین نے نکولس کے سفر لداخ اور یسوع مسیح کے حالات پر مشتمل لداخ کی خانقاہ ہمس میں قدیم مسودات اور گونا گوں بے ربط قلمی نسخوں کی موجودگی کی تصدیق کیا وران سیاحوں کے ذریعے اس سلسلہ پر مزید حالات شائع ہوتے رہے۔

اس کتاب میں انہوں نے اپنے سفر کی مشکلات اور بدھ لاماؤں (علماء) سے رسائی حاصل کر کے اپنی کامیابی کا ذکر کیا ہے کہ کس طرح کچھ تحفے دے کر انہوں نے بزرگ لاما سے یہ حالات دریافت کئے اور انکی اشاعت کے سلسلے میں رومن چرچ کے پادری کی طرف سے کیا کیا رکاوٹیں پیش آتی رہیں کیونکہ اسی کتاب کی اشاعت سے مسیح کے آسمان پر اٹھائے جانے کے عیسائی عقیدہ کو نقصان پہنچتا تھا بلکہ انہیں کچھ روپیہ کی بھی پیشکش کی گئی کہ وہ روپیہ لے لیں اور اس کتاب کی اشاعت کا خیال ترک کر دیں۔ پھر انہوں نے لکھا ہے کہ ان تمام رکاوٹوں کے باوجود کس طرح انہوں نے یہ حالات شائع کر دیے۔ پہلے فرانسیسی میں پھر انگریزی میں۔

نکولس نے اس کتاب میں حضرت مسیح کے اس سفر کا ذکر کیا ہے جو انہوں نے تیرہ چودہ سال کی عمر میں کیا اور ہندوستان میں 13، 14 سال سے 29 سال تک پھرتے رہے مگر اس کے ساتھ ہی نکولس نے مسیح کی ان تعلیمات کا ذکر کیا ہے جو خدا کے ایک مدعی نبوت ہونے کی حیثیت سے انہوں نے ہندوستان و فارس وتبت وغیرہ میں پیش کیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ سفر واقعہ صلیب کے بعد کا ہی سفر تھا جبکہ آپ منصب نبوت پر فائز ہو چکے تھے اور چرچ کے دباؤ کے ماتحت گو مصنف نے مسیح کا یہ سفر بچپن کا قرار دیدیا ہے لیکن اس نے ایسا اشارہ بھی دیدیا ہے کہ اس سفر کو آپ کی نبوت کے بعد کا سفر سمجھا ہے۔ عیسائیوں کو مسلم ہے کہ یسوع نے تیس سال کی عمر میں تعلیم دینی شروع کی، اس سے قبل نہیں۔ اور 33 سال کی عمر میں انہیں واقعہ صلیب پیش آیا تھا۔ پس عقل یہی فیصلہ کرتی ہے کہ یسوع مسیح کا یہ مشرقی سفر واقعہ صلیب کے بعد کا ہے۔ مشرقی لٹریچر سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے جیسا باب دوئم میں گزرا۔

یسوع مسیح کی مخفی زندگی کہاں گزری:

رہا یہ سوال کہ حضرت مسیح کی 12 سے تیس سال تک کی مخفی زندگی کہاں گزری؟ سو اس پر انجیل اربعہ کوئی روشنی نہیں ڈالتیں۔ انجیل مسیح کو اچانک تیس سال کی عمر میں بہ حیثیت معلم واستاد سامنے لاتی ہیں۔ البتہ ''کروسیفیکیشن بائی این اے وٹنس'' (مکتوب یوروشلم) اس مخفی زندگی پر روشنی ڈالتا ہے۔ جو یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایسینی برادری کے ممبر تھے اور یہی برادری انکی نگران تھی اور حضرت مسیح حضرت

یوحنا (یحییٰ علیہ السلام) کے ماں کی طرف سے خالہ زاد بھائی تھے اور انہیں اپنا بزرگ بھی جانتے تھے اور انکے ساتھ رہتے تھے۔ چنانچہ یوحنا ہی نے آپ کو دریائے یرون کے کنارے پانی سے بپتسمہ دیا۔ اس بپتسمہ کے بعد ہی آپ پر روح القدس نازل ہوا جس نے آپ کو خدا کی طرف سے پیارا ہونے کی بشارت دی تھی۔

اناجیل فریسی یہودیوں کا تو ذکر کرتی ہیں لیکن تعجب ہے کہ ایسینی برادری کے ذکر سے وہ بالکل خاموش ہیں۔ لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ ایسینیوں کی بہت بڑی برادری تھی اور بحیرۂ مردار پر انکی بستیاں تھیں اور انکے افراد تمام ملک میں مختلف اطراف میں پھیلے ہوئے تھے۔ یوسف ارمتیا اور حکیم نقادیمس بھی دراصل اسی برادری کے ممبر تھے اور یسوع کی مخفی زندگی سے واقف تھے کہ یہ زندگی انہوں نے ایسینیوں میں گزاری۔ چونکہ یسوع مسیح اس برادری سے اپنے تعلق کو مخفی رکھنا چاہتے تھے شاید اسی لئے انہوں نے اپنی مخفی زندگی پر روشنی نہیں ڈالی۔ یہ بھی ممکن ہے انہوں نے روشنی ڈالی ہو مگر انجیل نویسوں نے کسی خاص مصلحت کے تحت آپ کی 18 سالہ مخفی زندگی کا ذکر نہیں کیا۔

حال ہی میں محمد یٰسین صاحب آف سرینگر (کشمیر) نے انگریزی زبان میں ''مسٹریز آف کشمیر'' کے نام سے ایک کتابچہ لکھا ہے جو نکولس نوٹو وچ کے اس بیان کے مؤید نظر آتے ہیں کہ مسیح کی مخفی زندگی واقعہ صلیب سے قبل ہندوستان، لداخ اور تبت کے بدھوں میں گزری۔ انہوں نے یہ تحقیق نہیں کی کہ نوٹو وچ نے کن مجبوریوں کے تحت واقعہ صلیب سے بعد کی زندگی کو اس واقعہ سے قبل کی زندگی قرار دے دیا ہے۔ اگر وہ کروسیفیکیشن بائی این اے وٹنس (مکتوب یوروشلم) کا گہری نظر سے مطالعہ کرتے تو انہیں مسیح کی مخفی زندگی کے بارہ میں نوٹو وچ کے بیان سے ضرور اختلاف ہوتا۔

یٰسین صاحب کا خیال یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مسیح علیہ السلام مری کے راستہ سے کشمیر چلے گئے تھے کیونکہ وہ انکی والدہ کی دوران سفر مری میں جو راولپنڈی کے قریب ہے، وفات پانے کا ذکر کرتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ وہ مسیح کو مری کے راستے کشمیر پہنچاتے ہیں لیکن ان کا یہ بیان واقعاتی نہیں ہے اور بعض تاریخی واقعات سے غیر مطابق ہے۔ جن کا بیان گزر چکا ہے۔

تاریخ سے ثابت ہے کہ مسیح علیہ السلام ٹیکسلا سے بنارس چلے گئے اور وہاں بت پرستی کے خلاف انہوں نے لیکچر دئے۔ جس پر بنارس کے ہندوان کے دشمن ہو گئے اور انکے خلاف قتل کی سازش کی جب مسیح کو انکے اس ارادہ کا کسی طرح (کسی شخص کے ذریعہ یا بذریعہ الہام الٰہی) پتہ چل گیا تو وہ بنارس سے نیپال

کی طرف چلے گئے اور وہاں سے تبت پہنچ کر کشمیر میں داخل ہوئے۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے بھی اپنی کتاب راز حقیقت کے صفحہ 9 پر یہی تحقیق درج فرمائی ہے اور لکھا ہے:

''تحقیقات سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے واقعہ صلیب سے نجات پا کر ضرور ہندوستان کا سفر کیا اور نیپال سے ہوتے ہوئے آخر تبت تک پہنچے اور پھر کشمیر میں ایک مدت تک ٹھہرے اور وہ بنی اسرائیل جو کشمیر میں بابل کے تفرقہ کے وقت میں سکونت پذیر ہوئے تھے انکو ہدایت کی اور آخر ایک سو بیس برس کی عمر میں سرینگر میں انتقال فرمایا اور محلّہ خانیار میں مدفون ہوئے۔''

(رازِ حقیقت، روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 161)

قبرِ مریم

مسٹر یاسین صاحب نے اپنی کتاب ''مسٹریز آف کشمیر'' کے آخر میں ''ٹومب آف مری'' کے عنوان کے تحت قرآنی آیت وَ اٰوَیۡنٰہُمَاۤ اِلٰی رَبۡوَۃٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِیۡنٍ کا ترجمہ دے کر حضرت مریم کے حضرت مسیح کے ساتھ ہجرت کرنے کا ذکر کیا ہے مگر اس جگہ یہ لکھا ہے کہ مریم راستہ میں فوت ہوگئیں اور وہ پنڈی پوائنٹ مری میں مدفون ہیں۔ بے شک حضرت مفتی محمد صادقؓ نے بھی مری پر جو جگہ پنڈی پوائنٹ پر ''مریم کی ڈھیری'' کے نام سے موسوم ہے اسے حضرت مریم کی قبر لکھدیا تھا مگر بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہاں مریم ٹھہری تھیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ مریم مگدلینی مسیح کی تلاش میں یہاں ٹھہری ہوں یا وفات پا گئی ہوں کیونکہ امریکی سیاح مسٹر رورک کی تحقیقات سے یہ ثبوت ملتا ہے کہ حضرت مسیح کی والدہ حضرت مریم کا مزار کاشغر میں موجود ہے اور لوگوں کیلئے بڑی زیارت گاہ ہے جس کا ذکر تفصیل سے آگے آئے گا اور یہ بھی واقعہ ہے کہ قدیم زمانہ میں کاشغر کشمیر کا حصہ تھا اور راجہ کشمیر کے ماتحت تھا۔ پس وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ حضرت مریم کی وفات مسیح کے ساتھ کسی سفر کے دوران میں جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کاشغر کے بنی اسرائیل کو تبلیغ کیلئے گئے ہوئے تھے واقع ہوگئی اور وہ کاشغر میں مدفون ہوئیں۔ مری میں انکی وفات آیت وَ اٰوَیۡنٰہُمَاۤ اِلٰی رَبۡوَۃٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِیۡنٍ کے خلاف معلوم ہوتی ہے کیونکہ اس آیت کی رو سے مریم کا کشمیر پہنچنا، وہاں نشان بننا اور دونوں کا ایک جگہ مستقل رہائش اختیار کرنا از بس ضروری تھا۔ نکولس نوٹووچ موصوف کا ایک روزنامچہ جرمنی کے ڈاکٹر مارکس اور لداخ کے موریوین سن میں ملا ہے۔ اس ڈاکٹر نے لداخ میں چار ماہ تک نکولس کی بیماری کا علاج کیا تھا۔ ان روزناموں میں جرمن ڈاکٹروں کے جرمن زبان

میں نکولس کے بارے میں بعض صفحات ملے ہیں جن میں لکھا گیا ہے کہ مسیح واقعہ صلیب کے وقت مرے نہیں تھے بلکہ ہندو نیپال، تبت اور کشمیر میں تشریف لائے تھے۔

اس سے ظاہر ہے کہ نکولس کو مسیح کے مشرق میں بعد واقعہ صلیب کی آمد کی روایت معلوم ہوئی تھی اور اس نے اپنے بعض دوستوں سے بھی اس روایت کا ذکر کیا تھا، لیکن جو کتاب اس نے شائع کی اغلباً عیسائی چرچ اور عوام کی ناراضگی کے اندیشہ سے اس نے اس روایت کا ذکر نہیں کیا۔

فصل پنجم میں نکولس نے لکھا ہے کہ عیسیٰ مسیح سندھ میں اُپدیش کر کے پنجاب اور راجپوتانہ سے گزرے جین مت والوں نے ان سے انکے پاس قیام کی خواہش کی لیکن وہ ان گمراہ پجاریوں کے پاس نہ رہے اور جگن ناتھ (اڑیسہ) گئے۔ جہاں کرشن جی کے پھول (یعنی جلی ہوئی ہڈیاں) دفن تھے اور وہاں بھاری کتب خانہ بھی تھا۔ پھر وہ راج گڑھ، بنارس اور دیگر متبرک مقامات تک چھ برس تک پھرتے رہے۔ چونکہ وہ براہمن اور شودروں میں بحثیت انسان، مساوات، توحید اور ایک ہی خالق کے سامنے عبادت اور قربانی پیش کرنے پر زور دیتے تھے جس پر برہمن ان کے خلاف ہو گئے اور انہوں نے انکے خلاف قتل کی سازش کی ۔آپ کو مخفی طور پر اسکی اطلاع مل گئی تو آپ شمال مغربی پہاڑی علاقوں نیپال، تبت اور لداخ کی طرف چلے گئے اور وہاں کچھ عرصہ اپنا کام جاری رکھا۔ یہاں تک کہ آپ کشمیر چلے گئے۔

☆☆☆☆☆

باب پنجم

آثار قدیمہ کی شہادتیں

بڑھاپے کی قدیم تصاویر:

بڑھاپے سے بھی قرآنی بیانات کی تائید ہوتی ہے اور معلوم ہو جاتا ہے کہ حضرت مسیح نے صلیب پر جان نہیں دی تھی بلکہ خدا نے اپنے وعدہ کے مطابق انہیں اس سے بچا کر ایک جنت نظیر پہاڑی علاقہ میں پناہ دی تھی۔ جہاں انہوں نے لمبی عمر پا کر اپنے آسمانی مشن میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد وفات پائی تھی۔

حال ہی میں آثار قدیمہ کی بہت سی ایسی شہادتیں برآمد ہوئی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ مسیح نے واقعہ صلیب کے بعد زمین پر ہی لمبی عمر پا کر وفات پائی تھی۔ ان میں سے ایک شہادت مسیح کے بڑی عمر کی ایک قدیم تصویر کا برآمد ہونا ہے اور عجب تر یہ کہ خود مسیحی قوم نے یہ تصویر برآمد کی ہے اور 1947ء میں سب سے پہلے ''انسائیکلو پیڈیا برٹینکا'' میں ''جیز ز کرائسٹ'' کے لفظ کے تحت شائع کی ہے۔ یہ تصویر مقدس امانت کی حیثیت سے عیسائی دنیا کے پاس نسلاً بعد نسلٍ اٹھارہ سو سال سے محفوظ چلی آ رہی ہے جو روم میں سب سے بڑے گرجا میں مقدس تبرکات کے خزانہ میں موجود ہے۔ اس تصویر کے نیچے انسائیکلو پیڈیا میں مندرجہ ذیل نوٹ شائع کیا گیا ہے۔

> ''یہ تصویر روم کے مقدس پطرس کے گرجا میں قدیم یادگاروں میں رکھی ہوئی ہے جو کہ ایک کپڑے پر بنائی گئی ہے۔ تصویر کی تاریخ یقینی طور پر دوسری صدی عیسوی تک پیچھے جاتی ہے۔''

(انسائیکلو پیڈیا زیر لفظ جیز ز کرائسٹ)

عیسائی دنیا کا عقیدہ ہے کہ مسیح کی عمر 33 برس کی تھی جبکہ واقعہ صلیب کے بعد وہ آسمان پر اٹھا لئے گئے تھے۔ سو اگر یہ صحیح ہے تو پھر یہ تصویر جو سو سال سے بھی زائد عمر کی نظر آتی ہے، کہاں سے آئی؟ اس قدیم تصویر سے ظاہر ہے کہ پہلی اور دوسری صدی کے قدیم عیسائی اس بات کے قائل تھے کہ مسیح نے زمین پر لمبی عمر گزاری ہے اور واقعہ صلیب کے بعد مسیح آسمانی جنت میں نہیں زمین کی جنت کشمیر میں فوت ہو چکے ہیں اور یہ تصویر بطور یادگار چھوڑ گئے ہیں۔

شام و ہند کے مابین قدیم رسل ورسائل

یہاں یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ اگر مسیح نے لمبی عمر پا کر کشمیر میں وفات پائی تو یہ تصویر کشمیر سے روم کے گرجا میں کیسے پہنچ گئی ؟ اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ شام و روم اور قدیم ہندوستان کے درمیان ابتدائی عیسوی صدیوں میں برّی و بحری راستوں سے سلسلۂ رسل ورسائل جاری تھا اور تجارتی قافلوں کی آمدورفت کے علاوہ خود مسیح کے حواریوں کی آمدورفت بھی جاری تھی۔ چنانچہ پادری برکت اللہ ایم۔اے لکھتے ہیں:

> ''تھوما حواری نے 25 سال ہندوستان میں گزارے اور مدراس میں شہید ہوکر دفن ہوئے۔ چنانچہ شام کے مسیحی دوسری صدی عیسوی میں ہندوستان آئے اور تھوما کی قبر کھود کر انکی ہڈیاں سمیٹ کر شام کے ملک میں لے گئے اور اُڈیسہ کے مقام پر دفن کر دیں اور خطوط بھی ہند سے شام بھیجے جایا کرتے تھے۔''

(دیکھو تاریخ کلیسیائے ہند صفحہ 115)

پس یہ ظاہر ہے کہ اگر تھوما رسولِ ہند کی ہڈیاں ہندوستان سے شام پہنچائی جاسکتی ہیں تو مسیح کی تصاویر کشمیر سے روم وشام میں کیوں پہنچائی نہیں جاسکتی تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی مصور مسیح کی ملاقات و زیارت کیلئے انکی بڑی عمر میں انکے پاس پہنچا اور یادگار کے طور پر انکی تصویر بنا کر ہمراہ لے گیا۔

ردائے مسیح یا ''مقدس کفن''

زمانۂ حال کے آثار قدیمہ کے انکشافات میں سے حضرت مسیح کی وہ دو ہزار سالہ چادر بھی ہے جو بطور کفن یہودیوں پر نہ ظاہر کرنے کیلئے کہ اسے کفن کیساتھ قبر میں رکھا جارہا ہے، مسیح کے جسم پر لپیٹی گئی تھی۔ جبکہ انہیں بیہوشی کی حالت میں صلیب پر سے اتار کر پاس ہی ایک کمرہ نما قبر میں رکھا گیا تھا۔ یہ چادر جسے اہل مغرب ''مقدس کفن'' بھی کہتے ہیں، دو ہزار سال سے عیسائیوں کے پاس محفوظ چلی آرہی تھی اور گزشتہ چارسو سال سے اٹلی کے شہر ٹورین (TURIN) کے شاہی گرجا میں حضرت مسیح کی متبرک یادگار کے طور پر اب بھی موجود ہے۔ ہر 33 سال بعد اسکی نمائش بھی کی جاتی رہی ہے۔ اس پر حضرت مسیح کی شبیہ کے علاوہ خون کے مختلف شکلوں والے دھبوں کے نشانات بھی دیکھے گئے۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت مسیح کو جب صلیب سے اتار کر اس میں لپیٹا گیا تھا تو ان کے زخموں سے خون جاری تھا جو انکے زندہ اتارے جانے کا یقینی ثبوت ہے کیونکہ مردہ کے زخموں سے دل کی حرکت بند ہونے کی وجہ سے خون جاری نہیں ہوسکتا کیونکہ جریان خون کا تعلق دل کی حرکت سے ہوتا ہے۔

اس کفن کے متعلق عجیب واقعہ یہ ہے کہ 1898ء میں اٹلی کے ایک وکیل پیا (PIA) نے ردائے مسیح کی تصویر لی۔ جب اس نے تصویر کو DEVELOP کرنے کے بعد اس کے عکس کو سورج کی روشنی میں دیکھا تو اسکی حیرانی کی کوئی حد نہ رہی کیونکہ حضرت مسیح کی یہ تصویر مثبت تھی اور کفن والی تصویر منفی تھی۔

33 سال بعد 1931ء میں جب کفن کی دوبارہ نمائش ہوئی تو ایک اطالوی فوٹو گرافر مسٹر انری نے چرچ کے خاص انتظام کے ماتحت دوسری بار اس چادر کا فوٹو لیا اور پہلے سے زیادہ بہتر آلات اور تیز برقی شعاعیں استعمال کیں تو اس سے اور بھی عمدہ نتائج نکلے کیونکہ یہ تصویر پہلے سے زیادہ صاف اور واضح تھی۔

جب اس پر جرمن سائنسدانوں نے تحقیق کی تو اس واضح حقیقت کا انکشاف ہوا کہ کفن پر جس کی تصویر بنی ہے وہ مردہ نہ تھا، گو جسم کی تصویر کیمرے سے مثبت آئی، لیکن خون کے دھبے منفی تھے جو اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ خون جسم سے بہہ رہا تھا۔ تحقیق سے معلوم ہوا کہ چادر کو مُر میں ڈبویا گیا تھا اسلئے جب وہ مسیح کے جسم پر لپیٹی گئی تو مسیح کے جسم سے جو پسینہ نکلا اس سے چادر نمدار ہو کر پلیٹ بن گئی اور اس پر مسیح کے جسم کے نقوش ثبت ہو گئے جو منفی تھے۔ اس زمانہ میں چونکہ یہ مقدس کفن کیمرے کی ایجاد سے پہلے کا تھا اور اس سے پہلے نیگیٹو (NEGATIVE) تصویر کو کوئی نہیں جانتا تھا۔ اسلئے یہ قطعی ثبوت ہے کہ یہ تصویر طبعی اور قدرتی ہے۔ مصور کے کسی انسانی ہاتھ نے نہیں بنائی۔

جرمن محققین نے تجویز کی کہ پوپ آف روم کو جو عیسائیوں کے سب سے بڑے اور فعال فرقہ رومن کیتھولک کے روحانی پیشوا ہونے کے علاوہ چادر کے تین محافظین میں سے ایک ہیں، ایک چٹھی لکھی جائے اور ان سے درخواست کی جائے کہ وہ کپڑے کا کچھ حصہ مختلف قسم کے فنی اور ایٹمی تجربہ کیلئے دینے کی اجازت مرحمت فرما دیں۔ چنانچہ یہ چٹھی جرمن کنونشن برائے پارچہ مسیح کے جنرل سیکرٹری مسٹر کرٹ برنا (KURT BERNA) کی طرف سے 26 فروری 1959ء کو پاپائے روم کے نام لکھی گئی جس میں چادر کی مذہبی اور سائنسی قدر و قیمت اور اس پر موجود تصاویر اور خون کے دھبوں کے نقوش پر ہونے والی تحقیق کی نزاکت اور اہمیت کا ذکر کرتے ہوئے ان سے درخواست کی کہ:

1۔ ضروری ہے کہ چادر پر موجود خون کے دھبوں کا جدید ترین کیمیائی عمل کے ذریعہ تجزیہ کیا جائے۔

2۔ چادر کے کپڑے کو ایکسرے تحت الاحمر اور بالائی بنفشی شعاعوں کے ذریعہ دیکھ کر اس کے اجزائے ترکیبی کا جائزہ لیا جائے۔

3۔ نیز ایٹمی گھڑی کی مدد سے چادر کی عمر کا صحیح اندازہ لگایا جائے۔ انہیں اس مقدس چادر کی صرف

دو سینٹی میٹر چوڑی پٹی کی ضرورت ہوگی اور یہ پٹی ایسے طور پر اتاری جا سکتی ہے کہ چادر یا دیگر اہم نقوش پر کوئی اثر نہ پڑے گا۔ چونکہ تقدس مآب پوپ کے سوا اور کوئی اسکی اجازت نہیں دے سکتا اسلیئے وہ درخواست کرتے ہیں کہ مقدس چادر کا یہ معمولی سا ٹکڑا دیے جانے کا حکم صادر فرمایا جائے۔

اس چٹھی کا جواب چار ماہ بعد یہ دیا گیا کہ افسوس! آپ کی استدعا کو کسی صورت میں بھی قبول نہیں کیا جا سکتا۔

اس منفی جواب پر جرمن کنونشن تو خاموش ہو گیا مگر چرچ کو یہ فکر دامنگیر ہوئی کہ اگر جرمن محققین کی یہ تحقیق درست ہے تو ہمارا مسیح کے صلیبی موت کا عقیدہ غلط ثابت ہو جائیگا جس پر کفارہ کے عقیدہ کی بنیاد ہے اس لئے مخفی طور پر انہوں نے خود اسکی تحقیق شروع کر دی اور دس (10) ماہرین کی خدمات حاصل کر کے انتہائی راز داری کے ساتھ رات کے اندھیرے میں جا کر اس کام کو انجام دینے لگے۔

ان حالات میں جرمن کنونشن جو عالمی فاؤنڈیشن برائے پارچۂ مسیح کے نام سے اب سوئٹزرلینڈ میں قائم ہو چکی تھی، کو مخفی ذرائع سے پتہ چلا کہ وہ مقفل صندوق جس میں چادر رکھی جاتی ہے کھولا گیا ہے اور اس کام کو صیغۂ راز میں رکھا جا رہا ہے۔ اس سے یہ بھی خدشہ پیدا ہوا کہ کہیں یہ قیمتی چادر ضائع نہ کر دی جائے چنانچہ اس کنونشن نے ایک کتابچہ شائع کر دیا۔ جس میں چادر پر جرمن تحقیق کے نتائج کا مختصراً ذکر کیا گیا تھا نیز چادر کے ضائع ہونے کے خدشہ کا بھی اظہار کیا گیا۔

کتاب شائع ہونے پر ویٹیکن (پاپائے روم کا دارالسلطنت) کی طرف سے اس خدشہ کی تردید کی گئی کہ اس کتابچہ میں کوئی صداقت نہیں ہے نہ چادر کے موضوع پر ویٹیکن الجھنے کا کوئی ارادہ رکھتا ہے۔ یہ تردید بھی عالمی پریس نے شائع کر دی۔ بعد میں فاؤنڈیشن نے ایک احتجاجی مراسلہ ویٹیکن بھجوا دیا جس پر پوپ کو تسلیم کرنا پڑا کہ صندوق کھولا گیا ہے اور چادر پر مخفی تحقیق کی گئی ہے۔ اس احتجاجی مراسلہ کو بھی عالمی پریس نے شائع کر دیا۔ اس کے بعد بھی روم کے پوپ پر شبہ کا ازالہ تو نہیں ہوا جس پر پوپ کو 5 جنوری 1970ء کو اپنی صفائی میں لکھنا پڑا کہ چادر یسوع مسیح کا مقدس ترین تبرک ہے اور رہے گا اسے ضائع کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ نیز اعتراف کیا کہ حفاظتی صندوق کو کھول کر کفن کی تصاویر لی گئی ہیں۔

ایک اطلاع کے مطابق روم کے پوپ نے جرمن کنونشن کو ردائے مسیح کا ایک ٹکڑا فنی، کیمیاوی اور ایٹمی تجربات کیلئے دے دیا۔ جس ڈاکٹر نے ردائے مسیح کے اس ٹکڑے پر تحقیقات کی ہیں اس کا کہنا ہے کہ:

''اس کی تحقیقات اس قدر سنسنی خیز ہیں کہ ان کا انکشاف کئے جانے پر دنیا میں

قیامت خیز تہلکہ مچ جائے گا۔"

ابھی تک یہ نتائج صیغۂ راز میں ہیں اور ممکن ہے کہ انگلستان میں کفنِ مسیح پر ہونے والی کانفرنس کے دوران اس کا انکشاف ہو۔

تاریخی پس منظر

اس کفن کا تاریخی پس منظر کیا ہے؟ اس سلسلہ میں یہ سمجھنا چاہئے کہ یہ کوئی جعلی چادر نہیں ہے بلکہ اس کا ذکر متی، مرقس، لوقا اور یوحنا کی چاروں اناجیل میں پایا جاتا ہے اور اسکا دو ہزار سال سے عیسائی تبرکات میں مختلف تاریخی انقلابات کے باوجود محفوظ چلے آنا اور ہر 33 سال کے بعد عیسائی دنیا میں اسکی زیارت کیلئے خاص دن منانا اور اسکی تقدیس کرنا اسکی اصلیت اور اسکے متبرک ہونے پر روشن گواہ ہیں۔ یوحنا کی انجیل میں جہاں مسیح کی لاش کو صلیب سے اتارے جانے اور یوسف ارمتیا کا اس لاش کو پیلاطوس سے اجازت لیکر کتانی کپڑے میں کفنانے اور مسیح کے اٹھ کر چلے جانے کے بعد قبر میں خالی کپڑا پڑے رہنے کا ذکر کیا گیا ہے، یوں لکھا ہے:

"ان باتوں کے بعد ارمتیا کے رہنے والے یوسف نے جو یسوع کا شاگرد تھا لیکن یہودیوں کے ڈر سے خفیہ طور پر پیلاطس سے اجازت چاہی کہ یسوع کی لاش لے جائے، پیلاطس نے اجازت دے دی، پس وہ آکر اس کی لاش کو لے گیا اور نکادیمس (حکیم) بھی آیا جو پہلے یسوع کے پاس رات کو گیا تھا اور پچاس سیر کے قریب مُر اور عود ملا ہوا لایا۔ پس انہوں نے یسوع کی لاش لے کر اسے کتانی ☆ کپڑے میں خوشبودار چیزوں کے ساتھ کفنایا جس طرح کہ یہودیوں میں دفن کرنے کا دستور ہے۔ اور جس جگہ وہ مصلوب ہوا وہاں ایک باغ تھا جس میں ایک نئی قبر تھی جس میں کبھی کوئی نہ رکھا گیا تھا۔ پس انہوں نے یہودیوں کی تیاری کے دن کے باعث یسوع کو وہیں رکھ دیا۔ کیونکہ یہ قبر نزدیک تھی۔"

(یوحنا باب 19 آیات 38 تا 41)

پھر مکتوب سکندریہ میں واقعہ صلیب کے سات سال بعد یسوع کے ایک خاص معتقد نے جو ایسینی فرقہ سے تعلق رکھتا تھا مصر کے احباب جماعت کو واقعہ صلیب کی چشم دید شہادت کے طور پر لکھا۔ اس کفن کا

☆ "کتانی چادر" مرقس اور لوقا کی اناجیل میں مول لے کر کفنانے کا ذکر ہے۔ (مرقس باب 15 آیت 45 و لوقا باب 23 آیت 52 کیتھولک بائیبل اور انگلش مترجم 1611ء)

ذکران الفاظ میں پایا جاتا ہے۔

''پھران پارچات پر ادویہ اور مرہم لگا کر انکو یسوع کے بدن کے گرد لپیٹ دیا اور لوگوں میں یہ ظاہر کیا کہ مصالحہ اس لئے لگایا گیا ہے کہ اس کا جسم عید کے بعد تک مرجھانے اور ضائع ہونے سے بچا رہے پھر عید کے بعد اسکی لاش کو مصالحہ لگایا جائے گا۔''☆

یہی چادر جو کتانی کپڑے کی تھی ''مقدس کفن'' کے نام سے عیسائیوں کے تبرکات میں دو ہزار سال سے آج تک محفوظ چلی آرہی ہے۔ حضرت مسیح جب عارضی بیہوشی کے بعد ہوش میں آکر اس قبر سے ایسینی فرقہ کے احباب کے ذریعہ پاس کی کسی محفوظ و مخفی جگہ پر اٹھا کر لیجائے گئے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس چادر کو بھی محفوظ کیا گیا۔

یہ کتانی چادر جو چودہ فٹ لمبی ہے دو ہزار سال سے زیر بحث چلی آرہی ہے۔ ٹاسی فورس کیکسٹیس نے ''عیسائی مذہب اور گرجا کی تاریخ'' نامی کتاب میں لکھا ہے کہ ملکہ پلچیر یا(PULCHERIA) نے 436ء میں قسطنطنیہ میں ایک عبادت خانہ جس کا نام سینٹ میری آف پلچیر ینا تھا بنوایا تھا اور اس میں مسیح کے کفن کو(جو انہی دنوں دوبارہ دریافت ہوا تھا) بحفاظت رکھوایا۔ یہ کفن 1204ء تک وہیں تھا۔

عیسائیوں کی تاریخوں اور کلیسیا سے متعلق کتب سے پتہ چلتا ہے ہر جمعہ اسکی زیارت کروائی جاتی تھی۔ ایک فرانسیسی بشپ آرکلپس سے یہ بیان منسوب ہے کہ وہ 640ء میں یروشلم کی زیارت کو گیا، وہاں اسے مقدس کفن دیکھنے کا موقع ملا۔ اس سے پتہ چلتا ہے ساتویں صدی مسیحی میں یہ کپڑا یروشلم میں موجود تھا بعد میں قسطنطنیہ لایا گیا۔ جب صلیبی جنگجو چوتھی صلیبی جنگ میں فتح مند ہو کر قسطنطنیہ میں داخل ہوئے تو وہاں ایک راہب خانہ ''سینٹ میری آف پلچیرنس'' میں حضرت مسیح کا کفن رکھا ہوا تھا۔ رابرٹ ڈوکلیری جس نے چوتھی صلیبی جنگ کے حالات لکھے ہیں، لکھتا ہے کہ اس کپڑے پر ہمارے آقا مسیح کی شبیہ مبارک کے نقش نظر آتے تھے۔ جب شہر پر دشمن کا قبضہ ہو گیا تو افراتفری پھیلنے کی وجہ سے کچھ علم نہ ہو سکا کہ مقدس کفن کہاں گیا۔

پھر آرچ بشپ بیسانکاں کے پاس یہ کفن پانس ڈولاراشے کے ذریعہ پہنچا۔ اسے سینٹ ای۔این کے گرجا میں رکھا گیا جہاں یہ کفن 1349ء تک احترام کے ساتھ رکھا رہا۔ 1349ء میں یہ گرجا آگ لگنے سے تباہ ہو گیا۔ اس موقع پر یہ کفن چوری کر لیا گیا اور آٹھ سال بعد 1357ء میں پھر ظاہر ہوا اور فلپ ششم

☆واقعہ صلیب کی چشم دید شہادت صفحہ 26

نے اسے کونٹ جیوفری ڈوچارنی کے قبضہ میں دیدیا۔ چارنی نے اسے ''لاٹرے'' کی مذہبی درسگاہ میں احتیاط سے رکھوایا۔ یہاں سے یہ کفن ڈیوک آف سیوائے کی بیوی کو اس خاندان کے آخری فرد کی وساطت سے جو ایک عورت تھی 1452ء میں بطور تحفہ دیا گیا۔ ڈیوک آف سیوائے نے چیمبری (بیلجیئم) میں ایک گرجا بنوا کر اس کفن کو وہاں رکھا۔

1532ء میں اس گرجا کو بھی آگ لگ گئی اور چاندی کا وہ صندوق جس میں یہ مقدس کفن محفوظ رکھا گیا تھا آگ سے پگھل گیا اور پگھلی ہوئی چاندی اس تہہ شدہ کفن کے کناروں پر گری جس سے کفن کے تہہ شدہ کونے جل گئے۔ کفن کے جلے ہوئے کپڑے کو کلیسیا کی بعض ننوں (وقف عورتوں) نے مرمت کر کے درست کیا۔ بالآخر یہ کفن شہر ٹیورن (TURIN) میں 1578ء میں لایا گیا۔ جہاں اسے شاہی گرجا میں جو خاص طور پر اس کیلئے بنوایا گیا تھا، احتیاط سے رکھا گیا۔ اس کی عام زیارت نہیں کرائی جاتی تھی اور خاندان سیوائے (جو کسی وقت اٹلی میں حکمران تھا) کی اجازت کے بغیر کسی کو دکھایا نہیں جاتا تھا۔

1898ء میں یہ کفن پہلی بار عام لوگوں کو دکھانے کیلئے نکالا گیا اور اس وقت اسکی تصاویر لی گئیں۔ اس کے بعد 1931ء میں دوبارہ نمائش ہوئی جیسا اوپر گزرا۔

سائنٹفک محققین کے مطابق جب مسیح کو اس کفن میں لپیٹا گیا تھا تو ساتھ ہی مُر اور ایلوس کا پوڈر بھی چھڑکا گیا۔ اس سے کاربونیٹ آف ایمونیم پیدا ہوا۔ جسم کی گرمی اور رطوبت انجرات کی وجہ سے وہی کیفیت پیدا ہوگئی جس سے تصویر بن سکتی ہے اس طرح کپڑے پر مسیح کے سرتاپا کا نیگیٹو منعکس ہوگیا۔ اس منفی نقش کو ترقی یافتہ فوٹوگرافی کی مدد سے جب اجاگر کیا گیا تو حیران کن باتیں ظاہر ہوئیں جو آج تک مخفی تھیں اور حوادث صلیب کی اتنی مکمل تصویر بن گئی کہ اس مقدس چادر کو قدیم چار انجیلوں کے بعد پانچویں انجیل کا نام دیا گیا۔ چادر کے نقوش ثابت کر رہے ہیں کہ حضرت مسیح بظاہر مردہ نظر آرہے تھے مگر ان کا دل حرکت کر رہا تھا اور بدن میں خون بھی پمپ کر رہا تھا۔ پس یہ امر حضرت مسیح کے صلیب سے زندہ اترنے کی ایسی یقینی دلیل ہے جس کے متعلق عیسائیوں کا یہ خیال کوئی وقعت نہیں رکھتا کہ مسیح نے صلیب پر جان دی اور اس سے قرآن پاک کی صداقت اور مسیح محمدی کے تازہ انکشاف کی تصدیق پر ایک زبردست شہادت مل رہی ہے۔

جرمن سائنسدانوں کی ایک پارٹی نے آٹھ سال تک مسیح کے اس مقدس کفن پر تحقیقات کر کے 1957ء میں دنیا کو اپنی تحقیقات کے نتائج سے آگاہ کیا جس کی پوری تفصیل کرٹ برنا (KURT BERNA) کی تصنیف ''داس لینن'' سے ملتی ہے۔ اس کتاب پر سکنڈے نیویا کے اخبار نے تبصرہ کرتے

ہوئے لکھا:

''اٹلی شہر ٹیورن (TURIN) میں مسیح علیہ السلام کا وہ کفن موجود ہے جس میں مسیح علیہ السلام کو صلیب سے اتارنے کے بعد لپیٹا گیا تھا۔صلیب سے اتارنے کے بعد جسم پر خون کے مختلف دھبے اور جسم پر لگائی جانے والی مرہموں اور دہنیات کے نشانات موجودہ زمانہ کی ترقی یافتہ فوٹوگرافی کی روشنی میں واضح طور پر ثابت کررہے ہیں کہ مسیح کو جب صلیب سے اُتارا گیا تو آپ اس وقت زندہ تھے۔سائنسدانوں نے اپنی تحقیق سے پوپ کو مطلع کردیا ہے مگر پوپ اب تک خاموش ہے کیونکہ اس تحقیق کے نتیجہ میں کیتھولک چرچ کی مذہبی تاریخ کا وہ اہم راز منکشف ہوکررہ گیا ہے جس پر انکے بنیادی عقائد کی اساس تھی۔تصویر کشی کے فن کی مدد سے سائنسدانوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ جس واقعہ کو لوگ دو ہزار سال سے ایک معجزہ خیال کرتے تھے (مسیح کا دوبارہ جی اٹھنا) وہ بالکل طبعی واقعہ تھا۔اس حقیقت سے عیسائی دنیا کو انکار نہیں کہ یہ کپڑا واقعی مسیح کا کفن ہے۔پوپ PUIS-IX نے اس کپڑے سے حاصل شدہ تصویر کو دیکھ کر کہا کہ یہ کسی انسانی ہاتھ کی بنائی ہوئی نہیں۔اناجیل کا بیان ہے کہ مسیح نے صلیب پر جان دیدی مگر سائنسدان مصر ہیں کہ انکے دل نے عمل کرنا بند نہیں کیا تھا۔کپڑے کا خون جذب کرنا بتاتا ہے کہ مسیح صلیب سے اتارے جانے کے وقت زندہ تھے۔''

مندرجہ بالا تبصرہ سکنڈے نیویا کے اخبار Stock Holm Tidiningen Chirist Ideriumed نے اپنی 12/اپریل 1957ء کی اشاعت میں کیا ہے۔

نیویارک (امریکہ) سے حال ہی میں اس سلسلہ میں ایک اور کتاب The Holy Shroud ''مقدس کفن'' شائع ہوئی ہے اس میں تسلیم کیا گیا ہے کہ کفن پر آنیوالی منفی تصویر کا تصور تو کیمرہ کی ایجاد کے بعد پیدا ہوا ہے اور کفن کی چادر کیمرہ کی ایجاد سے پہلے ہی موجود تھی۔

الغرض پچھلے چند سالوں میں بہت سے مستشرقین اور تاریخ دانوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی، صلیبی موت سے نجات، واقعہ صلیب کے بعد مشرق کی طرف انکا سفر اور کشمیر میں عیسائی آثار کی موجودگی پر برابر کتابیں لکھی ہیں اور لکھی جارہی ہیں۔کفن مسیح پر تحقیق کیلئے لنڈن میں عیسائیوں کی ایک بین الاقوامی کانفرنس ہوچکی ہے اور آئندہ بھی ہونے والی ہیں۔

مکتوب یروشلم

آثار قدیمہ کی اور زبردست شہادت جس سے ہمارے پیش نظر دعوے کی تائید ہوتی ہے مکتوب یروشلم

ہے جو 1873ء میں مصر میں شہر اسکندریہ کے آثار قدیمہ کے ایک قدیم یونانی راہب خانے سے واقعہ صلیب کے تھوڑا ہی عرصہ بعد کا لکھا ہوا ملا ہے۔ یہ خط ایسینی فرقہ کے ایک راہب نے اپنی جماعت کے ایک رکن کو یروشلم سے اسکندریہ بھیجا تھا تا کہ واقعہ صلیب مسیح کے متعلق غلط فہمیوں کا ازالہ ہو۔ یہ مکتوب 1907ء میں امریکن بک کمپنی شکاگو نے ''Crucifixion by An Eye Witness'' یعنی ''واقعہ صلیب کی چشم دید شہادت'' کے نام سے شائع کیا، اصل مکتوب لاطینی زبان میں ایک ایسے کمائے ہوئے چمڑے پر لکھا گیا تھا جو اس غرض سے قدیم زمانہ میں استعمال ہوتا تھا۔ انگریزی مترجم نے مقدمہ میں اس مکتوب کے بارے میں عیسائی دنیا کے اضطراب کا ذکر کیا ہے کہ کس طرح اس مکتوب کے ضائع کرنے کی کوششیں ہوتی رہی ہیں۔ مترجم نے لکھا ہے کہ امریکہ میں سب سے پہلے 1873ء میں ایک جرمن نے اس مکتوب کا انگریزی ترجمہ شائع کیا۔ جونہی یہ کتاب پریس سے پبلشر کے پاس پہنچی ایک منظّم سازش کے ماتحت سب نسخے واپس لے کر ضائع کر دئے گئے۔ یہاں تک کہ پریس سے اس کی پلیٹیں حاصل کی گئیں اور انکو ضائع کر دیا گیا لیکن خوش قسمتی سے ایک امریکی سٹیٹ میں ایک شائع شدہ کاپی کسی شخص کے پاس محفوظ رہ گئی جو اتفاقاً 35 سال بعد 1907ء کے موسم گرما میں اسکی بیٹی کی نظر سے گزری۔ اس عورت کو علم تھا کہ مجھے (مترجم کو) فری میسنز کی ایسی کتابوں سے دلچسپی ہے۔ چنانچہ اس نے کمال نوازش سے یہ کاپی مجھے بھیج دی۔ مترجم لکھتا ہے کہ مجھے خیال تھا کہ اسکی سرکاری کاپیاں ضرور محفوظ ہونگی مگر کانگریشنل لائبریری میں چھان بین پر معلوم ہوا کہ وہاں سے بھی یہ کاپیاں غائب کی گئیں تھیں۔ اصل لاطینی مکتوب کا نسخہ جرمنی کی ایک سوسائٹی کے پاس محفوظ ہے۔

1907ء کے مذکورہ امریکی ایڈیشن کا عکسی نسخہ 1977ء میں محترم سید عبدالحیٔ صاحب نے لاہور سے شائع کر دیا ہے۔

1913ء میں اسکا اردو ترجمہ پہلے میاں معراج دین صاحب مرحوم نے شائع کیا اور بعد میں اسے دوبارہ حکیم عبداللطیف مرحوم ربوہ نے بھی شائع کیا۔ اس طرح ان بزرگوں کی کوششوں سے یہ مکتوب مشرقی دنیا میں بھی متعارف ہے۔

اس خط میں جو انگریزی ترجمہ کے دو سو صفحات (درسی کتب کے سائز) پر مشتمل ہے۔ وضاحت سے حضرت مسیح کے صلیب سے بیہوشی کی حالت میں زندہ اتارے جانے اور آپ کے زخموں کا ایسینی طبیب نقدیموس کے مخفی علاج کرنے کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں اور یہ کہ صحت یاب ہونے پر وہ کس طرح خفیہ طور

پر یوروشلم سے ہجرت کر گئے۔اس خط میں لکھا ہے کہ حضرت مسیح نے فرمایا:

’’میں یہ نہیں بتا سکتا کہ اب کہاں جاؤں گا کیونکہ میں اس امر کو مخفی رکھنا چاہتا ہوں اور میں سفر بھی تنہا کروں گا‘‘ اس مکتوب میں حضرت مسیح کے آسمان پر نہ جانے بلکہ دھند اور کُہر میں جو پھیلی ہوئی تھی اُٹھ کر اپنے مخفی سفر پر روانہ ہونے کے بارے میں لکھا ہے۔

" As the disciples knelt-down their faces bent towards the ground. Jesus rose and hastily went away through the gathering mist ...But in the city there arose a rumer that Jesus was taken up in a cloud and had gone to Heaven. This was invented by the people who had not been present when Jesus departed."

ترجمہ: ’’جب حواریوں نے (عبادت میں) گھٹنے ٹیکے تو ان کے چہرے زمین کی طرف جھکے ہوئے تھے یسوع اٹھا اور جلدی سے پھیلی ہوئی کُہر میں چلا گیا۔۔۔لیکن شہر میں یہ افواہ پھیل گئی کہ یسوع بادل میں سے ہو کر آسمان پر چلا گیا۔ یہ خبر ان لوگوں نے ایجاد کی تھی جو مسیحؑ کے رخصت ہونے کے وقت موجود نہ تھے۔‘‘

اس مکتوب کی تفصیلات اگرچہ دلچسپ ہیں مگر قلت گنجائش کی وجہ سے ہم وہ بیان نہیں کر سکتے۔خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یوسف ارمتیا اور حکیم نقادیمس اور فرقہ ایسینی یا اسیری کے احباب کی مخفی کوششوں اور مخلصانہ جدوجہد کے نتیجہ میں صلیبی موت سے بچا لئے گئے اور کچھ عرصہ ایسینیوں کے پاس چھپ کر بحیرۂ مردار میں رہے۔اس میں خدا کی مخفی تقدیر بھی کام کر رہی تھی کیونکہ خدا نے مسیحؑ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ انہیں صلیبی موت سے بچالے گا۔ پیلاطوس رومی حاکم جس سے یہودیوں نے مسیح کی موت کی سزا کے فتویٰ پر تصدیق کرائی تھی، بھی آپ سے در پردہ ہمدردی رکھتا تھا۔ جب مسیح ناصری صلیب پر میخوں اور رسیوں سے جکڑے گئے تو ان پر غشی طاری ہوگئی لیکن صلیب سے اتارے جانے پر بھی آپ زندہ تھے۔ جب آپ کے ساتھ دو اور مصلوب چوروں کی ہڈیاں توڑی گئیں اور سپاہی آپ کے پاس بھی ہڈیاں توڑنے آئے تو ہیڈ سپاہی نے جو مسیح کو نیک آدمی سمجھتا تھا کہا کہ اسکی ہڈیاں نہ توڑو یہ مر چکا ہے۔ جب ایک سپاہی نے آپ کی پسلی پر بھالا چبھویا کہ آیا زندہ ہے یا مر گیا، تو پسلی سے خون اور پانی بہہ نکلا۔اگرچہ یہ علامت تو آپ کی زندگی کی تھی مگر جب آپ کے جسم سے کوئی حرکت نہ ہوئی تو سپاہی نے بھی یقین کر لیا کہ یسوع مر

چکا ہے۔اس اثناء میں حکیم نقادیمس اور یوسف ارمتیا پیلاطوس سے اجازت لے کر آ گئے کہ لاش انکے سپرد کر دی جائے۔چنانچہ انہوں نے لاش کو صلیب سے احتیاط سے اتار کر ایک کشادہ کمرہ نما غار میں رکھ دیا جس کا پہلے سے انتظام کیا گیا تھا۔حکیم نقادیمس نے جو ماہر طبیب تھا،مسیح کے زخموں کے علاج کیلئے بہترین ادویات استعمال کیں اور ایک زود اثر اور حددرجہ مفید مرہم آپ کے زخموں کیلئے تیار کی۔اس کے علاوہ ایک قدرتی علاج یہ میسر آ گیا کہ شدید زلزلہ سے بعض پہاڑیاں پھٹ گئیں اور انکے پھٹنے سے تیز بُو پیدا ہوئی جو حکیم مذکور کے نظریہ کے مطابق آپ کے سانس کے اجراء کیلئے اکسیر کا حکم رکھتی تھی۔جب یہ بُو پیدا ہوئی تو حکیم نقادیمس خوش ہوا کہ یہ بُو بہت مفید ہے۔یوسف ارمتیا کے تو اسوقت بھی آنسو بہہ رہے تھے جس وقت حکیم نقادیمس مسیح کے کانوں میں پھونک پھونک کر مسیح کو ہوش میں لانے کی کوشش کر رہا تھا۔یوسف کہتا تھا کہ یسوع کے بچنے کی کوئی امید نہیں۔حکیم نقادیمس اسے بار بار تسلی دیتا تھا کہ یسوع کا دل حرکت کر رہا ہے اور بچنے کی امید رکھ !

تیسرے دن صبح کو مسیح نے آنکھ کھولی اور وہ ہوش میں آ گئے۔جونہی انکی آنکھ کھل گئی یوسف ارمتیا نے انکو گلے سے لگا لیا۔اسکی اور حکیم نقادیمس کی خوشیوں کی کوئی انتہا نہیں رہی۔ہوش میں آنے پر مسیح نے کہا کہ میں کہاں آ گیا ہوں۔اس پر حکیم موصوف نے انہیں بتلایا کہ وہ کہاں ہیں اور کس طرح یہاں پہنچے ہیں۔

اس کے بعد آپ کو یہاں سے پاس کے اور مخفی مکان پر لے جایا گیا جو ایسینی فرقہ کے کسی ممبر کا مکان تھا وہاں آپ کا علاج جاری رہا یہاں تک کہ آپ چند دنوں میں چلنے پھرنے کے قابل ہو گئے۔آپ چھپ چھپ کر خفیہ راستوں سے حواریوں کو ملتے رہے۔بعض دفعہ یہودیوں نے آپکو پہچان بھی لیا،لیکن فرقہ ایسینی (اسیری) احباب کی کڑی نگرانی اور امداد کی وجہ سے انکی نظروں سے اوجھل ہو جاتے رہے۔

سردار کاہن قیافہ جس نے آپکو صلیبی موت کی سزا دی تھی کو بھی علم ہو گیا کہ یوسف ارمتیا اور حکیم نقادیمس اور پیلاطوس (گورنر یہودیہ) نے سازش کر کے مسیح کو بچا لیا۔یہود کے دباؤ کے باعث یوسف ارمتیا کو قید کر لیا گیا۔(بعد میں پیلاطوس کے اثر کے ماتحت اسکو چھوڑ دیا گیا) ملک میں مسیح کے خلاف بہت شورش تھی اسلئے ایسینی فرقہ کے احباب نے آپ کو مشورہ دیا کہ آپ یہاں سے کسی اور جگہ تشریف لے جائیں ورنہ فساد کا بہت اندیشہ ہے۔آپ سفر کیلئے تیار ہو گئے۔آپ نے فرمایا مجھے خدا نے اپنا ہاتھ بڑھا کر دشمنوں کے پنجے سے بچا لیا۔اس میں بھید یہ ہے کہ مجھے کسی خاص اور اہم مشن کیلئے خدا نے زندگی دی ہے آرام واستراحت کیلئے نہیں۔چنانچہ آپ نے سفر کی تیاری کی اور پھیلی ہوئی کُہر اور دھند کے درمیان مخفی طور

پر حواریوں کے درمیان سے غائب ہوگئے ۔حضرت مسیح سفر کرتے ہوئے بحیرۂ مردار کے پاس پہنچ گئے تو لکھا ہے کہ کچھ عرصہ بعد وہاں آپ کی وفات ہوگئی اور وہیں دفن کردیئے گئے ۔

بحیرۂ مردار میں قبر مسیح کی حقیقت

یہ اس مکتوب کا خلاصہ ہے مگر آخری جملے پڑھ کر قارئین حیران ہونگے کہ مسیح کو جس خاص مقصد کیلئے زندگی دی گئی تھی اسے پورا کئے بغیر وہ کس طرح مرگیا؟ کیا آپ کا سفر بحیرۂ مردار پر ہی ختم ہونے والا تھا؟ اس بارے میں گزارش ہے کہ یہ آخری حصہ جس میں مسیح کی وفات اور بحیرۂ مردار پر دفن ہونے کا ذکر کیا گیا ہے یہ محض یہودیوں کے تعاقب سے انہیں بچانے کیلئے نقادیمس اور یوسف کی ایک تدبیر معلوم ہوتی ہے ۔ تا کہ یہود مسیح کی قبر دیکھ کر انکی موت کا یقین کرلیں اور انکا تعاقب نہ کریں کیونکہ یہودیوں نے انکو دوبارہ گرفتار کرنے کیلئے جاسوس چھوڑے ہوئے تھے ۔ایسینی فرقہ کے جن مخلص احباب نے شروع سے آپ کو بچانے کی مخفی تدبیریں کی تھیں ۔انہوں نے پھر انکے سفر کو مخفی رکھنے کی یہ تدبیر بھی کی تھی تا یہودیوں پر یہ ظاہر ہو کہ وہ وفات پاگئے اور بحیرۂ مردار میں دفن کردیے گئے ۔

اس مخفی تدبیر کے متعلق مکتوب یروشلم میں ہی ثبوت موجود ہے اور وہ یہ ہے کہ مسیح کی تدفین میں صرف دو آدمی یوسف ارمتیا اور نقادیمس ہی شامل ہوتے ہیں اور ایسینی فرقہ کے بزرگوں کو بھی یہ پتہ نہیں لگتا کہ مسیح وفات پاگیا ہے تا کہ وہ اسکی تدفین میں شامل ہوں بلکہ جب ایسینی احباب ایک ضیافت میں شریک تھے اس وقت یوسف ارمتیا اور نقادیمس وہاں گئے اور ایسینیوں کے سردار کو اسکی موت کے راز سے آگاہ کردیا۔ اس طرح کہ بیان کے الفاظ ذوالوجوہ رکھے جو درحقیقت (CODE WORDS) ''کوڈ ورڈز'' تھے اور ایسینیوں کا سردار ان الفاظ کے مفہوم کو پہلے سے جانتا تھا اور معلوم ہوتا ہے کہ خود اسی سردار نے مسیح کو مخفی ہجرت کرانے کا کام ان دو آدمیوں کے سپرد کردیا تھا تا کہ عام طور پر انکی ہجرت کا علم نہ ہوسکے ۔

انکے الفاظ یہ تھے کہ ''ابدی روح نرمی سے جسم سے نکل گئی اور جس طرح اسکی زندگی پُرسکون تھی اسکی موت بھی پُرسکون ہوئی ۔''

اس جگہ ابدی روح سے مسیح کی روح بلا جسم نہیں بلکہ خود مجسم مسیح مراد ہے اور احتراماً انہیں ابدی روح قرار دیا گیا ہے ۔ان ''کوڈ ورڈز'' سے مراد انکی یہ تھی کہ مسیح ہماری روح تھا اور ہم اسکے مقابلہ میں جسم کی مانند تھے اور وہ روح بذریعہ ہجرت ہم سے جدا ہوگئی ۔ہجرت کے لفظ کی بجائے انہوں نے موت کا لفظ استعمال کیا کیونکہ ہمیشہ کیلئے مسیح کی جدائی ان لوگوں کیلئے موت کے مترادف تھی ۔

مکتوب یروشلم میں اس سے پہلے تین پیرا گراف موجود ہیں۔

1- انکی روح شاگردوں سے ملنا چاہتی تھی اور وہ خواہشمند تھے کہ کسی بات میں غفلت نہ ہو۔ انکا بے چین دل تنہائی کی زندگی میں کوئی اطمینان نہیں پاتا اور وہ پریشانی انکی طاقت کو کمزور کر رہی تھی۔

2- لیکن یوسف ارمتیا اور نقادیمس اسکے ساتھ آخری وقت تک تھے جبکہ چھٹا پورا چاند موجود تھا۔ اس وقت وہ ہماری برادری کے پاس آئے جبکہ ہم محبت کی ضیافت میں حصہ لینے کیلئے تیاری کر رہے تھے اور ایسینی برادری کے سب کے بزرگ کو راز بتلایا۔

3- ان کے دل سخت غمگین تھے کیونکہ منتخب ہستی باپ کی آسمانی رہائش گاہ پر چلی گئی۔

آخری پیرا گراف سے مراد یہ ہے کہ مسیح نے اس مقام پر ہجرت فرمائی جسے خدا تعالیٰ نے اپنی وحی کے ذریعہ انکی رہائش گاہ تجویز کیا تھا اور وہ کشمیر ہی ہے۔ جیسا کہ قرآن کے بیان اور تاریخی واقعات سے ظاہر ہے۔ اس سے مراد وہ جنت نہیں جو مرنے کے بعد ملتی ہے بلکہ اس سے مراد کشمیر جنت نظیر ہے جو مسیح کی ہجرت گاہ بنی اور خدا تعالیٰ نے وہاں انکی زبردست تائید فرمائی۔

قرآن وحدیث میں سچے مہاجر کی ہجرت کو اللہ تعالیٰ کی طرف ہجرت بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ فرماتے ہیں اِنِّیْ مُهَاجِرٌ اِلٰی رَبِّی کہ میں اپنے رب کی طرف ہجرت کر رہا ہوں۔ پس وہ ہجرت جو دینی مقاصد کیلئے ہوتی ہے وہ ہجرت اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتی ہے۔ اسی مفہوم کے مطابق خط پر مسیح کی ہجرت کو خدا کی طرف ہجرت قرار دیا گیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ بائیبل میں بھی ایسا محاورہ موجود ہے جس میں زمین پر ہجرت کو خدا کی طرف ہجرت قرار دیا جاتا ہے۔ چنانچہ زبوروں میں مسیح کے متعلق ہجرت کی پیشگوئی ہے۔ اسے استعارۃً خدا کی طرف جانا ہی قرار دیا گیا ہے۔ زبور 61 میں ہے ”میں تیرے پروں کے سایہ میں پناہ لوں گا۔“ (آیت 4) یعنی مسیح خدا کے پروں کے سایہ میں پناہ لے گا۔

پس یوسف اور نقادیمس کا مسیح کی ہجرت کے وقت غمگین ہونا ازبس ضروری تھا کیونکہ انکا محبوب ان سے جدا ہو رہا تھا۔ اس جدائی کی یادگار میں نقادیمس نے بطور علامت کے اس کی قبر بحیرہ مردار کے قریب بنادی جو تصویری زبان میں ہجرت مسیح کی یادگار تھا۔ جس سے یہ تاثر دینا مقصود تھا کہ یہود اسکی تلاش میں جب یہاں تک پہنچیں گے تو جان لیں گے کہ وہ وفات پاچکا ہے۔ ایسینی برادری کو ان دو آدمیوں نے تدفین میں اسلئے شامل نہیں کیا کہ اصل راز کھل نہ جائے۔ جو یہ تھا کہ قبر میں یسوع کو دفن نہیں کیا گیا اور قبر مصنوعی تھی۔ جن کو بتلایا گیا انکو بھی ہدایت تھی کہ وہ راز کا افشاء نہ کریں۔ اصل حقیقت یہی ہے کہ انکا پیارا

یسوع مسیح ہمیشہ کیلئے ہجرت کے ذریعہ ان سے جدا ہوگیا۔ جسے انہوں نے اپنے لئے مسیح کی موت سے تعبیر کیا۔

اگر یہ موت حقیقی ہوتی تو یسعیاہ باب 53 اورحزقیل باب 34 و37 کی پیشگوئیاں مسیح پر ہرگز چسپاں نہیں ہوسکتیں اور وہ جھوٹی ٹھہرتی ہیں کیونکہ اس صورت میں مسیح کو کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس خود جانے اور اپنی نسل دیکھنے کا موقع نہیں ملتا۔ حالانکہ مسیح کا خود گمشدہ بھیڑوں کو تلاش کر کے انہیں پیغام حق پہنچانا اور شادی کرنا اور اس سے نسل پیدا ہونا اور اس نسل کو اس کا دیکھنا ان پیشگوئیوں کی رُو سے ضروری تھا۔ پیشگوئیاں برحق ہیں اور مسیح کی موت کے متعلق اوپر کا بیان محض ایک استعارہ اور تمثیل ہے نہ کہ اصل حقیقت۔ اسکی وجہ یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ خط لکھنے والے کا یہ خیال تھا کہ اس خط کا علم اگر کسی یہودی کو ہو بھی جائے تب بھی اسکو مسیح کی ہجرت کا پتہ نہ لگے۔ تا کہ انکی تلاش میں یہ خط مددگار نہ ہوسکے۔

بحیرۂ مردار کے غاروں کے صحیفے

آثار قدیمہ کی ان تازہ شہادتوں میں سے جن سے مسیح سے متعلق قرآنی بیانات کی تائید ہوتی ہے، بحیرہ مردار کے غاروں سے برآمد شدہ وہ صحیفے بھی ہیں جو 1947ء سے آج تک برآمد ہوئے ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ 1947ء میں ایک بدو بحیرہ مردار کے مغربی ساحل پر وادی قمران کی چٹانوں میں اپنی بکری کی تلاش میں پھر رہا تھا۔ اس اثناء میں اسکی نظر ایک تنگ غار پر پڑی اس نے اپنے اطمینان کیلئے ایک پتھر اندر پھینکا تو اسے محسوس ہوا کہ وہ کسی برتن سے ٹکرایا ہے۔ دوسرے دن وہ اپنے ایک اور ساتھی کی مدد سے اس غار میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا کہ قطاروں میں بڑے بڑے مرتبان پڑے ہیں۔ اس نے انہیں کھولا تو ان میں دو ہزار سال کے پرانے صحیفے تھے۔ جب ان صحیفوں کی شہرت ہوئی تو یہ جلد ہی دنیا کے قابل ترین محققین کے سامنے آئے۔ جنہوں نے نہایت عرق ریزی، جانفشانی اور حد درجہ احتیاط کے ساتھ ان سالم و بوسیدہ اوراق کو صاف کر کے مطالعہ کے قابل بنایا اور ان پر تحقیقات کیں اور اپنی تحقیقات کے نتائج اور ان صحائف کو پڑھوا کر انکا ترجمہ شائع کر دیا اور بین الاقوامی ماہرینِ آثار قدیمہ کے محققین ابھی تک تحقیقات کر رہے ہیں۔ ان قدیم صحائف کے مضامین پر مشتمل تفصیلات ''ڈیڈسی سکرولز'' کے نام سے شائع کی گئی ہیں۔ ماہرین آثار قدیمہ کی رائے ہے کہ ان صحائف کو مرتب کرنے والے پہلی عیسوی کے وہ عیسائی ہیں جو یہودیوں کی ایذاء رسانیوں سے ایک حد تک محفوظ رہنے کیلئے وادیٔ قمران کے ان غاروں میں آکر پناہ گزین ہوگئے اور انہوں نے اپنے بال بچوں سمیت یہیں رہائش اختیار کر لی تھی۔ جہاں وہ اپنی

روحانی تربیت، خدمت خلق اور مقدس نوشتوں کو ضبطِ تحریر میں لا کر محفوظ کرنے کا کام کرتے رہے۔ جو اس جماعت میں شامل ہوتا تھا اسے یہ عہد کرنا پڑتا تھا کہ میں ہمیشہ پوری دیانتداری اور احتیاط سے صحائف اور نوشتوں کو مخفی و محفوظ رکھوں گا۔

68ء میں جب رومیوں نے یروشلم کے گردونواح کو فتح کر کے وہاں قتل و غارت گری شروع کر دی تو ساتھ ہی عیسائیوں کے مذہبی لٹریچر کو ضائع کرنا شروع کر دیا۔ ان حالات میں عیسائیوں کیلئے اپنے مراکز سے ہجرت کرنا ناگزیر ہو گیا۔ انہوں نے حفاظتی اقدامات کے تحت اس موقع پر اپنی عظیم الشان لائبریری کو جو ''صحف مقدس'' پر مشتمل تھی قریبی غاروں میں منتقل کر دیا اور غاروں کا منہ بند کر دیا۔☆

ان صحائف سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نامعلوم زندگی کے حالات اور واقعہ صلیب سے بچنے کے بعد ان زبوروں اور دعاؤں کا علم ہو جاتا ہے جو انہوں نے خدا سے مانگیں۔ ان سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ خدا کا ایک راستباز نبی یہودیوں کی طرف مبعوث ہوا۔ یروشلم کے علماء، یہود اور انکے سردار کاہن نے اسکی ہر ممکن مخالفت کی اور اس مقدس اور پُر امن زندگی بسر کرنے والے انسان کو گرفتار کر کے بہت سی اذیتیں دی گئیں۔ اس پر مقدمہ چلایا گیا اور اسے حکومت کا باغی قرار دے کر صلیب پر لعنتی موت مارنے کا فیصلہ سنا دیا گیا اور اسے صلیب پر چڑھا کر لعنتی موت مارنے کی کوشش بھی کی گئی لیکن اللہ تعالیٰ نے اس صادق انسان اور سچے نبی کو موت کے منہ سے بچا کر دشمنوں کو خائب و خاسر کر دیا ور اسے ایک بلند و بالا حفاظتی دیواروں کے ملک میں پناہ دی گئی۔ اس میں جو حمد یہ گیت ہیں ان میں بیان کیا گیا ہے کہ خدا نے دشمن کے ہاتھوں اور موت کے پنجوں سے اسے نجات دیدی۔ خدا نے اسکی دعاؤں کو سنا اور لعنتی موت سے بچا لیا اور اب وہ دنیا کے وسیع میدانوں کا سفر کر کے اسرائیلی گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں میں خدا کا نام بلند کرے گا اور انہیں پیغام حق پہنچائے گا۔

کیمبرج ڈاکٹر جے ایل ٹیشنر (Dr.J.L.TEICHNER) لکھتے ہیں:

''بحیرہ مردار کے صحائف میں صادق استاد اور اسکی غریب جماعت کا ذکر ہے اور تعلیمات کو بگاڑنے والے ایک مبلّغ کا بھی۔ یہ غریب جماعت ابیونی عیسائی ہیں جو یہودیوں میں سے مسیح پر ایمان لائے تھے اور انہوں نے یہودی شریعت پر برابر عمل جاری رکھا اور مقدس استاد یسوع ناصری ہیں۔''۞

ذیل میں ہم اس ''مقدس استاذ'' کے زبوروں سے چند اقتباسات نقل کرتے ہیں تا کہ قارئین خود اندازہ کر سکیں کہ یہ صادق استاد سوائے یسوع مسیح کے اور کوئی نہیں ہو سکتا، زبور چہارم میں فرماتے ہیں:

☆ - The Dead Sea Community by KURT SEHBEIT.p.35

۞-The scrolls from the Dead Sea by Edmond wilson.p 97.

''اے خداوند! تو مبارک ہے جس نے اپنے دل میں عرفان کا چشمہ کھولا۔ اگر تیری رضا ہو تو تُو اپنی باندی کے جنے ہوئے☆ کا رفع کرے گا تاکہ وہ تیرے منتخب انسانوں میں شامل ہو اور تیرے حضور ہمیشہ ہمیشہ کھڑا رہے۔''

زبور 12 میں فرماتے ہیں۔

''میں موت کے دروازے تک پہنچ گیا ہوں، لیکن ''بلند و بالا حفاظتی دیوار'' کے اندر مجھے محفوظ کر دیا جائیگا۔ اے میرے خدا! تیری صداقت مجھے بچالے گی۔''

بلند و بالا حفاظتی دیوار میں محفوظ کرنے سے مراد مسیح کو کشمیر جنت نظیر میں پناہ دینا تھا۔ جیسا لفظ رَبْوَةٍ ذَاتِ قَـرَارٍ وَّ مَعِيْنٍ کا بھی مفہوم ہے۔ ان قدیم صحیفوں سے یہ بھی انکشاف ہوا ہے کہ مسیح کا ایک نام فلسطین میں یوز آسف بھی تھا، زبور 8 میں فرماتے ہیں:

''میں عزم لے کر اٹھوں گا اور جب مجھے اذیت کا سامنا ہوگا تو میری روح توانا ہوگی کیونکہ میں نے تیری کریمی اور تیری رحمت کے چشموں کو سہارا بنایا ہے۔''

زبور چہارم میں فرمایا:

''اے میرے خداوند! میں تیرا شکر ادا کرتا ہوں کہ تیری نگاہیں میری روح پر مرکوز ہیں۔ تو نے مجھے انکے غضب سے بچایا جو تیری جھوٹی حمد کرتے ہیں۔ تو نے غریب کی جان بچائی جس کا خون وہ اس غرور کی تشہیر کیلئے بہانا چاہتے تھے کہ وہ تیرے عبادت گزار ہیں انہوں نے شر پسندوں کے کہنے پر مجھے لعنت و ملامت کیلئے چُنا، لیکن اے میرے خدا! تو زور آور کے ہاتھ سے بچانے کیلئے غریب اور بے آسرا کی مدد کو آ پہنچا۔ تو نے مجھے ہمت عطا کی کہ میں انکی شیطانی تدابیر اور رومنوں کے پاس مخبری کے خوف سے تیری عبادت کے ترک کرنے کے گناہ سے بچا رہا۔'' (زبور 4)

زبور 3 میں فرمایا:

''میرا قدم سچائی پر پوری طرح گامزن رہے گا اور میں یہود کے حلقوں میں (یعنی جو

☆ خداوند کی باندی حضرت مریمؑ والدہ مسیح ہیں۔ لوقا کی انجیل میں حضرت مریم نے خود فرمایا ''میں خداوند کی باندی ہوں، اس نے اپنی باندی کی عاجزی پر نظر کی، اب سے ہر زمانہ کے لوگ مجھے مبارک کہیں گے۔'' (لوقا باب 1 آیت 46 تا 48)

یہود غیر قوموں میں جا بجا پھیلے ہوئے ہیں) تیرے نام کی ثناء کروں گا۔

(زبور 3)

اپنے وطن سے بے وطن کئے جانے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

''پس مجھے میرے وطن سے نکال دیا گیا ہے جیسے پرندے کو گھونسلے سے، میرے عزیز و اقارب مجھے چھوڑ گئے۔ وہ مجھے ایک ٹوٹا ہوا برتن سمجھتے ہیں، لیکن اے خدا! تو شیطان کے تمام حربوں کو ناکام بنادے گا۔''

(زبور 8۔الف)

غیر ملکوں میں مسیح کی قبولیت اور نصرت الٰہی کا بھی ان زبوروں میں ذکر ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ جب مسیحؑ اجنبی ممالک میں تھے تو وہاں انہوں نے اپنی دعاؤں میں اپنی قبولیت کا جو ذکر کیا ہے وہ زبور بھی بحیرہ مردار میں پہنچا کر محفوظ کئے گئے۔ چنانچہ زبور 1 میں فرمایا:

''خداوند! میں تیری حمد کرتا ہوں کہ تو نے ایک غیر اور اجنبی ملک کے سفر میں بھی میرا ساتھ نہیں چھوڑا۔۔۔۔ تو بے بسی میں میرا آسرا ہوگا۔ تو مجھے ایک اجنبی سرزمین میں لے آیا ہے۔ اے میرے خداوند! تو مجھے بنی آدم سے مخفی رکھے گا۔''

(زبور 1)

ان زبوروں میں زبور پڑھنے والے نے اپنے آپ کو باندی کا بیٹا کہا ہے اور یہ انکی مخبری یہودیوں نے رومی حکومت کے پاس کی اور انکی جان لینے کی کوشش کی اور بعد میں وہ غیر ملکوں میں منتشر یہودیوں میں تبلیغ کیلئے وطن سے ہجرت کر گئے اور وہاں انہیں قبولیت حاصل ہوئی اور بلند و بالا حفاظتی دیوار کے ملک میں وہ بس گئے۔ پس وہ حضرت عیسیٰؑ کے سوا اور کون ہو سکتے ہیں۔ ☆

☆ بحیرہ مردار کے صحائف اور زبوروں کے تفصیل مطالعہ کیلئے دیکھئے ''اصحاب کہف کے صحیفے'' اور ''صحائف قمران'' از شیخ عبدالقادر صاحب لاہور۔

باب ششم

قدیم ہندو لٹریچر میں مسیح کے کشمیر میں آنے کا ذکر

قرآن، بائیبل اور قدیم آثار مذکورہ دلائل وشواہد کی تائید قدیم ہندو لٹریچر سے بھی واضح طور پر ہوتی ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم (علیہ السلام) ہمالہ دیش کشمیر میں موجود تھے جبکہ ''ساکا دیش'' کے ایک راجہ نے ان سے ملاقات کی تھی اور انہیں انکے ساتھیوں سمیت اس ملک میں بسا دیا تھا۔ یہ بیان ہندوؤں کیا ایک مقدس کتاب ''بھوش مہا پُران'' میں مذکور ہے جو ان کے اٹھارہ (18) مقدس پُرانوں میں سے ایک ہے۔ تاریخی رویات کے مطابق یہ پُران 115ء میں مرتب کیا گیا اور 1910ء میں مہاراجہ پرتاب سنگھ (راجہ کشمیر) کے حکم سے سنسکرت میں بمبئی سے شائع کرایا گیا تھا۔ اس میں لکھا ہے کہ شک دیش (ساکا دیش) کے ایک راجہ نے کوہ ہمالیہ کے دامن کشمیر میں عیسیٰ مسیح سے ملاقات کی اور انکے مذہب کے بارے میں معلومات کیں اور راجہ نے انہیں اس ملک میں بسا دیا۔

بھوش پُران میں مسیحؑ کی کشمیر میں راجہ سے ملاقات کا ذکر

متعلقہ سنسکرت عبارت کا ترجمہ اردو اور انگریزی میں کئی سنسکرت دان علماء نے کیا ہے۔ اصل عبارت کا عکس کتاب ہذا میں شامل ہے۔ اس عکسی عبارت کا ترجمہ یہاں پنڈت لکھشمن آریہ اپدیشک کی کتاب ''بھوشیہ پُران کی الوچنا'' سے نقل کرتے ہیں۔ پھر بعض اور ترجمے بھی نقل کرتے ہوئے ضروری وضاحتیں بھی کریں گے۔ پنڈت لکھشمن کا ترجمہ تنقیدی ہے نہ لفظی اور وہ یہ ہے:

> ''ایک بار شک دیش کا راجہ (شالباہن) ہمالہ کی چوٹی پر گیا تو اس طاقتور راجہ نے ''ہون دیش'' کے بیچ میں پہاڑ پر بیٹھے ہوئے ایک گورے رنگ والے سفید کپڑے پہنے ہوئے پاک انسان کو دیکھا، راجہ نے اس سے پوچھا آپ کون ہیں؟ وہ خوش ہو کر بولا، میں کماری کے گربھ (حمل) سے پیدا ہوا، خدا کا بیٹا ہوں، میں ملیچھ دھرم (غیر ملکی دھرم) کا اپدیشک (واعظ) ہوں اور سیتہ برت کا دھارن کرنے والا ہوں۔ یہ سن کر راجہ نے کہا آپ کون سے دھرم کو مانتے ہیں؟ وہ بولا مہاراج! ملیچھ دیش میں سیتہ کے ناش ہونے (صداقت معدوم ہونے) اور مریادا کے ٹوٹ جانے

سے (حدود قائم نہ رہنے سے) میں مسیح کے روپ میں پرگھٹ (ظاہر) ہوا ہوں۔ ملیچھوں کے بیچ میں ایشا سی بھینگر پرگھٹ ہوئی۔ میں اسکو ملیچھوں سے پراپت کر کے مسیح بھاؤ کو پراپت ہو گیا۔ میں نے ملیچھوں میں جو دھرم ستھاپن کیا ہے، راجن سے آپ سنئیے۔

''دیہہ میں رہنے والے نیک و بد وچار روپی مل (ناپاکی) سے یگت (ملوث) من کو نرمل (صاف) کر کے ادہک نرمل ویدک جپ (پاک ویدک ورد) کو گرہن (اختیار) کر کے اسکا جپ کرے اور انسان نیائے اور سیتہ بانی کو من سے ایکا گر کر کے دھیان سے منڈل میں دیا پک ایش (خدا) کی پوجا کرے۔ پربھو سا کھشات اُچل (قیوم) ہے اور سوریہ (سورج) ہمیشہ چلائمان ہے۔ پربھو چلائمان تتوؤں (ذرّوں) کا چاروں طرف آکرشن کرنے والا ہے۔ ہے راجن! اس کرم سے مسیحا ناش کو پراپت ہوگئی فیتہ شدہ تتھا کلیان کاری ایش (خدا) کی مورتی ہردے (دل) میں پراپت ہونے کا کارن میرا عیسیٰ مسیح یہ نام مشہور ہے۔''☆

پنڈت لکھشمن نے عیسیٰ مسیح کا بیان کے عنوان کے تحت یہ ترجمہ کر کے لکھا ہے کہ اس لیکھ میں بائیبل میں بیان شدہ مریم کے پُتر عیسیٰ کا ذکر ہے اور عیسیٰ کے دھرم (مذہب) کو نیائے تتھا سیتہ کے یکت اور ویدک سدھ کیا گیا ہے۔ ۞

اس نوٹ سے ظاہر ہے کہ یہ ترجمہ تنقیدی ہے نہ کہ اصل الفاظ کا لفظی ترجمہ، اس ترجمہ کے پیش کرنے والے نے اسے ویدک دھرم کے مطابق بنانے کی کوشش کی ہے۔ الوچنا کی اس عبارت میں ہندی الفاظ کی بھرمار ہے۔ اس کا اردو دانوں کیلئے سمجھنا مشکل ہے۔ اس اقتباس کا ترجمہ نذیر احمد صاحب نے اپنی کتاب ''جیز زان ہیون آن ارتھ'' کے صفحہ 369 پر انگریزی زبان میں درج کیا ہے۔ اس انگریزی ترجمہ کا اردو ترجمہ یہ ہے:

''ساکا آریہ دیش (انڈیا) کی طرف آئے دریائے سندھ کو عبور کرنے کے بعد کچھ ان میں سے ہمالہ کے دوسری راہوں سے آئے اور علاقہ میں لوٹ شروع کی۔ کچھ عرصہ کے بعد ان میں سے بعض نے یہ کام

☆ پرتی سرگ پرب کھنڈ 3۔ ادھیائے 2۔ شوک 21 تا 31۔ ۞ بھوشیہ پران کی الوچنا صفحہ 9 تا 11 مطبوعہ ہندوستان پرنٹنگ ورکس دہلی۔

چھوڑ دیا اور لوٹ کے مال کیساتھ واپس ہو گئے۔اس سے کچھ عرصہ بعد راجہ شالواہن تخت پر قابض ہو گیا۔

اس نے تھوڑے ہی عرصہ میں ساکاؤں، چینیوں، تاتاریوں، والھکوں (بخارا کے رہنے والوں) کامرویوں (پارتھیوں) اور خراسانیوں کو شکست دی اور انہیں سزا دی پھر اس نے ملیچھوں اور آریوں کو الگ الگ ملکوں میں آباد کر دیا۔ملیچھوں کو دریائے سندھ سے پار اور آریوں کو دریا کے اس جانب رکھا گیا۔

ایک دن راجہ ہمالہ کے ایک ملک میں گیا وہاں پر ساکا قوم کے راجہ کو دین مقام پر دیکھا۔یہ شخص سفید رنگ اور سفید لباس پہنے ہوئے تھا۔راجہ نے (اسے) پوچھا کہ وہ کون ہیں؟ اس کا جواب یہ تھا کہ وہ یوساشافت (یوز آسف) ہے اور ایک عورت کے ہاں پیدا ہوا ہے۔(شالواہن کے حیران ہونے پر) اس نے کہا وہ سچ کہتا ہے اور وہ مذہب کو پاکیزہ بنانا چاہتا ہے۔راجہ نے پوچھا اس کا مذہب کیا ہے؟ اس نے جواب دیا، اے راجہ! جب ملیچھ دیش میں سچائی غائب ہو گئی اور (بدعملی کی) کوئی حد نہ رہی تو میں وہاں ظاہر ہوا اور میرے کام سے مجرموں اور شریروں نے تکلیف اٹھائی اور میں نے بھی انکے ہاتھوں سے تکلیف اٹھائی۔راجہ نے اس سے پوچھا اس کا مذہب کیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ وہ محبت، سچائی، دل کی پاکیزگی ہے اور اس وجہ سے میں مسیح کہلاتا ہوں۔راجہ آداب بجالانے کے بعد واپس چلا گیا۔''

بھوشیہ مہاپران کی آلوچنا میں نقاد مترجم نے مسیح کے کنواری عورت سے پیدا ہونے کا ذکر کیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ خواجہ نذیر احمد نے کنواری کا لفظ اپنے عقیدہ کے خلاف پا کر ترجمہ سے حذف کر دیا۔کیونکہ وہ لاہوریوں کے احمدی فریق سے تعلق رکھتے ہیں جنہوں نے یہ عقیدہ اختیار کر رکھا ہے کہ مسیح کنواری کے پیٹ سے بن باپ پیدا نہیں ہوا تھا۔خواجہ نذیر احمد صاحب کے ترجمہ کا اسکے بعد کا حصہ خود اس لفظ کے کاٹا جانے پر روشن دلیل ہے۔کیونکہ آگے لکھا ہے اس پر راجہ حیران ہوا اور مسیح نے اسے جواب دیا کہ وہ سچ کہتا ہے۔اگر کنواری عورت سے پیدا ہونے کا ذکر نہ ہوتا، عام عورت سے پیدا ہونے کے ذکر کی نہ ضرورت تھی اور اس صورت میں اس کے بلاضرورت ذکر کرنے پر راجہ حیران نہیں ہو سکتا تھا۔پس ''بھوشیہ مہاپران'' میں کنواری عورت سے مسیح کے پیدا ہونے کا ذکر ضرور موجود ہے ورنہ الوچنا میں پنڈت لکھشمن کماری (کنواری) عورت کے الفاظ ترجمہ میں نہ لکھتے۔

یورپ کے دو ممتاز علماء رابرٹ گریوز اور ریشوعا پوڈرو کو خواجہ نذیر احمد صاحب مرحوم کی مذکور کتاب سے پتہ لگا کہ بھوش مہاپران میں ہمالہ دیش کی چوٹیوں پر ایک راجہ کی حضرت مسیح سے ملاقات کا ذکر ہے۔انہوں نے اصل حوالہ کی تحقیق کیلئے ہندوستان کے ایک سنسکرت دان عالم کو لکھا جو اس وقت ٹاٹا انسٹیٹیوٹ آف

فنڈامینٹل ریسرچ بمبئی سے متعلق تھے۔اسکا نام پروفیسر ڈی۔ڈی کوسامبی ہے۔کوسامبی کے ترجمہ میں بھی کنواری سے پیدا ہونے کا ذکر موجود ہے۔پس الوچنا والے ترجمہ اور ڈی۔ڈی کوسامبی والے ترجمہ ہر دو سے مسیح کے کنواری سے پیدا ہونے کا ذکر موجود ہے۔

یہ واضح رہے کہ بھوشیہ پران کے دو متن ہیں جن میں مسیح سے راجہ کی ملاقات کے بارہ میں مندرجہ واقعات میں بہت کچھ اختلاف بھی ہے۔تاہم دونوں متن اس بات پر متفق ہیں کہ مسیح کنواری کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔پس خواجہ نذیر احمد کی تحریف افسوسناک ہے،خدا انہیں معاف کرے۔

ذیل میں ہم پروفیسر ڈی۔ڈی کوسامبی کا ترجمہ بھی رابرٹ گریوز اور یشوعا پوڈرو کی کتاب ''جیز زان روم''(Jesus in Rome)کے صفحہ 77,76 سے نقل کرتے ہیں:

"Once, the chief of the Sakas (Salivahana himself, their conqueror?) went to height of the Himalayas . There, in the land of the Huns(i.e. the Kushans) he,.... powerful king, saw an auspicious man , fair in colour and clad in white garments. Who are you ? he asked

The other replied : Know me to be the son of God, born from a virgin's womb, preacher of the religion of the infidels (Meleccha), steadfast in following the path'.

On hearing this, the King asked: What are your religious principles?

The other replied:Great King, when Truth had come to an end all morals had been lost among the infidels , I, the MASIHA arose. The goddes of the wages (DASYU) namely IHAMASE (the goddes Masi) manifested herself in terrifying guise; and I, having reched her in the infidel fashion, attained the status of MASIHA. O King , listen to that religion

(of hers) which I imposed upon the infidels; " Having cleansed the kind and purfied the impure body, and had recourse...the prayer of the NAIGAMA (Holy Book), man must worship the pure Eternal by justice, truth, unity of mind and meditation, man must worship Isa (God) in the sun's Heaven (SURYAMANDALA,which could also mean " the sun's disk".) That Lord, himself as immovable (from his course) as the Sun, always at last ... the essence of all erring creatures. " With this (message) O King, Masiha Ihamasi? vanished; and the blissful image of Isa, the bliss-giving, being ever in my heart, my name has been established as " Isa Masiha" Having heard these words, the King removed that infidel preist and established him in the pitiless land of the Infidels. The nucleus of the story is the legend that the " infidel Preist " called himself Isa Masih clearly ' Jesu the Messiah ' on which an attempt at a Sanscrit etymology has been embroidered but the Goddess Masi is a fiction, unknown elsewhere. The Lord NAIGAMA can not be taken as referring to Hindu Scriptures and perhaps... the Bible'. KIng Salivahana is traditionally credited with having inaugurated the present Hindu era, which begins in A.D. 78, but here he is said to have defeated the Romans and the Chinese successes which might be claimed for a Kushan... but not for any King of India proper.

If St. Thomas, whose tomb is shown at Mylapore (Madras), also in Malabar...(perhaps) in Ceylon, made peregrinations to these regions, his Teacher may ... have travelled to ; but to accept A.D. 78 as Salivahana's date would make ... over eighty years old at the supposed meeting.

JESUS IN ROME

By Robert Graves and Joshua Podro

Published by Cassele & Company Ltd. London

Chapter The Tomb of Jesus.

Page 76,77,78 and 79.

اس کا اردو ترجمہ یوں ہے:

''ایک دفعہ ساکا قوم کا سردار (خود شالواہن جو انکا فاتح تھا) ہمالیہ کی ایک چوٹی پر گیا۔ وہاں ہُن (یعنی کُشان) کی سرزمین میں اس طاقتور بادشاہ نے ایک بابرکت آدمی کو جو سفید رنگ کا سفید لباس پہنے تھا دیکھا، اس نے پوچھا! تم کون ہو؟ دوسرے نے جواب دیا، مجھے خدا کا بیٹا جان لو، میں کنواری کے حمل سے پیدا ہوا ہوں، میں ملیچھوں کے مذہب کا واعظ ہوں اور صداقت کی پیروی میں مضبوط ہوں۔

یہ سننے پر بادشاہ نے پوچھا آپ کے مذہب کے اصول کیا ہیں؟ دوسرے نے جواب دیا، شاہ معظم! ملیچھوں میں سچائی کا خاتمہ ہو گیا اور اخلاق ضائع ہو گئے۔ میں جو مسیح ہوں مبعوث ہوا۔ غیر مہذبوں کی دیوی (درسیو) جس کا نام اھاماسی ہے نے اپنے آپ کو خوفناک بھیس میں ظاہر کیا اور میں نے اس کے ملیچھوں کے طریق پر پہنچ کر اس سے مسیح کا مقام حاصل کیا۔ اے بادشاہ! آپ اس مذہب کو سنیں جو میں نے ملیچھوں میں نافذ کیا۔ اپنی انسانیت کو صاف اور جسم کو پاک کرنے کے بعد اور ''نے گما'' کو عبادت میں استعمال کرتے ہوئے انسان کو ابدی مقدس ہستی کی عبادت کرنی چاہئے۔ انصاف سچائی، دلجمعی اور پوری توجہ کے ساتھ انسان کو اس (خدا) کی عبادت کرنی چاہئے جو سورج کے آسمان میں (سوریہ منڈالا جو کہ سورج کی

ٹکیہ ہے) ہے۔خدا خودا پنے طریق کونہیں چھوڑتا جس طرح سورج ہمیشہ آخر کار سب خطا کار مخلوق کی روح کو اپنی طرف متوجہ کرتا ہے۔اس پیغام کے ساتھ اے بادشاہ (ایھاماسی؟) غائب ہوگئی اور ایشا (خدا) کی بابرکت تصویر جو برکت دینے والی تھی چونکہ ہمیشہ میرے دل میں تھی، میرا نام عیسیٰ مسیح قرار دیا گیا۔یہ الفاظ سننے کے بعد بادشاہ نے ملیچھوں کے سردار کو وہاں سے روانہ کردیا اور ان کو ملیچھوں کی بے رحم زمین میں بسادیا۔‘‘

کتاب میں لکھا ہے کہ بھوشیہ مہاپران کے دو علیحدہ علیحدہ متن ہیں جن میں باہم بہت اختلاف ہے۔ دونوں ہی بمبئی میں 1910ء میں طبع ہوئیں۔ہم یہ اطلاع پروفیسر ڈی۔ڈی کوسامی کی طرف سے دے رہے ہیں جو سنسکرت کا مشہور عالم ہے۔

خواجہ نذیر احمد کا اقتباس اس اقتباس سے پہلے دیا گیا ہے اسے خواجہ صاحب نے سُتا کا مہاپران بتایا ہے۔جو 1910ء میں راجہ پرتاب سنگھ (مہاراجہ کشمیر) کے حکم سے شائع ہوا۔اس مہاپران کے اقتباس میں راجہ شالواہن کا ساکا راجہ سے ملنے کا ذکر ہے جس نے شالواہن کو یہ بتایا کہ میں یُوسا شافت اور عیسیٰ مسیح ہوں، اس بارہ میں پروفیسر کوسامی کی رائے ’’جیز ز اِن روم‘‘ میں صفحہ 7 پر یہ درج کی گئی ہے کہ طاقتور بادشاہ جس کا اس اقتباس میں ذکر ہے۔کشان کا بادشاہ تھا اور اس اقتباس میں شالباہن کا نام غلطی سے لکھا گیا ہے کیونکہ اس نے بھی ساکا قوم کو شکست دی تھی۔شاید اصل ریکارڈ میں کشان کے بادشاہ کنشک کی طرف اشارہ ہے جو کہ شالباہن کا ہمعصر تھا۔کنشک کی تاجپوشی کی تاریخ ڈاکٹر جان فلیٹ نے جو انسائیکلوپیڈیا برطانیہ انڈین انسکریشن کے مصنف ہیں 58 ق۔م میں لکھا ہے۔بہر حال کنشک پشاور پر حکومت رکھتا تھا اور اسکے متعلق یہ معلوم ہے کہ اس نے کشمیر کو فتح کیا تھا اور جب وہ دین مقام کشمیر پر تھا تو ممکن ہے اس نے غلطی سے مبارک شخصیت (جس سے اس نے ملاقات کی) کوساکا قوم کا راجہ سمجھ لیا ہو۔

ہندوستان کی وقائع نگاری اب تک بھی پراگندگی کی حالت میں ہے اور بعض تاریخ دان خیال کرتے ہیں کہ شالواہن کے عہد کا افتتاح درحقیقت کنشک کے ذریعہ ہوا تھا۔ہماری رائے یہ ہے کہ تاریخ کشمیر سے جو ملّا نادری کی خیال کی جاتی ہے اس کے اقتباس سے جس کا فوٹو پرنٹ بھی اس کتاب میں شامل ہے۔ یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کشمیر کا راجہ جس کے زمانہ میں یوز آسف سرینگر میں رہتا تھا اور جو یسوع مسیح خیال کیا جاتا تھا، گوپانند (گوپادت) تھا جو اپنے باپ راجہ اکھ کے معزول ہونے کے بعد حکمران بنا تھا۔

کوسامی کی اس رائے کے پیش نظر کہ شالواہن کی ملاقات مسیح سے نہیں ہوئی تھی بلکہ کنشک کی

ملاقات کا امکان ہے۔ ہم اپنے اس خیال کو ترجیح دیتے ہیں کہ بہت ممکن ہے کہ مسیح سے ملاقات راجہ گوپانند کی دین مقام پر ہوئی ہو جو سرینگر سے دس میل کے فاصلہ پر گندھک کے چشموں والا مقام ہے۔ جسے مہاپران کے پروفیسر کوسامی کی پیش کردہ اقتباس میں اس راجہ کے متعلق ہے کہ اس نے اس بابرکت آدمی کو ''بے رحموں کی سرزمین'' میں بسا دیا تھا۔

مہاپران لکھنے والا متعصب ہندو تعصب کی وجہ سے کنشک کی اس بدھ حکومت کی سرزمین کو ''بے رحموں کی سرزمین'' قرار دیتا ہے کیونکہ وہ ان لوگوں کو غاصب جانتا ہے۔

اس بات کا بھی امکان ہے کہ مسیح کی ملاقات کوسامی کی رائے کے مطابق کنشک سے ہوئی ہو اور کنشک نے اپنے ماتحت راجہ گوپانند کے علاقہ میں سرینگر کے مقام پر بھجوا دیا ہو اور وہیں بسا دیا ہو۔ اگر یہ تاریخی حقیقت درست سمجھی جائے جس کے درست ہونے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی تو ہمارے نزدیک دین مقام پر یوز آسف یا عیسیٰ مسیح سے گوپانند کی ملاقات ترجیح رکھتا ہے۔

''اھاماسی'' دیوی سے کیا مراد ہے

اس اقتباس کے اس حصے پر جس میں اھاماسی کے خوفناک روپ میں ظاہر ہونے کا ذکر ہے۔ ''جیز زان روم'' کے مصنفین نے بطور تشریح لکھا ہے کہ اس اقتباس کی کہانی ایک افسانوی رنگ رکھتی ہے۔ ملیچھوں کے واعظ مسیح سے صاف طور پر یسوع مسیح مراد ہے جسے سنسکرت علم الانساب کے مطابق ڈھالنے کا ارادہ کیا گیا ہے۔ اس میں ''دیوی ماسی'' کا ذکر محض ایک اختراع ہے جس کا کسی اور جگہ کہیں ذکر نہیں ہے یہ رائے ان مصنفین کی درست ہے لیکن ہم اس پر اتنا اضافہ کرنا چاہتے ہیں کہ اس بناوٹ اور اختراع میں سناتن دھرمی ہندوؤں کے مذہبی تصورات کا اثر پایا جاتا ہے۔ مسیح نے یہ کہا ہوگا جیسا انجیل میں بھی مذکور ہے کہ خدا کی طرف سے مبعوث ہونے پر اس پر ''روح القدس'' نازل ہوا جسے عیسائی تو خدا کی ایک تیسری اقنوم اور مسلمان خدا کی طرف سے وحی لانے والا فرشتہ جانتے ہیں۔ اس سے ملتا جلتا تصور سناتنی ہندوؤں میں دیوی دیوتاؤں کا ہے جنہیں وہ خدائی کاموں میں متصرف جانتے ہیں، لیکن اذن الٰہی سے نہ کہ ذاتی طور پر اس کہانی میں مہاپران کے لکھنے والے نے روح القدس کا نام اس کے نزول کی حقیقت کو نہ جاننے کی وجہ سے مسیح بنانے والی دیوی رکھ دیا ہے۔ مسیح پر روح القدس کا نزول انجیل کی رو سے کبوتر کے مثالی وجود میں ہوا تھا پران کی کہانیوں میں اس نزول کو خوفناک روپ میں قرار دیا گیا ہے اسلئے اس بات کا امکان ہے کہ یہ بیان اس حد تک سچا ہو کہ جب مسیح پر کبوتر کی مثال میں روح القدس کا نزول ہوا تو وہ بہت بڑے مجسم کبوتر کا

مثالی وجود تھا جو بڑا ہونے کی وجہ سے کبوتر کا خوفناک روپ دکھائی دیتا تھا۔

''نے گما'' سے کیا مراد ہے

اس اقتباس میں دعاؤں میں جو''نے گما'' کا ذکر آیا ہے''جیز زان روم'' کے مصنفین کے نزدیک اس سے مراد ہندوؤں کی مذہبی کتابیں نہیں۔ممکن ہے اس سے بائیبل مراد ہو۔ہم اس نوٹ پر مستزاد کرتے ہیں کہ''نے گما'' سے مراد زبور کا نغمہ (گیت) ہے۔مسیح نے آرامی یا عبرانی لفظ نغمہ ہی استعمال کیا ہوگا جسے ہندوؤں نے سنسکرت لہجہ میں''نے گما'' لکھ دیا ہے۔کیونکہ اکثر ہندو غین کو گاف کی آواز میں ادا کرتے ہیں۔اور ز کو ج کی آواز میں اور واؤ کو ب کی آواز میں۔

اس کہانی میں جو یہ لکھا ہے کہ خدا تعالیٰ خود غیر متحرک ہے اور سورج کی طرح ہمیشہ غلطی کرنے والی مخلوق کی روح کو اپنی طرف متوجہ کرتا ہے۔اس میں بھی ہندوانہ مذہبی تصور کا اثر ہے کیونکہ ہندو سورج کو اِندر دیوتا جانتے ہیں۔مسیح نے خدا کے تصرف کے بطور تمثیل سورج کی طرح قرار دیا ہوگا کہ جیسے سورج ظلمت اور تاریکی کو دور کرتا ہے اور دنیا کو ٹھوکریں کھانے سے بچاتا ہے۔اسی طرح خدا بھی مخلوق کو اپنی روحانی روشنی سے اپنی طرف متوجہ کرتا ہے۔''ماسی دیوی'' (روح القدس) کے غائب ہونے کے بعد جو یہ ذکر ہے کہ بابرکت ایسا کی تصویر جو برکت دینے والی ہے چونکہ ہمیشہ میرے دل میں تھی میرا نام عیسیٰ مسیح رکھا گیا۔اس میں ایسا کی تصویر سے مراد خدا کی تصویر ہے جسے ہندوانہ میتھالوجی (علم الاصنام) کے مطابق ''ایسا دیوتا'' سمجھ لیا گیا ہے۔جیز زان روم میں اقتباس دیتے ہوئے''ایسا'' کے آگے بریکٹ میں GOD لکھا گیا ہے۔ہم کہہ نہیں سکتے کہ یہ بریکٹ مصنف''جیز زان روم'' کا ہے یا پروفیسر کوسامی کا۔بہر حال کسی کا ہو، یہی بات عیسائی مذہب کی رو سے درست قرار دی جاسکتی ہے۔بہت ممکن ہے کہ اس جگہ سہو کتابت بھی واقع ہوئی ہو اور''ایش'' کو عیسیٰ سمجھ لیا گیا ہو۔جس کے معنی ایشور یا خدا کے ہیں۔

یہودیوں کا پھیلاؤ

بھوش پران کے مطابق بنی اسرائیل ہندوستان کے کثیر حصوں میں پھیلے ہوئے تھے۔چنانچہ بھوش پران میں لکھا ہے کہ:

> ''سرسوتی ندی کے پوتر برہم ورت کے ماسوا سارا جگت ملیچھ اچاریہ حضرت موسیٰ کے پیروؤں سے بھرا پڑا ہے۔''

(پرتی سرگ پرب کھنڈا۔ادھیائے 5 شلوک 30)

پنجاب و ستلج و جمنا کے درمیان علاقہ کو ہندو ''برہماورت'' کہتے تھے۔اس کے علاوہ شمال مغرب کے سارے علاقوں میں چونکہ بنی اسرائیل پھیلے ہوئے تھے اور افغانستان ، ایران، عراق، کشمیر سب جگہ جا بجا منتشر تھے اسلئے کہا گیا کہ ''سارا جگت'' یعنی ساری دنیا پیروانِ موسیٰ سے بھری پڑی ہے۔ بھوشیہ پران کے ایک نسخہ میں تورات کی کتاب پیدائش کے اس حصہ کا خلاصہ درج ہے جس میں آدم سے لے کر حضرت ابراہیم تک کے حالات کا بیان ہے۔☆

ہمالیہ کے دامن میں کلیسیا کا قیام

بندھیا چل میں ''ناتھ جوگی'' ایک ہندو فرقہ ہے انکے پاس ایک کتاب ''ناتھ ما مولی'' نام سے ہے اس میں لکھا ہے:

''عیسیٰ ناتھ کو اپنے ہم وطنوں نے ہاتھوں میں کیل لگا کر سُولی پر چڑھایا اور مُردہ سمجھ کر قبر میں رکھ دیا مگر عیسیٰ ناتھ نے قبر سے نکل کر آریہ دیس میں فرار اختیار کیا اور کوہ ہمالیہ کے دامن (کشمیر) میں ایک خانقاہ قائم کی اور خانیار سرینگر میں انکی سمادھی (مزار) ہے۔''

(ماہنامہ بچترا پوہ 1936ء بزبان بنگلہ)

وسط ایشیا میں مسیح کی سیاحت کی شہرت

پنڈت جواہر لال نہرو سابق وزیر اعظم ہندوستان جو تاریخ ہند پر سند کا درجہ رکھتے ہیں اپنی مشہور کتاب ''Glimpses of World History'' (تاریخ عالم کی جھلکیاں)۞ نامی میں مسیح کی وسط ایشیا، تبت، کشمیر اور حدود چین تک کے شمالی علاقوں میں سیاحت کرنے اور لوگوں میں اس کا یقین ہونے کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"All over central Asia, in Kashmir, Laddakh and Tibet and even farthest north there is still a strong belief that Jesus or Isa travelled about there."

''تمام وسطی ایشیا، کشمیر، لداخ اور تبت اور اسی طرح اس سے اگلے شمالی علاقہ میں اب بھی یہ مضبوط یقین پایا جاتا ہے کہ یسوع یا عیسیٰ نے ان علاقوں میں سفر اختیار کیا۔''

☆ تفصیلات الفرقان فروری 1973ء میں شائع شدہ ہیں۔

۞ کتاب مذکور جواہر لال نہرو سابق وزیر اعظم بھارت صفحہ 86

بھارتی اخبارات میں مسیح کے سفرِ کشمیر کا ذکر

بھارت کے بڑے بڑے اخبارات میں بھی مسیح کے سفرِ کشمیر پر باتصویر مضامین چھپتے رہے ہیں۔ 1972ء میں جے۔این سادھونامی ایک محقق نے بھارت کے مشہور انگریزی میگزین السٹریٹڈ ویکلی انڈیا (بمبئی) میں اپنا سفرنامہ کشمیر شائع کرایا تھا۔اس میں مسیح کے سفرِ کشمیر پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے اور لکھا ہے کہ مسیح نے فلسطین سے نصیبین اور نصیبین سے فارس کا سفر کیا۔ فارس سے وہ افغانستان آئے اور وہاں سے پنجاب میں داخل ہوئے۔ پنجاب سے گلگت گئے، وہاں سے پھر پنجاب آئے اور بنارس میں وعظ کرتے رہے۔ یہاں سے مختلف علاقوں سے ہوتے ہوئے پھر گلگت چلے گئے اور وہاں کچھ وقت گزار کر لداخ، تبت اور نیپال گئے اور یہاں سے کشمیر میں چلے گئے اور وہاں عرصہ رہ کر محلّہ خانیار (سرینگر) میں وفات پائی۔مضمون نگار نے لکھا ہے کہ آپ اپنے شاگردوں اور پیروؤں کے ہمراہ سرینگر تشریف لائے اور عِس بر (یا عِش بر) کے مقام پر جو مشہور شالیمار باغ کے قریب واقع ہے، آپ نے قیام کیا۔ راج ترنگنی (کشمیر کی قدیم تاریخ) کی رُو سے اس مقام کا یہ نام بھی اس کے بعد رکھا گیا جب (حضرت) عیسیٰ وہاں ایک چشمہ کے قریب ٹھہرے۔ یہ چشمہ اب بھی موجود ہے اور مقامی آبادی کے ایک حصہ کے نزدیک متبرک خیال کیا جاتا ہے۔(حضرت) عیسیٰ واقعہ صلیب کے بعد بچ کر ہندوستان میں آئے اور سرینگر کی قبر پر ایک لوح پر عبرانی زبان میں کچھ کندہ ہے لیکن گھِس جانے کی وجہ سے بہت مدھم ہو گیا ہے اور اس کا پڑھا جانا مشکل ہے۔ ہندو محقق نے بعض مغربی سیاحوں کے حوالہ جات بھی مسیح کے صلیب سے بچ کر کشمیر میں وفات پانے کے بارے میں نقل کئے ہیں۔

وہ لکھتے ہیں کہ یہ عجیب حسن اتفاق ہے اور کیا یہ حسن اتفاق ہے؟ کہ کشمیر میں ایک قومی روایت یہود کے ساتھ تعلق کے بارے میں پائی جاتی ہے۔اس سرزمین میں بہت سالوں تک یہ افواہ پھیلی رہی کہ حقیقت میں حضرت مسیح کی وفات سُولی پر واقع نہیں ہوئی تھی بلکہ آپکو اس پر سے اتار لیا گیا تھا اور گمشدہ اسرائیلی قبائل کی تلاش میں آپ وہاں سے غائب ہو گئے تھے۔آپ کشمیر، لداخ اور تبت خورد گئے اور وہاں وفات پا کر سرینگر میں مدفون ہوئے۔☆

☆ اخبار مذکور 2/اپریل 1972ء (ملخصاً)

باب ہفتم

بدھ مذہب کے لٹریچر میں کشمیر میں مسیحؑ کی آمد کا ذکر

واضح ہو کہ عیسائی لٹریچر میں مسیح کی زندگی کے صرف چند سالوں کے حالات ملتے ہیں۔ واقعہ صلیب کے بعد کی زندگی کے حالات عیسائی لٹریچر میں کہیں نہیں ملتے۔ جب سے مسیح کی مشرقی زندگی کا انکشاف ہوا ہے تب سے انکی نامعلوم زندگی کے حالات منظر عام پر آنے لگے ہیں۔ یہ عجیب بات ہے کہ بدھ مذہب کے قدیم لٹریچر میں بھی نہ صرف حضرت مسیح کے کشمیر آنے کا ذکر ملتا ہے بلکہ انکی زندگی کے بارے بہت سے حالات کا پتہ چلتا ہے جو مسیح کو مشرق میں پیش آئے۔ حال ہی میں تبت سے ایسی انجیلیں برآمد ہوئی ہیں جن میں مسیح کی نامعلوم زندگی کے حالات ملتے ہیں۔ یہ انجیلیں بدھ مت کے قدیم لٹریچر میں شامل ہیں۔ انہی ایام میں حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود علیہ السلام نے دنیا کے سامنے مسیحیت کا دعویٰ پیش کیا۔ ایک روسی سیاح نکولس نوٹووچ نے 1890ء کے قریب بدھوں کے مٹھ واقعہ لیہ (دارالخلافہ لداخ) سے یسوع مسیح کی نامعلوم زندگی کے حالات دریافت کر کے فرانسیسی اور انگریزی زبانوں میں شائع کر دیئے اس کتاب میں یہ روسی سیاح لکھتا ہے:

”ہمس کی خانقاہ کے لاما (مذہبی پیشوا) نے حیات مسیح پر مشتمل وہ نسخے مجھے پڑھ کر سنائے جو کہ تبّتی زبان کے گوناگوں نسخوں سے ترتیب دئے گئے تھے۔ یہ نسخے لاسہ لائبریری کے دستاویزات سے ترجمہ کئے گئے تھے۔ یہ دستاویزات ہندوستان، نیپال اور مگدا سے مسیح سے دوسوسال بعد لاسہ لائبریری میں لائی گئیں مسیح کے متعلق جو معلومات بہم پہنچائی گئیں انکو عجیب وغریب طور پر بغیر ربط وتعلق اس زمانہ کے دوسرے واقعات کے ساتھ خلط ملط کر دیا گیا تھا۔“

(یسوع مسیح کی نامعلوم زندگی کے حالات صفحہ 51)

نکولس نوٹووچ نے حضرت مسیح کے صلیبی واقعہ کے ذکر کے علاوہ مسیح کی ان تعلیمات کا بھی ذکر کیا ہے جو اس نے ایران میں زرتشت مت اور ہندوستان میں بدھ مت اور ہندو مت کے بدعات و نامشروعات کے بالمقابل پیش کیں۔ بدھ لٹریچر سے پایا جاتا ہے کہ ہندوستان میں بدھ مت کے اس وقت کے پیروؤں نے مسیح کو بدھ کا مثیل (اوتار) قرار دیا اور مسیح کو گوتم بدھ کی اس پیشگوئی کا مصداق قرار دیا جو انہوں نے مسیح

سے قریب ساڑھے پانچ سو برس پہلے کی تھی کہ ”میرے بعد متیا آئے گا جو میرا چھٹا مرید ہوگا۔ متیا پالی زبان میں عبرانی زبان کے مشیحا کا تلفظ ہے۔ بدھ نے اس کا ایک نام بگوا متیا بھی بتایا تھا۔ بگوا کے معنی سفید رنگ کے ہیں اس سے اشارہ تھا کہ وہ کسی باہر کے ملک سے یہاں آئے گا کیونکہ سفید رنگ ہندوستانیوں کا نہیں ہوتا۔ بلکہ ان کا رنگ سیاہ یا سیاہی مائل ہوتا ہے۔

(دیکھو بدھ مت کی کتاب لگاوتی ستتا) (بحوالہ مسیح ہندوستان میں)

حضرت مسیحؑ بدھ کے بعد چونکہ چھٹی صدی میں ہندوستان آئے تھے اسلئے بدھ نے کہا تھا کہ وہ میرا چھٹا مرید ہوگا۔ اس لئے کہ اس وقت بدھ مت میں کافی خرابیاں پیدا ہوگئی تھیں جن کی اصلاح مسیح نے کی تھی اور یہاں آ کر دعویٰ نبوت بھی کیا تھا اور کہا تھا کہ مجھے خدا نے یہاں اصلاح وتبلیغ کیلئے بھیجا ہے۔ چنانچہ بدھ مت کے تقویٰ شعار لوگ مسیح کو بدھ کی پیشگوئی کا مصداق قرار دیکر اس پر ایمان لائے تھے اور پھر دوسو سال بعد اپنی کتابوں میں بدھ کی سوانح کے ساتھ مسیح ناصری کی سوانح بھی درج کر دی جو نسلاً بعد نسلٍ بدھ مذہب کے لاماؤں کے پاس اب تک موجود ہیں بلکہ ساتویں صدی عیسوی کی وہ کتابیں بھی دستیاب ہو گئی ہیں جن میں مسیحا کو می شی ہو (مسیح) کے تلفظ سے ادا کیا ہے۔ جیسا سر مونیر ولیم نے ”بدھ ازم“ نامی کتاب میں لکھا ہے۔

روسی سیاح نکولس نوٹووچ کی کتاب کی اشاعت سے جب مسیحی دنیا میں شور اٹھا اور بعض متعصب عیسائی مسیح کی نامعلوم زندگی کے حالات کو جعلی قرار دینے لگے تو کتاب کے دوسرے ایڈیشن میں مصنف نے مسیحی دنیا کو چیلنج کیا کہ ایک وفد کشمیر بھیجا جائے جو ان واقعات کی تحقیقات کرے جو میں نے پیش کئے ہیں۔ اس چیلنج کو سوائے ایک مسیحی خاتون لیڈی میرک کے اور کسی نے منظور نہ کیا۔ وہ دارالخلافہ لداخ لیہ پہنچ کر ان واقعات کی تحقیقات کرتی رہی اور بعد میں اس نے اپنی تحقیقات کے نتائج کو شائع کیا۔ یہ فاضل خاتون لکھتی ہیں۔

”لیہ شہر میں ہمیں مسیح کی کہانی ملتی ہے جو یہاں عیسیٰ کے نام سے مشہور تھا۔ اس علاقہ میں مسیح کو خوش آمدید کہی گئی اور یہاں اس نے لوگوں کو تعلیم دی۔“ (اِن دی ورلڈ اٹیک صفحہ 215)

ہندوستان میں عیسیٰ کی تعلیم

نکولس نوٹووچ کی کتاب یسوع کی نامعلوم زندگی کے حالات میں مذکور ہے کہ ہندوستان میں عیسیٰ نے تعلیم دی کہ:

1- شودااور ویش جن کو ہندو ذلیل سمجھتے ہیں، بحثیت انسان کے برابری کا حق رکھتے ہیں.

2- کسی کو کسی انسان کی حق تلفی کا اختیار حاصل نہیں ہے کیونکہ پرمیشر سب مخلوق کا باپ ہے اور باپ کو سب بچے یکساں پیارے ہوتے ہیں۔

3- ویدو پران الہامی نہیں ہیں اور پہلے سے انسان کی راہنمائی کیلئے ایک قانون موجود ہے۔

4- خدا کا خوف کرو اور اسی کے آگے سر جھکاؤ اور اسی کے آگے بھینٹ (قربانی) دھرو۔

5- تری مورتی وشنو، شیو اور دیگر دیوتا خدا کے شریک نہیں تھے۔ حاکم ابدی اور روح ابدی ایک ہی اکھنڈ آتما ہے اور وہی سرشٹی کا کرتا، بالک اور بیل داتا ہے۔

6- اس نے پیدائش کی ہے۔ وہی ہمیشہ سے ہے وہی ہمیشہ رہے گا اور آسمان و زمین میں اس کا کوئی ہمسر نہیں۔

7- خدا نے کسی ذی روح کو اپنی طاقت میں شریک نہیں کیا، چہ جائیکہ کسی غیر ذی روح کو شریک کرتا کیونکہ وہی قادر مطلق ہے۔

8- اس نے سب پانی سے خشک حصہ کو علیحدہ کیا اور انسان کو پیدا کیا اور اس میں اپنی روح پھونکی اور تمام کائنات کو اس کے تابع کیا۔ وہ ہمیشہ اسی حالت پر رہتا ہے اور ہر چیز کی ہستی کیلئے وقت معین کر رکھا ہے۔

9- انسان بھول گیا ہے اسلئے خدا کا غضب جلد نازل ہوگا۔ اس نے پرمیشور کے مندروں کو ناپاک چیزوں سے بھر رکھا ہے اور وہ ان اشیاء کی پوجا کرتا ہے جن کو خدا نے اس کے تابع کیا ہے۔ وہ پتھر اور دھاتوں کی مورتیوں کیلئے انسان کی قربانی کرتا ہے جس میں خدا کی عظیم روح پھونکی گئی ہے۔ نیز وہ شبانہ روز محنت کرنے والوں کو بیش قیمت نعمتوں کے خوان پر بیٹھنے والے سست الوجود کی مہربانی حاصل کرنے کیلئے حقیر جانتا ہے، جو اپنے بھائیوں کو اعلیٰ خوشیوں سے محروم رکھتے ہیں وہ خود ان سے محروم رہیں گے۔ براہمن اور کھشتری شودر بنیں گے اور شودروں کے ساتھ پرماتما ہمیشہ رہے گا۔

قیامت کے دن شودروں کو جہالت کی وجہ سے بہت کچھ معاف کر دیگا اوران کو عذاب دیگا جومزدوری سے خدائی اختیارات کے آپ مختار بن بیٹھے ہیں۔

ویش اورشودروں نے آپ سے سوال کیا کہ وہ کس طرح دعا کریں؟ تو آپ نے فرمایا مورتیوں کی پوجا مت کروکہ وہ سن نہیں سکتیں۔ویدوں کومت سنو کیونکہ ان میں سچائی کا خون کیا گیا ہے۔اپنے آپ کوسب سے بڑا مت سمجھواور اپنے ہمسایوں کوذلیل مت کرو۔غریبوں کی مدد کرو،کمزوروں کو پناہ دیدو،کسی کا نقصان نہ کرواور دوسروں کی چیز کی طمع مت کرو۔☆

پرماتما(خدا) کو چمڑے کی ان آنکھوں سے نہیں دل کی آنکھوں سے دیکھنے کی کوشش کریں اوردل کو پاک کریں۔پاک دل ہی خدا کی رحمت کے حصول کے لائق ہے۔

ابدی مسرت نہ صرف اپنے آپ کو بنانے سے حاصل ہوگی بلکہ اوروں کوراہ راست دکھانے سے بھی۔

مسیح کی یہ تعلیم اسلام کے مطابق ہے اورعقائد کے بارے میں عیسائیوں کے موجودہ نظریات کے خلاف ہے لیکن انجیل کی تعلیم سے ملتی جلتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ عملی تعلیم دینے والا انجیل ہی کا واعظ ہے نہ کوئی دوسرا۔

☆☆☆☆☆

☆یسوع مسیح کی نامعلوم زندگی کے حالات فصل پنجم ازنکولس نوٹووچ مترجم اردو 1899ء مطبع جالندھر۔

باب ہشتم

قدیم کشمیر کے لٹریچر میں

مسیحؑ کی آمد، دعویٰ نبوت اور وفات کا ذکر

مذکورہ قرآنی بیانات کی تائید قدیم کشمیر کی تاریخوں اور مذہبی کتب سے بھی ہوتی ہے جن میں واضح طور پر لکھا ہے کہ حضرت مسیح پیغمبر بنی اسرائیل جن کا ایک نام یوزآسف بھی تھا، فلسطین سے کشمیر کی طرف مرفوع ہوئے۔ انہوں نے دعویٰ نبوت کیا اور اپنے آپ کو اہلِ کشمیر کیلئے پیغمبر قرار دیا کہ وہ انکے لئے خدا کے حکم سے پیغمبر مبعوث کئے گئے ہیں۔ انہوں نے بقیہ عمر یہیں بسر کی اور بالآخر فوت ہو کر محلّہ انزمرہ (سرینگر متصل خانیار) دفن ہوئے اور انکے مقبرہ سے انوار نبوت جلوہ گر ہیں۔

چنانچہ ایک قدیم فارسی تاریخ (قلمی) جو آج سے پانچ سو سال قبل بدشاہ والی کشمیر کے عہد میں ایک مسلمان محقق نے قلمبند کی، اس کا قلمی نسخہ غلام محی الدین صاحب وانچو (سرینگر) کے پاس اس وقت موجود تھا۔ جبکہ 1947ء سے قبل خواجہ نذیر احمد مصنف ''جیز زان ہیون آن ارتھ'' نے اسے دیکھا تھا اور اسکی زیرنظر عبارت کا عکس لیا تھا۔ اسکے شروع کے اوراق شکستہ ہونے کی وجہ سے مصنف کا پتہ نہیں چل سکا، مگر مؤرخین کا اندازہ ہے کہ یہ مُلا نادری کی تصنیف ہے جس کی تاریخ کشمیر میں بڑی اہمیت ہے۔ مگر عرصہ دراز سے یہ گم چلی آ رہی تھی۔ مصنف اس تاریخ میں راجہ گوپادت کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''راجہ گوپانند پسرش بعد از عزل اوبر حکومت رسید و در (عهد حکومت) او بتخانه هائے بسیار (تعمیر شدند) بالائے کوه سلیمان گنبد شکسته بوده برائے تعمیرش یکے از وزرائے خود نامی سلیمان که از پارس آمده بود تعیین نمود. هندوؤاں اعتراض کردند که او غیر دین ملیچھ است. دریں وقت حضرت یوزآسف از بیت المقدس بجانب وادئ اقدس مرفوع شده دعوائے پیغمبر کرد. شب و روز عبادت باری تعالیٰ کردد ر تقویٰ پارسائی بدرجه اعلیٰ رسیده خود را بسالت اهل کشمیر مبعوث (گماریه) و مدعوت خلائق اشتغال نمود زیر اکه کشمیر مردمان خطه عقیدت مند آنحضرت بودند. راجه گوپانند اعتراض هندوؤاں پیش او کرد. بحکم آنحضرت

سلیمان که هندوان نامش سندیمان دادند تکمیل گنبد مذکور کرد (سال پنجاه و چهار ☆)و نیز برنردبان نوشت که دریں وقت یوز آسف دعویٰ پیغمبری می کند و بردیگرسنگ نردبان هم نوشت که ایستاں یسوع پیغمبر بنی اسرائیل است و در کتابِ هندوؤاں دیده ام که آنحضرت بعینهٖ حضرت عیسیٰ روح اللّٰه علیٰ نبینا و علیه الصلوٰة والسلام بودنام یوز آسف هم گرفت. والعلم عندالله. عمر خود دریں بسر برد بعد رحلت بمحله انزمره آسود نیزمی گویند که بروضه آنحضرت انوارِ نبوت جلوه گرمی باشند . وراجه گوپادت شصت سال و دو ماه حکومت نموده در گزشت.'' ۞

ترجمہ: ''راجہ اکھ کے معزول ہونے کے بعد اسکا بیٹا راجہ گوپانند (گوپادت) حکمران ہوا۔ اس کے عہد حکومت میں بہت سے مندر تعمیر ہوئے۔ کوہ سلیمان کی چوٹی پر ایک شکستہ گنبد تھا۔ راجہ نے اسکی تعمیر کے لئے اپنے وزیروں میں سے ایک شخص سلیمان نامی کو جو فارس سے آیا تھا، مقرر کیا۔ ہندوؤں نے اعتراض کیا کہ یہ ملیچھ ہے ہمارے مذہب کا آدمی نہیں۔ اس وقت حضرت یوز آسف بیت المقدس سے وادیٔ اقدس (کشمیر) کی جانب مرفوع ہوئے اور آپ نے پیغمبری کا دعویٰ کیا۔ شب و روز عبادت الٰہی میں مشغول تھے اور تقویٰ اور پارسائی کے اعلیٰ درجہ کو پہنچ کر خود کو اہل کشمیر کی رسالت کیلئے مبعوث قرار دیا اور دعوت خلائق میں مشغول تھے۔ چونکہ خطہ کشمیر کے اکثر لوگ آنخضرت (یوز آسف) کے عقیدت مند تھے راجہ گوپادت نے ہندوؤں کا اعتراض انکے سامنے پیش کیا اور آنخضرت کے حکم سے سلیمان نے جسے ہندوؤں نے سندیمان کا نام دیا، گنبد مذکور کی تکمیل کی (54ء) اس نے گنبد کی سیڑھی پر لکھا کہ اس وقت یوز آسف نے دعویٰ پیغمبری کیا ہے اور دوسری سیڑھی پر لکھا کہ آپ بنی اسرائیل کے پیغمبر یسوع ہیں۔ (مصنف کہتا ہے) کہ میں نے ہندوؤں کی کتاب میں دیکھا ہے کہ آنخضرت (یوز آسف) بعینہٖ حضرت عیسیٰ روح اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام تھے اور آپ نے یوز آسف کا نام بھی اختیار کیا ہوا تھا۔ والعلم عنداللہ۔ آپ نے اپنی عمر اسی جگہ بسر کی اور وفات کے بعد محلّہ انزمرہ (سرینگر) میں دفن ہوئے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آنخضرت کے روضہ سے انوار نبوت جلوہ گر ہوتے ہیں۔ راجہ گوپادت نے ساٹھ سال دو ماہ حکومت کرنے کے بعد انتقال کیا۔''

(تاریخ کشمیر (فارسی قلمی) صفحہ 69)

☆ قوسین میں دیے گئے الفاظ کرم خوردہ تھے جو بڑی مشکل سے پڑھے گئے۔ ۞ تاریخ کشمیر قلمی صفحہ 169 جس کا عکس اگلے صفحے پر شائع کیا جا رہا ہے۔

حضرت مسیحؑ کا رفع الی اللہ اور کشمیر

مصنف تاریخ مذکور نے جو یہ الفاظ لکھے ہیں کہ یوز آسف بیت المقدس سے وادیٔ اقدس (کشمیر) کی طرف مرفوع ہوئے اس سے ظاہر ہے کہ مصنف موصوف کے نزدیک قرآن شریف کی آیت بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ (النساء آیت 159) کے یہ معنی تھے کہ حضرت مسیح کشمیر کی مقدس وادی کی طرف مرفوع ہوئے یعنی اس بلند سرزمین کی طرف ہجرت فرمائی نہ کہ آسمان کی طرف۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ سلطان زین العابدین بدشاہ کے عہد میں مصنف موصوف کا عقیدہ یہ تھا کہ حضرت عیسیٰ آسمان کی طرف نہیں بلکہ کشمیر کی طرف مرفوع ہوئے تھے کیونکہ یوز آسف اور یسوع پیغمبر بنی اسرائیل کو ایک ہی شخصیت قرار دے رہے ہیں اور آیت وَ اٰوَيْنَا هُمَا اِلٰى رَبْوَةٍ سے بھی اسکی تائید ہوتی ہے کہ حضرت مسیح رفع الی اللہ کے ایک معنی کشمیر جنت نظیر کے محفوظ اور بلند و بالا علاقہ میں آپ کو عزت دیے جانا تھے۔

اس تاریخ کے حوالہ کے مطابق راجہ گوپادت نے ہندوؤں کے جھگڑے کا معاملہ تصفیہ کیلئے حضرت عیسیٰؑ کے پیش کیا اور جو فیصلہ کیا اسے کشمیر کی ہندو رعایا نے قبول کرلیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ راجہ گوپادت (راجہ کشمیر) بھی حضرت عیسیٰؑ کا عقیدت مند تھا اور یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ کشمیر میں حضرت عیسیٰ کے پیروؤں کی کثرت ہوگی۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو بادشاہ ہندو رعایا کا جھگڑا فیصلہ کیلئے حضرت عیسیٰ کے پیش نہ کرتا۔

تخت سلیمان کے کتبوں میں مسیح کے دعویٰ نبوت کا ذکر

تخت سلیمان جس کا ذکر اوپر کے اقتباس میں ہوا ہے کشمیر کا قدیم معبد ہے جو ہندوؤں کے قبضے میں تھا اس کے دو مقابلے کی دیواروں کے اندر سیڑھیاں بنائی گئی ہیں۔ ان دو دیواروں اور معبد کے دوستونوں پر فارسی زبان کے خط ثلث میں چار کتبے لکھے ہوئے ہیں۔ دو کتبے تو صاف پڑھے جاتے ہیں لیکن دیواروں کے دو کتبے سکھوں کے عہد میں جب 1819ء میں انکا قبضہ کشمیر پر ہوا تھا، مٹا دیے گئے۔ مٹے ہوئے نقوش اب بھی نظر آتے ہیں مگر پڑھے نہیں جاتے۔

مُلّا نادری کی مذکورہ تاریخ کشمیر کے علاوہ جن تاریخوں اور آثار قدیمہ پر مشتمل کتابوں میں ان کتبوں کا ذکر آتا ہے ان میں سے ایک خواجہ حسن ملک (چیوڈارہ) کی تاریخِ کشمیر ہے انہوں نے یہ تاریخ جہانگیر بادشاہ ہند کے عہد میں لکھی تھی۔ وہ ان چاروں کتبوں کی موجودگی کا ذکر کرتے ہیں لیکن انکا متن درج نہیں کرتے۔ (دیکھو صفحہ 11-12)

2- دوسری مفتی غلام نبی خانیاری کی کتاب وجیز التاریخ ہے جو 1857ء میں لکھی گئی اس میں

چار کتبوں کا ذکر موجود ہے۔ تیسرے کتبے کے الفاظ وہ یوں درج کرتے ہیں:

"دریں وقت یوز آصف دعویٰ پیغمبری میکند سال پنجاہ و چہار"

جب یہ تاریخیں لکھی گئیں اس وقت یوز آسف کے ذکر والے کتبے مٹے نہ تھے بلکہ صاف پڑھے جاتے تھے۔

3- تیسری کتاب میجر ایچ۔ ایچ۔ کول کی ہے۔ وہ اپنی کتاب "ایلسٹریشن آف انیشنٹ بلڈنگ ان کشمیر" میں پہلے دو کتبوں کا فوٹو شامل کرتے ہیں مگر اس وقت سکھوں نے چونکہ دوسرے کتبے مٹا دیے تھے اسلئے ان کے متعلق لکھتے ہیں کہ وہ مٹے ہوئے نقوش ہیں جو دونوں دیواروں کے اطراف پر فارسی زبان میں لکھے ہوئے موجود ہیں۔ (صفحہ 5)

4- چوتھی کتاب پنڈت رام چند کاک کی ہے۔ وہ "انیشنٹ مینو منٹس آف کشمیر" میں دو کتبوں کی عبارت نقل کر کے باقی دو کتبوں کے متعلق لکھتے ہیں کہ یہ دو کتبے پچھلی دو صدیوں میں مٹا دیے گئے۔ عبارت کا نقش ابھی تک موجود ہے جو فارسی رسم الخط میں ہے۔ (صفحہ 74)

پیرزادہ غلام حسن نے سیڑھیوں کے دونوں پہلوؤں کی دیوار پر جن دو عبارتوں کا ذکر کیا ہے ان کا ترجمہ یہ ہے۔ (1) اس وقت یوز آسف نے اپنی نبوت کا اعلان کیا۔ (2) وہ یسوع پیغمبر بنی اسرائیل ہے۔ پھر لکھا ہے جب سکھوں نے کشمیر فتح کیا تو یہ عبارتیں مٹا دی گئیں، یہ اب بھی نظر آتی ہیں مگر صاف طور پر پڑھی نہیں جاتیں۔

(تاریخ کشمیر پیرزادہ غلام حسن باب 25 ریسرچ لائبریری سرینگر)

راجہ گوپادت اور یوز آسف کا زمانہ

مؤرخین لکھتے ہیں کہ یوز آسف راجہ گوپادت کے زمانہ میں کشمیر میں آئے تھے، راجہ گوپادت کے زمانہ میں کافی اختلاف ہے۔ اسکا عہد چار سو سال قبل مسیح سے لے کر ایک سو سال قبل مسیح تک بیان کیا جاتا ہے۔ انگریزی کتاب "جیز زان ہیون آن ارتھ" میں اس راجہ کے عہد حکومت کی تعیین کے متعلق ایک باب قائم کیا گیا ہے اور اس میں تمام مروجہ سنوں پر مفصل بحث کی گئی ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ اس راجہ کا عہد متعین کرنے میں غلطی واقع ہوئی ہے۔ دراصل اس راجہ کا عہد حکومت 49ء سے 109ء تک ہے اور تخت سلیمان کے کتبوں میں جو سال پنجاہ و چہار (54ء) لکھا گیا ہے وہ دراصل 3154 لوکی کا کے مطابق ہے جو راجہ گوپادت کے زمانہ میں رائج تھا اور پنڈت کلہن نے بھی راج ترنگنی میں لوکک سنہ ہی استعمال کیا ہے

اور آج کے زمانوں کی طرح قدیم زمانہ میں بھی سنہ لکھتے وقت صدیاں حذف کی جاتی تھیں۔مثلاً جب 3154ء ہوتا تھا تو اختصاراً صرف 54 لکھا جاتا تھا جیسا آج کل بھی رواج ہے کہ مثلاً آج عیسوی 1960ء ہے تو اسے بطور اختصار 60ء لکھا جاتا ہے اورصدیاں حذف کی جاتی ہیں اور 3154 لوکک 78 عیسوی کے مطابق ہوتا ہے۔

خواجہ موصوف کی بحث سے قطع نظر مؤرخین کشمیر پہلی صدی عیسوی میں بھی ایک راجہ گوپادت کا ذکر کرتے ہیں جو گوپادت اول کی نسل سے تھا۔جس کے متعلق لکھا ہے کہ یہ راجہ قندہار کے پاس کشمیر سے جا کر پناہ گزین ہوا تھا۔گوپادت ایک خطاب ہے جو کئی راجاؤں نے اختیار کیا۔(دیکھو مکمل تاریخ کشمیر از محمد دین فوق حالات گوپادت) کشمیر کی قدیم تاریخ راج ترنگنی میں ابتدائی راجاؤں کے حالات بلاتعیین زمانہ لکھ دیے گئے ہیں اور قدیم ہندو تاریخوں کا یہی حال رہا ہے۔

بالکل ممکن ہے کہ حضرت مسیح گوپادت دوئم کے زمانہ میں کشمیر آئے ہوں اور مسلسل تاریخ نہ ہونے کی وجہ سے اسے گوپادت اول کی طرف منسوب کر دیا گیا ہو۔اس کا مؤید قرینہ یہ ہے کہ گوپادت دوئم کے عہد میں ہمیں تاریخ میں سندیمان کا ذکر ملتا ہے اور سندیمان کے گرو ایشاں دیو کا بیان بھی تاریخ کشمیر میں ملتا ہے۔☆اس لحاظ سے سنین کا اختلاف ختم ہو جاتا ہے۔پہلی صدی عیسوی میں سندیمان، دیو اور گوپادت تینوں کا ذکر اس ایمان کو تقویت دیتا ہے کہ یہ واقعات گوپادت دوم سے تعلق رکھتے ہیں نہ اول سے۔

یوز آسف کے صلیبی زخم کشمیر میں مندمل ہوئے

کشمیر میں ایک اور قلمی تاریخ عربی زبان میں ہے۔ ہماری جماعت کے ایک معزز فرد سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب جب 1932ء میں کشمیر میں گئے تھے تو انہوں نے اس قلمی تاریخ کو وہاں دیکھا تھا۔اس میں یوز آسف کے متعلق جس صفحہ میں ذکر کیا گیا ہے شاہ صاحب نے اس کا فوٹو لے لیا تھا جو قادیان میں محفوظ ہے۔اس عربی قلمی تاریخ میں لکھا ہے:

> ''یوز آسف بڑا بزرگ انسان تھا جو باہر سے کشمیر میں آیا اور اہل کشمیر کو وعظ و نصیحت کرتا، اسکی نصیحت سے لوگوں نے نیکی اختیار کر لی۔ وہ بیماروں کو اپنی دعا سے صحت دیتا تھا۔شروع شروع میں وہ غمگین رہتا تھا لیکن قریباً 65 سال اس ملک میں رہنے اور بہت اہل کشمیر کی اصلاح کے بعد اس کے ہموم نفس دور ہو گئے۔ جب وہ کشمیر آیا تو

☆''ایشاں دیو''''عیسیٰ دیو'' ہی کی بگڑی ہوئی صورت نظر آتی ہے۔ دیو سنسکرت میں دیوتا اور دیوتا پیغمبر کے ہم معنی ہے۔ پس عیسیٰ دیو کے معنی ہوئے عیسیٰ پیغمبر۔انگریز مترجموں نے ''عیسانا دیو'' لکھا ہے یہ بھی عیسیٰ ہی کا بگڑا ہوا تلفظ ہے۔

اس کے ہاتھ اور پاؤں متورم رہتے تھے مگر بعد میں اچھے ہوگئے۔ اسکے دس حواری بھی تھے جن کو اس نے بپتسمہ دیا۔''

(قلمی تاریخ کشمیر عربی)

راج ترنگنی میں ''ایشاں دیو'' کے نام سے عیسیٰ کا ذکر

اسلامی عہد کی تاریخوں کے علاوہ اسلام سے قبل ہندو عہد کی تاریخوں میں بھی ایشاں دیو کے نام سے حضرت عیسیٰ کی کشمیر میں موجودگی اور پیشگوئی کرنے کا ذکر آیا ہے۔ ان میں سے ایک مشہور اور قدیم تاریخ راج ترنگنی بھی ہے جو ایک ہندو برہمن پنڈت کلہن نے بارہویں صدی عیسوی یعنی آج سے آٹھ سو سال قبل لکھی تھی۔ یہ تاریخ ہندوستان کی قدیم تاریخ کا بھی ماخذ ہے اس میں پنڈت کلہن نے پہلی صدی عیسوی میں سلیمان اور اس کے گرو عیسیٰ دیو کا دلچسپ واقعہ ذکر کیا ہے۔ ہندو مؤرخین سلیمان کو سندمتی، سندھی متی، سدھی متی، سندھیمت کے مختلف ناموں سے موسوم کرتے ہیں اور عیسیٰ کا نام عیسا نادیو، ایشان دیو، سندیمان کا گرو وغیرہ لکھتے ہیں۔ بھوشیا پران میں عیسیٰ مسیح بھی لکھا ہے۔ مسلمان مؤرخین سندیمان کا نام سلیمان اور حضرت مسیح کا نام یوز آسف، عیسیٰ روح اللہ، پیغمبر بنی اسرائیل وغیرہ لکھتے ہیں۔ تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ سب ہندو مسلم مؤرخین عیسیٰ دیو اور سندیمان کے اصل واقعہ سے متفق ہیں۔ صرف زبان کے لہجے اور مذہبی تصورات کی وجہ سے اختلاف نظر آتا ہے۔ راج ترنگنی میں عیسیٰ کا ذکر ایشان دیو کے نام سے کیا گیا ہے اور سندیمان کا سندھی متی کے نام سے۔ یہ دلچسپ واقعہ ملخصاً درج ذیل ہے۔

''سندھی متی اس راجہ (جے اندر) کا ایک وزیر تھا۔ شریر آدمیوں نے اس معتبر مشیر کے برخلاف راجہ کے کان بھرنے شروع کئے اور اسے سندھی متی سے بالکل متنفر کر دیا۔ اس نے غصہ میں آکر اسے دربار سے نکال دیا اور اسکی جائیداد ضبط کر لی۔ انہی دنوں میں یہ افواہ تمام شہر میں پھیل گئی کہ سندھی متی کشمیر کا راجہ بنے گا۔ راجہ کو یقین دلایا گیا کہ معزول وزیر نے ہی یہ افواہ اڑائی ہے۔ راجہ نے اس خیال سے کہ اگر یہ خیال درست نکلا تو اس کا کیا نتیجہ ہوگا؟ سندھی متی کو ہتھکڑی لگا کر جیل خانہ میں ڈال دیا۔ جہاں وہ دس سال تک راجہ کے مرتے دم تک قید رہا۔ راجہ لاولد تھا اس نے خیال کیا کہ میرے بعد سندھی متی ضرور تخت کا مالک بنے گا۔ چنانچہ اس نے سندھی متی کو قتل کرنے کا حکم دے دیا۔ جلاّدوں نے اسے رات کے وقت سولی پر چڑھا دیا۔ جب راجہ نے سنا تو اس نے بھی مطمئن ہو کر جان دیدی۔ ادھر سندھی متی کے صلیب دیے جانے کی خبر اسکے گرو ایشاں دیو کو ملی تو اس نفس کش سادھو کا دل بے قابو ہوگیا۔ شمشان بھومی میں جا کر جب گرو

نے اسے اس حالت میں دیکھا تو اس کا دل بھر آیا۔اس نے اسکی پیشانی پر مفصلہ ذیل شلوک لکھا دیکھا۔ اسکی زندگی افلاس میں گزرے گی۔دس برس قید میں رہے گا۔سولی پر جان دیگا اور اسکے بعد تخت کا مالک بنے گا۔آدھی رات کے وقت ایشان دیو نے جو اپنے خیالات کی الجھن میں پڑا ہوا جاگ رہا تھا یک آسمانی عنبر کی خوشبو محسوس کی اور ایک قسم کا بھیانک شور جو گھنٹوں اور نقاروں کی آوازوں سے پیدا ہوتا تھا اسکے کانوں میں پہنچا۔اسکے بعد جوگنیوں کا ایک مجمع جن کے گرد روشنی کا ہالہ بنا ہوا تھا اسکی نظر پڑا۔جس نے سندھی متی کے پنجر کو اپنے حلقے میں کرلیا۔کیا دیکھتا ہے کہ مجمع اسکے اعضاء کو جوڑ رہا ہے۔اب سندھی متی ایک ایسے شخص کی طرح اٹھ بیٹھا جیسے کوئی خواب سے بیدار ہوتا ہے۔اسکے بعد یہ آواز آئی۔اے ایشان! خائف مت ہو، یہ شخص جسے ہم نے آسمانی جسم سے مرتب کیا، زمین پر سندھی متی کے نام اور اپنے شریفانہ چال چلن کی وجہ سے ''آریہ سماج'' کے لقب سے مشہور ہوگا۔ایشان دیو نے اسے گلے لگا لیا۔کشمیر کے لوگوں نے بھی اسکے دوبارہ زندہ ہونے پر بڑی خوشی منائی اور متفق ہو کر لاولد جے اندر کی جگہ اسے تخت پر بٹھایا۔وہ فقیرانہ زندگی چھوڑ کر بادشاہ نہ بننا چاہتا تھا مگر اہلِ ملک کے اصرار اور اپنے گرو ایشان دیو کے فرمان کے مطابق اس نے تخت پر بیٹھنا منظور کرلیا۔اس نے عدل وانصاف سے حکومت کی۔اس نے ایک معبد اپنے گرو ایشان دیو کے نام پر بنوا کر اس کا نام ایشی شور (عیسیٰ ایشور۔ناقل) قرار دیا۔عبادت میں بسر کرتے ہوئے اس نے 47 سال حکومت کی اور آخر سلطنت چھوڑ کر کسی غار میں عبادت کیلئے چلا گیا۔''

(راج ترنگنی مترجم اردو ازٹھاکر اچھر چند شاہپوریہ ملخصاً از صفحہ 177 تا صفحہ 194 مطبوعہ 1912ء)

پنڈت کلہن نے اس بیان میں دراصل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کشف کا ذکر کیا ہے جس میں وحی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے انہیں سمجھایا کہ سندیمان سولی کی موت سے بچ جائیگا اور تخت نشین ہوگا، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔اس کشف کے یہ معنی نہیں تھے کہ سندیمان مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہوا۔اسکی تعبیر یہ تھی کہ گو اس کو مردہ کے حکم میں کر دیا گیا ہے تاہم خدائی تائید سے وہ نئی زندگی پائے گا۔یہاں تاریخ کچھ الجھی ہوئی معلوم ہوتی ہے کیونکہ ہندوؤں کی تاریخ محفوظ نہیں تھی۔مُلاّ قادری کی تاریخ میں سلیمان کو راجہ گوپادت کا وزیر قرار دیا گیا ہے اور اسی زمانہ میں وہ موجود تھا۔لیکن پنڈت کلہن کے مطابق اسے قتل کرنے کا حکم راجہ جے اندر دیتا ہے۔جس کے کان سندیمان کے خلاف بھرے گئے اور ان دونوں راجاؤں کے درمیان ساڑھے تین سو سال کا فرق پڑتا ہے۔

اس صورت میں قرین قیاس ہے کہ جے اندر راجہ گوپادت کا لقب ہو کیونکہ عام تاریخوں میں سندیمان

یا سلیمان کو راجہ گوپادت کا وزیر بیان کیا گیا ہے اور اگر خواجہ نذیر احمد کی تحقیق کے مطابق جو اوپر گزر گئی ان راجاؤں کے زمانہ کی تعیین میں غلطی واقع ہوگئی ہے تو یہ الجھن دور ہو جاتی ہے۔

یہ جو لکھا گیا ہے کہ سندیمان صلیب پر مرگیا تھا اور مرکر زندہ ہوگیا تھا یہ خلاف واقعہ ہے بلکہ واقعہ یہ کہ وہ مرے ہی نہ تھے۔ انکا مرنا صرف مشہور کر دیا گیا۔ عیسیٰ دیو کی دعاؤں اور اسکے ہمدردوں کی کوششوں کے ذریعے خدا نے اسے بچا لیا۔ چنانچہ منشی محمد الدین فوق لکھتے ہیں:

''یہ حکم (سندیمان کو صلیب دینے کا حکم) معمولی نہ تھا۔ لوگوں کو وزیر سے جو بالکل بے گناہ تھا خود بخود ہمدردی ہوگئی بلکہ یہ حکم سن کر پھانسی دینے والے جلّاد بھی کانپ اٹھے۔ انہوں نے جھوٹ موٹ یہ خبر مشہور کر دی کہ وزیر کو سولی پر چڑھا دیا گیا ہے۔ راجہ نے اس خبر کو خوشی سے سنا مگر چونکہ وقت آپہنچا تھا، دوسرے ہی دن اولاد کی حسرت لئے چل بسا۔ سندھی متی مرا نہیں تھا بلکہ زندہ رہا اور تختِ کشمیر کا مالک بنا۔''

(حکایاتِ کشمیر صفحہ 21)

یوزآسف یا مسیح شہزادہ نبی

ایک اور تاریخ کشمیر (فارسی) میں بھی یوزآسف کے باہر سے کشمیر میں آنے، اہل کشمیر کیلئے اسلام سے قبل پیغمبر ہونے اور کشمیر میں وفات کا ذکر آیا ہے۔ اس کا نام ''تاریخ واقعات کشمیر'' ہے اور اسے خواجہ محمد اعظم دیدہ مری نے 1148ھ میں لکھا ہے۔ انکی نسبت سے اسے تاریخ اعظمی کہتے ہیں۔ اس میں اولیاء کشمیر کے حالات فارسی میں لکھے گئے ہیں۔ اس میں الگ الگ جگہ پر مقبرہ موسیٰ علیہ السلام اور مقبرہ یوزآسف دونوں کا ذکر ہے۔ اس کتاب میں جو مطبع محمد لاہور میں 1303ھ میں شائع ہوئی سید نصیرالدین خانیاری (مقبرہ خانیار) کا ذکر ہے۔ یوزآسف کے مقبرہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔

''در جوار ایشان سنگ قبری واقع شده در عوام مشهور است که آنجا پیغمبرے آسوده است که در زمان سابقه کشمیر مبعوث شد که بعد قضیهٔ دورودراز حکایتے مے نویشد که یکے از سلاطین زاده که براه زهد و تقوی آمده ریاضت و عبادت بسیار کرد برسالت مردم کشمیر مبعوث شده در کشمیر آمده بد عوت خلائق اشتغال نمودبعد رحلت در محله انزمره آسود و درآں کتاب نام آں پیغمبررا یوز آسف نوشت. انزی مره و خانیارمتصل واقعست اکثر اصحاب کمال خصوصاً مرشد راقم

در خدمت ملاعنایت اللہ شال میفر مودند که ازاین مکان وقت زیارت فیوض و برکات نبوت ظاهر میشود" ☆

"اس (نصیرالدین خانیاری) کی ہمسائیگی میں ایک قبر کا پتھر واقع ہے جس کے بارے میں عوام میں مشہور ہے کہ وہاں ایک پیغمبر مدفون ہیں جو پہلے زمانہ میں کشمیر میں مبعوث ہوا تھا۔ یہ مقام "مقام پیغمبر" مشہور ہے۔ تاریخ کی ایک کتاب میں دیکھا گیا ہے جس میں دور دراز کی باتوں کے بعد حکایت لکھی ہے کہ کوئی شہزادہ تھا جس نے زہد وتقویٰ اور ریاضت وعبادت کا طریق اختیار کیا اور وہ اہل کشمیر کیلئے پیغمبر مبعوث ہوا۔ وہ کشمیر میں آیا اور مخلوق خدا کو دعوت الی الحق کے کام میں مشغول ہوا۔ جب انہوں نے وفات پائی تو محلّہ انزمرہ میں دفن ہوئے اس کتاب میں اس پیغمبر کا نام یوز آسف لکھا تھا۔ آنزمرہ محلّہ خانیار (سرینگر) کے متصل ہے۔ اکثر اصحاب کمال بالخصوص میرے مرشد ملا عنایت اللہ کی خدمت میں بیان کرتے تھے کہ اس قبر کی زیارت کے وقت نبوت کے فیوض وبرکات ظاہر ہوتے ہیں۔"

اس اقتباس سے خواجہ محمد اعظم دیدہ مری نے جس تاریخ کا حوالہ دیا ہے کہ اس میں یوز آسف کے حالات لکھے ہوئے تھے اگرچہ اسکا نام انہوں نے نہیں لکھا مگر اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کشمیر میں ایسی تاریخیں ضرور موجود تھیں جن میں یوز آسف نبی کے حالات لکھے ہوئے تھے۔ مصنف موصوف نے اسے شہزادہ نبی تورات وانجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیلئے منقول ہے جو حضرت داؤدؑ وسلیمانؑ بادشاہوں کے خاندان میں سے ہونے کی وجہ سے شہزادہ نبی کہلاتے تھے. (دیکھو زبور باب 2 آیت 6 باب 45 آیت 1 تا 7۔ یسعیاہ باب 32 آیت 1۔ یرمیاہ باب 23 آیت 5۔ حزقیل باب 37 آیت 24۔ متی باب 21 آیت 5) اس بات کیلئے یوز آسف اور مسیح ایک ہی شخصیت کے دو نام تھے مزید قرینہ یہ ہے کہ مصنف مذکور لکھتا ہے کہ وہ باہر سے کشمیر میں آئے کیونکہ وہ کشمیریوں کیلئے پیغمبر کی حیثیت سے مبعوث ہو چکے تھے اور ملا قادری کی تاریخ کشمیر کی عبارت جس کا عکس اس کتاب میں شامل ہے، بتصریح بتلاتی ہے کہ وہ بیت المقدس سے کشمیر کی وادی اقدس میں ہجرت کر کے آئے تھے اور وہ بنی اسرائیل کے پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی تھے، جیسا پہلے بیان ہو چکا ہے۔

مقبرہ یوز آسف کا زیارت گاہ عوام وخواص ہونا

مقبرہ یوز آسف پر زائرین کی آگاہی کیلئے سرینگر میں آج کل جو کتبہ لگایا گیا ہے اس پر خواجہ محمد اعظم

☆ تاریخ واقعات کشمیر (فارسی) صفحہ 82

موصوف کی منقولہ بالاعبارت درج کی گئی ہے اور اسکا عنوان ہے "روضہ حضرت یوز آسف خانیار۔" قبر کے سرہانے قدیم زبان میں جو کتبہ لگا ہوا تھا اب وہ غائب ہے۔ اسکی جگہ مذکورہ کتبہ لگا دیا گیا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ مقبرہ یوز آسف قدیم سے زیارت گاہ خواص وعوام چلا آرہا ہے۔

مقبرہ یوز آسف کے مجاوروں کا تولیت نامہ

مقبرہ یوز آسف کے مرجع وزیارت گاہ خواص وعوام ہونے کا ذکر ایک اور دستاویز میں بھی ملتا ہے یہ دستاویز مزار یوز آسف کے مجاور مسمّی سیف الدین کے پاس قدیم خاندانی دستاویز کی حیثیت سے موجود چلی آرہی ہے جو 11 جمادی الثانی 1194ھ رحمان خان ولد امیر یار (مجاور) کے حق میں فیصلہ دیتے ہوئے متعدد بزرگوں کے دستخطوں اور مواہیر کے ساتھ خادم شرع محمدی مفتی ملا فاضل نے تحریر کر کے دیدی تھی۔ اس وقت مسلمانوں کا دورحکومت تھا۔ اس تولیت نامہ کی عبارت درج ذیل ہے۔

"درایں دلادر محکمه علمیه دارالعدالت قضا یا حاضر آمده مسمّی رحمان خاں ولد امیر یار "که درحال ☆ همیں مسنه که بزیارت شریف یوز آسف پیغامبر مقدیکه مشتمل بر صرف امراء وزراء و سلاطین و رؤساو عوام وخواص براه نذر و نیاز بر شداں راکلیته و لے حقداراست دیگراں رااز مداخلت امتناع بود بعد اخذ شهادت همچنیں ثابت شد که در عهد حکومت راجه گوپانند که بانی عمارت کوه سلیمان و بر خانها بسیار است شخصے مرتاض یوز آصف نام بادشاه زاده هندوستان که تارک دنیا شده متورع و مفرداست روزوشب از ریاضت و عبادت خداوند تعالیٰ نمے آسود اکثر درخلوت مے گزار ند تا آنکه بعد فردشدن آب طوفان نوح کشمیر آباد شده بود و مردماں همگی بت پرستی استغال و رزیدند. یوزآصف پیغامبر برسالت مردماں کشمیر مبعوث شده براه توحید میخواند تاسال رجلش در رسیده وممات یافت که درایں زبان باسم روضه بل مشهوراست بسال 871ھ سیدنصیرالدین ازاولاد امام موسیٰ علی رضااست بجواد یوزآصف تدفین گزید چونکه زیارت گاه مرجع خواص وعوام است ورحماں خاں مذکورنسلاًبعدنسلٍ خادم زیارت گاه است همیں قدرکه عالی ورسافل نذرو نیاز میرسدے وراحقداراست و دیگران را استحقاقے ورثے

☆ اس جگہ "عرض حال کرد" کے الفاظ لگتے ہیں جو شاید کاتب کی غلطی کی وجہ سے رہ گئے ہیں۔

نیست لہٰذہ وثیقہ ھذا سند باید“

(المرقوم 11 جمادی الثانی 1194ھ)

اس دستاویز کے نیچے جن بزرگوں کے دستخط یا مواہیر ہیں انکے نام یہ ہیں۔

(1) بابا محمد اعظم (2) عبدالشکور (3) محمد اکبر (4) محمد اعظم خادم درگاہ (5) حافظ احسن اللہ (6) رضا اکبر (7) قائم شاہ (8) خضر محمد (9) مہری عطاء۔

ترجمہ: محکمہ عالیہ دارالعدالت قضایا میں حاضر ہوکر مسمی رحمان خاں ولد امیر یار نے بیان کیا ہے کہ اس سال یوز آصف کی قبر کی زیارت پر امراء ووزراء وسلاطین ورؤسا اور عوام وخواص کی طرف سے نذر و نیاز کے طور پر جو پہنچ رہا ہے اس کا کلیتہً حقدار ولی ہوں، دوسروں کیلئے اس میں مداخلت ممنوع رہی ہے۔

شہادت لینے کے بعد اس طرح ثابت ہوا ہے کہ راجہ گوپانند کے عہد حکومت میں جو کوہ سلیمان کی عمارت اور بہت سے بت خانوں کا بانی ہے ایک ریاضت کرنیوالا یوز آصف نام ہندوستان کا شہزادہ دنیا ترک کرنے میں پرہیزگار و یگانہ ہے۔ دن رات ریاضت وعبادت باری تعالیٰ میں مشغول تھے۔ اکثر وقت خلوت میں گزارتے تھے، حضرت نوحؑ کے طوفان کے فرو ہونے کے بعد کشمیر میں آباد ہو گیا تھا اور سب لوگ بت پرستی میں مشغول تھے۔ یوز آصف پیغمبر کشمیری لوگوں کی رسالت پر مبعوث ہوئے۔ توحید کی راہ کی طرف دعوت دیتے تھے یہاں تک کہ اسکی موت کا سال آیا اس زمانہ میں (ان کا مدفن) روضہ بل کے نام سے مشہور ہے۔ 871ھ کے سال سید نصیرالدین موسیٰ علی رضا کی اولاد سے یوز آصف کے قریب میں دفن ہوا۔ چونکہ زیارت گاہ عوام وخواص کا مرجع ہے اور رحمان خاں مذکور قدیم زمانہ سے نسلاً بعد نسلٍ زیارت گاہ کا خادم ہے۔ جس قدر سب بڑوں اور چھوٹوں کی نذر و نیاز پہنچتی ہے وہ اسکا حقدار ہے۔ دوسروں کو ورثہ کا استحقاق نہیں ہے۔ لہٰذہ یہ وثیقہ سند رہے۔

(مرقوم 11 جمادی الثانی 1194ھ)

اُوپر فارسی عبارت جو ہم نے نقل کی ہے وہ قبل مسیح نامی کتاب سے لی گئی ہے جو مفتی محمد صادق صاحب مرحومؓ نے لکھی ہے۔ عبارت کے نقل کرنے پر کاتب نے بہت سی غلطیاں کی ہیں۔ بعض الفاظ کی ہم نے اصلاح کردی ہے اور بعض کو اصل حال پر چھوڑ دیا ہے اور شروع کی عبارت کا جو رحمان کے بیان پر مشتمل ہے مفہوم دے دیا ہے۔

یوز آسف کی تعلیم

1-اس دستاویز سے ظاہر ہے کہ حضرت یوز آسف اہل کشمیر کو جبکہ وہ بت پرستی اور شرک و بدعات میں مبتلا ہو چکے تھے توحید الٰہی کی طرف دعوت دیتے رہے کہ صرف ایک خدا کی بندگی کریں اور کسی کو اسکا شریک نہ ٹھہرائیں، یہی تعلیم اناجیل میں مسیح کی بیان ہوئی ہے چنانچہ یوحنا کی انجیل میں ہے کہ یسوع مسیح نے فرمایا۔

ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ خدائے واحد اور برحق کو اور یسوع مسیح کو جسے تو نے بھیجا ہے جانیں، جو کام تو نے مجھے کرنے کو دیا تھا اسکو تمام کر کے میں نے زمین پر تیرا اجلال ظاہر کیا۔

(انجیل یوحنا باب 17 آیت 4-5)

2- ہندوؤں کے بھوش پران کے مطابق جس کا ذکر گزر گیا، ساکا راجہ کے پوچھنے پر حضرت مسیح نے اپنی تعلیم کے بارے میں فرمایا، اے بادشاہ! اس مذہب کو سنیں جو میں نے لوگوں میں نافذ کیا۔

انسان کو اپنی انسانیت کو صاف اور جسم کو پاک کر کے یکسو ہو کر خدا سے دعا کرنی چاہئے اور اس ابدی اور مقدس ہستی کی عبادت کرنی چاہئے اور انصاف، سچائی، دلجمعی اور پوری یکسوئی کے ساتھ اسکی طرف متوجہ ہونا چاہئے جو سورج کے آسمان میں ہے۔ خدا خود اپنے طریق کو نہیں چھوڑتا جس طرح سورج ہمیشہ آخر کار سب خطا کار مخلوق کی روح کو اپنی طرف متوجہ کرتا ہے۔ اے بادشاہ، یہ وہ پیغام ہے جو روح القدس نے ظاہر ہو کر خدا کی طرف سے مجھے دیا۔ میں محبت، سچائی اور دل کی پاکیزگی قائم کرنے کیلئے آیا ہوں۔ اس وجہ سے میں عیسیٰ مسیح کہلاتا ہوں۔ اسلام سے قبل ''یوز آسف بلوہر'' نامی ایک کتاب جو یوز آسف کے حالات اور تعلیمات پر مشتمل گویا انکی انجیل ہے، کشمیر کے قدیم مسیحیوں اور بدھوں کے پاس سنسکرت زبان میں تھی۔ دوسری صدی ہجری میں اس کتاب کا ترجمہ بعہد ابو جعفر منصور عباسی عربی زبان میں ابن المقفّع نے کیا۔ یہ ترجمہ اتنا مقبول ہوا کہ مشرق میں اس کا ترجمہ فارسی، حبشی، جارجین، ارمنی اور عبرانی زبانوں میں ہو گیا۔

مغرب کی عیسائی دنیا میں اسکی شہرت مشرق سے بھی زیادہ پھیلی۔ عیسائی واعظوں نے اس کتاب میں یوز آسف پیغمبر کی نصائح اور تمثیلوں کے ذریعہ اپنے مواعظ کو مؤثر بنانا شروع کیا اور ناروے کے ایک عیسائی بادشاہ نے 1214ء میں اسکا ترجمہ آئس لینڈ کی زبان میں بھی خود کیا اور شائع کیا اور ابھی تک اس کتاب کی دلچسپی اور تراجم میں کمی نہیں ہوئی ہے۔

عہد عباسیہ کا سنسکرت سے عربی میں ترجمہ شدہ نسخہ کا اردو ترجمہ 1899ء میں سید عبدالغنی عظیم آبادی نے کیا جو حیدر آباد دکن سے شائع ہوا۔ 1947ء میں روسی زبان میں اسکا ترجمہ ڈاکٹر روزن نامی نے کیا جو

ماسکو سے شائع ہوا۔ اردو ترجمہ کے دیباچہ نگار نے لکھا ہے کہ یوز آسف کی وفات تقریبا دوسو سال بعد کتاب ''یوز آسف بلوہر'' کو مرتب کیا گیا ہے۔ بدھوں نے اس میں اپنا رنگ بھرا ہے، عیسائیوں نے یوز آسف کو مسیحی اولیاء میں شامل کر کے اپنا رنگ بھرا ہے اور مسلمان یوز آسف کو اپنا بزرگ سمجھتے ہیں اور اسلام سے قبل اہل کشمیر کا پیغمبر مانتے ہیں۔ الغرض خُذْ مَا صَفَا وَدَعْ مَا كَدَرْ کے مطابق زوائد اور ملاوٹوں کو چھوڑ کر اس میں یوز آسف کے جو مواعظ تمثیلیں اور حکایات و حالات درج ہیں جو اردو ترجمہ میں تین سو صفحات تک پھیلے ہوئے ہیں، خاص خاص مقامات کا منتخب حصہ یہ ہے کہ:

3- یوز آسف نے عالم رویاء میں بہشت کی سیر کی۔ جسکے بعد دنیا کا عیش و آرام اسکی نظر میں ہیچ ہو گیا اور اس نے فرشتہ کی بشارت پا کر دنیا سے کنارہ کشی کر کے جنگل کی راہ لی، جہاں اس نے خواب میں ایک شفاف چشمہ کے کنارے سرسبز و شاداب اور پھلا پھُولا درخت دیکھا جس کے میوے لذیذ اور شاخوں پر بیشمار پرندے بیٹھے ہوئے تھے وہ اس درخت کو دیکھ کر بہت خوش ہوا اور اسکی تعبیر کرنے لگا کہ درخت دراصل ایمان اور وہ بشارتیں (انجیل) ہیں جن کی طرف میں لوگوں کو دعوت دیا کرتا ہوں اور پانی کے چشمہ سے علم و حکمت کی طرف اشارہ ہے اور پرندوں کی تعبیر وہ کثیر التعداد لوگ ہیں جو میرے ذریعہ ہدایت پائیں گے۔ اس کے بعد اسے چار فرشتے نظر آئے جنہوں نے یکے بعد دیگرے اسے تعلیم دی۔ ایک بار فرشتے اسے عالم بالا میں لے گئے اور وہاں اس پر عالم ارواح، عالم اجسام اور عالم آخرت کا راز پوری طرح کھولا گیا اور ان چاروں فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ہمیشہ اسکے ساتھ رہا۔

4- وہ راجہ جنیسر کی رعایا کو ملک شولابت میں راہ راست پر لایا اور اسکے بہت سے یار و مددگار پیدا ہو گئے۔ وہ دوسرے بہت سے شہروں میں پھرا اور آخر کار کشمیر پہنچ کر لوگوں کو ہدایت کی اور اپنے مرید ابابیل کو اپنا قائم مقام کر کے وفات پائی۔ وفات کے وقت انہوں نے وصیت کی۔

5- میں نے لوگوں کو تعلیم دی، خدا سے ڈرایا، بیعت کی نگہداشت کی اور اگلے لوگوں کے چراغ کو روشن کیا اور ایمان والوں کی جماعت کو جو منتشر تھی مجتمع کیا اور اسی غرض کیلئے میں بھیجا گیا تھا۔☆ اب دنیا سے عالم بالا کی طرف میرے اٹھائے جانے کا وقت آ پہنچا ہے۔ تم سب کو لازم ہے کہ اپنے فرائض کی نگہداشت کرو اور جس حق کو میں نے قائم کیا ہے اسے ہاتھ سے نہ جانے دو اور میرے بعد میرے شاگرد ابابیل کو اپنا سردار سمجھو۔ اسکے بعد اس نے ابابیل سے کہا میرے لئے تھوڑی سی جگہ صاف کرو، جس پر وہ پاؤں پھیلا کر لیٹ گیا اور سر کو حربی (غربی؟) کی طرف اور منہ کو مشرق کی طرف کر کے اس جہان سے گزر گیا۔ ۞

☆ کتاب یوز آصف و بلوہر مذکور (ملخصاً)   ۞ اکمال الدین صفحہ 359 مطبوعہ طہران

اس جگہ سید عبدالغنی نے ''بیعت کی نگہداشت کی'' جن عربی الفاظ کا ترجمہ کیا ہے وہ اَحسَنتُ البیعَة یعنی غلطی سے اس نے بیعة کو ''بیعت'' پڑھا ہے۔ڈاکٹر روزن (روسی) نے اسکا ترجمہ کیا ہے جس میں مقدس یادگار (SHRINOE) کو منکشف کیا ہے۔ دراصل یہ لفظ وہی ہے جو قرآن مجید کے سورہ حج آیت 41 میں نصاریٰ کے معابد کیلئے آیا ہے۔صَوَامِعُ وَبِیَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِد پس اسکے معنی ہونگے کہ میں نے مقدس معبد (کلیسیا) قائم کیا ہے، اسی بیعة کی جمع قرآن میں بِیَعٌ استعمال ہوا ہے اور یہودیوں ونصاریٰ کے معبد کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ (ملاحظہ ہوالمنجد عربی لغت)

6- اکمال الدین کے مصنف شیخ سعید الصادق ابی جعفر محمد بن بابویہ قمی (المتوفی 381ھ مطابق 961ء) نے جن کا ذکر گزر گیا یوز آسف کی آخری وصیت ان الفاظ میں نقل کی ہے۔

آپ نے (یوز آسف نے) مرنے سے پہلے اپنے شاگرد یابد کو بلایا جو آپ کی خدمت اور حفاظت کرتا تھا اور وہ تمام امور میں کامل تھا۔ اسے آپ نے وصیت کی اور کہا کہ میرا دنیا سے اٹھایا جانا قریب ہے۔ پس تم اپنے فراض کی حفاظت کرتے رہو اور حق سے ادھر ادھر نہ ہونا اور عبادت بجالاتے رہنا۔ پھر اس نے یابد کو حکم دیا کہ وہ اسکا مقبرہ بنائے تب اس نے اپنے دونوں پیر پھیلا دیے اور اپنے سر کو مغرب کی طرف کیا اور اپنے منہ کو مشرق کی طرف اور وفات پائی۔☆

7- کتاب یوز آسف کے مطابق آپ کے بعض اور منتخب مواعظ یہ ہیں، فرمایا:

''دنیا کی مثال مست ہاتھی کی ہے اور اہل دنیا کی مثال اس شخص کی جو مست ہاتھی کے خوف سے کنویں میں جا گرتا ہے۔''

8- کسان کے بیج بونے والی مشہور تمثیل بیان کرتے ہوئے فرمایا:

کسان بونے کیلئے اچھے اچھے بیج نکالتا ہے اور جب ایک مٹھی بھر کر پھینکتا ہے تو کچھ دانے راستہ کے کنارے پر گرتے ہیں اور تھوڑی دیر میں چڑیاں چگ جاتی ہیں اور کچھ پتھروں پر گرتے ہیں اور اگر کسی پر ذرا سی مٹی جمی ہوتی ہے تو پھوٹتے ہیں اور سبزہ لہلہاتا ہے مگر جب پتھر پر انکی جڑ پہنچتی ہے تو جل کر سوکھ جاتے ہیں اور کچھ دانے کانٹوں سے بھری ہوئی زمین پر جا پڑتے ہیں اور جب وہ اگتے ہیں اور بالیں نکلتی ہیں اور پھلنے پھولنے کا زمانہ قریب آتا ہے تو کانٹوں میں لپٹ کر ضائع و بیکار ہو جاتے ہیں اور جو دانے ایسی زمین پر گرتے ہیں جو تھوڑی ہے مگر صاف ہے تو وہ خوب پھلتے پھولتے ہیں۔''

کسان مثل ناصح کے ہے اور دانوں کی مثال نصیحتوں کی ہے۔ لیکن وہ دانے جو راستہ کے کنارے

☆ انجیل میں بھی نبی اپنا مقصد بعثت یہی بتلاتا ہے کہ میرا کام منتشر بھیڑوں کو جمع کرنا ہے۔ (دیکھو یوحنا باب 10 آیت 16)

گرے اور چڑیاں چُگ گئیں وہ ان نصیحتوں کی مانند ہیں جو کان تک پہنچیں اور دل پر مؤثر نہ ہوئیں اور جو دانے پتھر پر گرے اور کچھ جمے اور پھر اسکی سختی نے انہیں جلا دیا وہ مثل ان نصیحتوں کے ہیں کہ کوئی شخص سنے اور دل لگا کر سنے اور سمجھے لیکن انکو اپنے ذہن میں محفوظ نہ رکھے اور جو دانے اُگے اور کانٹوں نے انہیں بیکار کر دیا، انکی مثال ان نصیحتوں کی ہے کہ سننے والا سنے اور سمجھے اور گرہ میں باندھے مگر جب عمل کرنے کا موقع آئے تو خواہش ہائے نفسانی قدم آگے نہ بڑھنے دیں اور انکے ہونے نہ ہونے کو برابر کر دیں اور وہ دانے جو پھلے اور پھولے وہ ایسی نصیحتیں ہیں جنہیں کان سنیں اور عقل سمجھے اور حافظہ محفوظ رکھے اور عزم و ہمت انہیں عمل میں لائے اور یہ بات تب ممکن ہے جب بری خصلتوں اور خواہشوں کی جڑ دل سے اکھاڑ ڈالی ہو اور نفس کو برائیوں سے پاک وصاف کر دیا ہو۔

یہ تمثیل بالکل اسی تفصیل کے ساتھ انجیل متی باب 13 آیات 37,31,24,19,3 اور انجیل مرقس باب 11 آیت 26 میں آج تک موجود ہے۔

9- سب سے بڑھ کر عادل وہ ہے جو لوگوں کے ساتھ اکثر اپنے نفس کو ملزم قرار دے اور سب سے بڑھ کر ظالم وہ ہے جو اپنے ظلم کو عدل سمجھے اور سب سے بڑھ کر عقلمند وہ ہے جو اپنا سامان آخرت درست کرے اور سب سے بڑھ کر نادان وہ ہے جو محض دنیا میں ہی مصروف ہو جائے اور سب سے بڑھ کر خوش نصیب وہ ہے جس کے اعمال کا انجام بخیر ہو اور سب سے بڑھ کر بدنصیب وہ کہ اس کے اعمال خدا کی ناراضگی پر منتج ہوں۔

10- اگر کوئی اچھی بات بُرے لوگوں میں بھی ہو اسے برا نہ سمجھو اور اگر کوئی بری بات اچھے لوگوں میں ہو تو اسے اچھا نہ سمجھو۔

11- ہندوستان کے ایک بادشاہ جینسیر نے یوز آسف سے کہا تھا کہ ایک انسان دوسرے انسان کے گناہوں کا بوجھ اٹھا سکتا ہے۔ اس پر یوز آسف نے کہا کہ اے بادشاہ! کوئی شخص کسی دوسرے شخص کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا اور گناہوں کی سزا سے نہیں بچا سکتا آپ نے مثال دے کر سمجھایا کہ اے بادشاہ! میرے ہاتھوں میں یہ زخم ہیں (صلیبی زخم تھے) اور مجھے ان سے درد اور تکلیف ہے۔ آپ میرے دکھ اور درد کو دور کر سکیں گے یا اسے بٹا سکیں گے۔ بادشاہ نے کہا ایسا کس طرح ہو سکتا ہے۔ یوز آسف نے کہا جب آپ بادشاہ ہوتے ہوئے میری تکلیف کو نہ دور کر سکتے ہیں نہ اسے بٹا سکتے ہیں تو اگر میں آخرت میں دوزخ کی آگ میں پڑوں تو آپ مجھے اس سے کیسے بچا لیں گے، جب کہ آپ وہاں بے بس ہونگے۔ تورات میں

بھی یہی تعلیم ہے۔حزقیل میں ہے ''جو جان گناہ کرتی ہے وہی مریگی۔''   (باب 5،18)

12- جو ظاہر کو آراستہ کرتا ہے اور اپنے باطن کو برائیوں، کبر وغرور، حسد، جھوٹ، کینہ، عداوت اور جہالت سے پاک نہیں کرتا اسکی مثال ایسے صندوق کی ہے جو باہر سے مرصع وملمّع ہے مگر اس کے اندر مردار، بدبو، خون اور گندگی ہے۔ جو شخص باطن کو علم وحکمت اور نیک اخلاق سے آراستہ کرتا ہے اسکی مثال ایسے صندوق کی ہے جو باہر سے آراستہ نہیں ہے مگر اسکے اندر موتی، لعل، جواہر، سونے، چاندی اور یاقوت ہیں۔

13- جس طرح بیج بونے سے پہلے کانٹوں سے صاف اور ہموار کرنا پڑتا ہے اسی طرح ایمان سے پہلے نفس کو خواہشات دنیاوی سے پاک کرنا چاہیئے۔☆

14- ایک اور تمثیل میں بتلایا فائدہ کی باتیں چھوڑ کر بے سود باتوں پر نہیں پھنسنا چاہیئے۔

15- دنیادار لوگوں کی مثال جو مومنوں کو ستاتے ہیں، کتوں کی مثال ہے جو مختلف رنگ کے ہوتے ہیں مگر مردار کھانے کیلئے جمع ہو جاتے ہیں اور آپس میں لڑتے جھگڑتے ہیں۔

16- انسان کو قناعت سے کھانا پینا اور زندگی بسر کرنا چاہیئے اور لالچی آدمی کی مثال ایک لالچی بادشاہ کی ہے جو لڑ جھگڑ کر دوسروں کے ملک واموال پر قبضہ کرنا چاہتا ہے اور اپنے ملک پر قانع نہیں رہتا۔

17- میں جس راہ کی طرف بلاتا ہوں وہ ایسا نہیں جسے اپنی عقل سے میں نے معلوم کرلیا ہو بلکہ یہ وہ راہ ہے جو خدا نے مجھے دکھائی ہے اور اس میں میری عقل کا دخل نہیں ہے۔

18- جو لوگ اپنی عقل سے یا رسوم ورواج کے تابع ہو کر نئی باتیں نکالتے ہیں انہوں نے دنیا میں تفرقہ پیدا کیا ہے۔ اگر سب لوگ اس راہ پر رہتے جو خدا نے پیغمبروں کے ذریعہ سے بتلایا تھا تو تفرقہ نہ پڑتا۔ پیغمبر کے بعد ہر زمانہ میں مومنین میں ایسے لوگ شامل ہوئے جو اس کے لائق نہ تھے وہ بدعتیں ایجاد کرتے رہے جو اصل دین کے موافق نہ تھیں۔ اسلئے سچائی گم ہوگئی اور لوگوں میں انتشار اور پراگندگی ہے۔

19- انبیاء کی آمد کسی زمانہ میں ہوتی ہے اور کسی میں نہیں ہوتی۔ اسکی مثال خزاں وبہار کے موسم کی ہے جو ایک دوسرے کے بعد اپنے وقت پر آتے ہیں۔

20- انبیاء کے ماننے والوں کی تعریف کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ وحی، حکمت، پیغمبر، شریعت، فرشتوں، آخرت، جنت ودوزخ سب پر ایمان رکھنا ضروری ہے۔

21- جس طرح اندھے آفتاب کی روشنی سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے اس طرح دنیادار لوگ خدا کے پیغمبر اور اسکی تعلیم سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔۞

☆ مبارک ہیں وہ جو پاک دل ہیں کیونکہ وہ خدا کو دیکھیں گے۔ (انجیل متی باب 5 آیت 8)

۞ آسمانی بادشاہت کا ذکر اناجیل میں ہے۔

22- آسمان کی دائمی بادشاہت میں داخل ہونا چاہئے جسے کبھی زوال نہیں اسکے مقابلہ میں دنیوی بادشاہت ہمیشہ زوال پذیر ہے۔ یہ بھی فرماتے تھے کہ:

23- میں ہمیشہ سیاحت کرتا ہوں، میرا نہ مکان ہے، نہ سواری، نہ سونا چاندی، نہ صبح وشام کا کھانا نہ زائد کپڑا اور کسی شہر میں چند دنوں سے زیادہ نہیں ٹھہرتا۔

24- جو بات ہاتھ سے چلی جائے اس پر افسوس نہ کر، جو بات ہو نہیں سکتی اسے سچ نہ جان، جو چیز مل نہیں سکتی اس کی جستجو نہ کر۔

25- دین کا خلاصہ دو چیزوں پر ہے (1) خدا کی معرفت (2) خدا کی خوشنودی کا حصول۔

26- خدا کو ایک مانو تو خدا کی معرفت حاصل ہوتی ہے نیز اسے مہربان، رحمت والا، انصاف والا اور ہر چیز پر قادر سمجھو، وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

27- خدا کی خوشنودی کے حصول کا طریق یہ ہے کہ انسان دوسروں سے وہی برتاؤ کرے جو اپنے ساتھ کرنا پسند کرتا ہے اور ان سے ایسے سلوک سے باز رہے جس سے وہ چاہتا ہے کہ دوسرے ایسا سلوک کرنے سے باز رہیں، کیونکہ اس میں انصاف ہے اور انصاف سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے۔ جو باتیں نبیوں اور رسولوں نے بتلائی ہیں انسان ان پر عمل کرے اور جن سے منع کیا ہے ان سے باز رہے۔

28- سوائے نیک اعمال کے دنیا کی کوئی چیز باقی نہیں رہتی۔ سب چیزیں انسان سے چھن جاتی ہیں۔

29- تقدیر و تدبیر بمنزلہ روح و جسد کے ہیں روح بغیر جسد کے کچھ کام نہیں آسکتی اور جسد بغیر روح کے کچھ کام نہیں آسکتا۔ دونوں کے جمع ہو جانے سے بڑے بڑے کام ہو جاتے ہیں۔ یہی حال تدبیر و تقدیر کا ہے۔

30- کوئی شخص آسمانی بادشاہت ☆ کو نہیں پا سکتا ہے نہ اس میں قدم رکھ سکتا ہے جب تک علم و ایمان اور اعمال خیر کی تکمیل نہ کرے اسلئے محنت کر کے نیک اعمال کرو تا کہ تمہیں ابدی راحت اور ابدی حیات مل سکے اور یہ بھی ضروری ہے کہ ایمان میں کوئی دنیوی طمع اور خواہش حائل نہ ہو۔ ۞ جس نے دنیا کا فریب کھایا وہ ذلیل وخوار ہوا۔ ہر وقت موت کو یاد رکھو، یہی تعلیم ہے جسے اگلے انبیاء لائے اور اس زمانہ کے لوگوں کیلئے خدا نے مجھے یہ تعلیم دے کر معمور فرمایا تا کہ لوگ نجات حاصل کریں، یعنی برے اعمال سے بچیں

☆ انجیل متی میں آسمانی بادشاہت کا ذکر باب 5 آیت 3/10، 7/21، 25/34-41، لوقا باب 13 آیت 37 و باب 20 آیت 35 ۔ ۞ ایمان کی حفاظت کرو جیسے میں نے کی (2۔ تیمتھیس باب 4 آیت 7)

اور نیک اعمال میں زندگی بسر کریں۔☆

سر فرانسس ینگ ہسبنڈ جو کہ حکومت برطانیہ کے نمائندہ ریذیڈنٹ کی حیثیت سے کئی سال کشمیر میں مقیم رہے اور انہوں نے ''کشمیر'' کے نام سے انگریزی میں ایک عمدہ کتاب بھی لکھی ہے وہ اپنی اس کتاب میں لکھتے ہیں:

''قریباً انیس سو(1900) برس گزرے کہ کشمیر میں ایک مقدس ہستی رہتی تھی جس کا نام یوز آسف تھا جس کے وعظ عموماً تمثیلوں میں ہوا کرتے تھے۔ان میں سے اکثر تماثیل وہی تھیں جو حضرت مسیح ناصری اپنے وعظ میں بیان کرتے تھے مثلاً ''ایک بیج بونے والے کی تمثیل''۔انکی قبر سرینگر میں ہے۔

(کشمیر(انگریزی)صفحہ 111)

پروفیسر کشمیر یونیورسٹی کی طرف سے قبر مسیح کی تائید

کشمیر یونیورسٹی میں شعبۂ تاریخ کے صدر پروفیسر حسنین نے حال ہی میں اپنے مضامین ورسائل مطبوعہ میں بھی قبر مسیح سرینگر کے بارے میں سالہا سال کی اپنی تحقیقات شائع کرائی ہیں،انہوں نے بھی اس امر کی تصدیق کی کہ تاریخی لحاظ سے یہ بات بالکل درست ہے کہ حضرت مسیح بیت المقدس سے کشمیر آئے اور یہاں وفات پاکر سرینگر کے محلّہ خانیار میں دفن ہوئے۔پروفیسر موصوف نے جنہیں امریکہ اور جاپان سے بھی اعزازی ڈگریاں ملی ہیں،مطالبہ کیا ہے کہ حکومت ہند اس قبر کو کھولنے کی اجازت دیدے تاکہ لوگوں کو یقین ہوجائے کہ اس میں یسوع مسیح کا جسم دفن ہے۔اس پر بہت ہنگامہ ہوا اور سخت احتجاج ہوا لیکن پروفیسر موصوف اس یقین کا اظہار کرتے ہیں کہ بالآخر اپنے مقصد میں کامیاب ہوجائیں گے انہوں نے ایک ترکی مصنف کے حوالہ سے یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت مسیح صلیب کے واقعہ کے بعد سب سے پہلے ترکی میں آئے جہاں انہوں نے اپنے مشہور شاگرد تھامس سے ملاقات کی تھی جس کا انتقال مدراس (ہند) میں ہوا تھا۔پروفیسر موصوف نے لکھا ہے کہ آپ ایک چھڑی لے کر کشمیر میں داخل ہوئے اور اپنے پیرووں کو بھیڑوں سے موسوم کرتے تھے اور آپ کی بہت عظمت کی جاتی تھی۔بسارن میں لوگ ایک قسم کا لوشن بیچتے ہیں جسے JESUS CREAM کا نام دیا گیا ہے۔کہا جاتا ہے کہ یہ وہی تیل ہے جس سے حضرت عیسیٰؑ زخمیوں کا علاج کرتے تھے۔''عیش'' مقام کے قریب ایک خانقاہ میں ایک عصا موجود ہے۔ اس خانقاہ کے راہبوں کا عقیدہ ہے کہ یہ حضرت عیسیٰؑ کا عصا ہے۔

☆ حضرت مسیح نے فارس وہند میں جو تعلیمات پیش کیں وہ اس سے قبل گزر چکی ہیں۔

حضرت عیسیٰؑ نے شادی کی اور صاحب اولاد ہو گئے

پروفیسر حسنین موصوف کی تحقیق کے مطابق حضرت عیسیٰؑ نے کشمیر میں آکر شادی کی تھی جو جوس آساف (یوز آسف) کے نام سے بھی مشہور تھا۔ایک ہوٹل کے مالک شاعر بشارت اسلم کا کہنا ہے کہ وہ اس پیغمبر کی ذریت میں سے ہیں۔انکے خاندان کے پاس چمڑے پر لکھی ہوئی ایک دستاویز موجود ہے جو انہیں کشمیر کے قاضی نے 1762ء میں دی تھی۔اس میں یہ عبارت درج ہے کہ مصدقہ ثبوت کی روشنی میں یہاں جوس آساف (یوز آسف) کشمیر کے پیغمبر مدفون ہیں جو عوام میں تبلیغ دین کیلئے آئے تھے۔پروفیسر موصوف لکھتے ہیں کہ عیسائی مغربی مفکرین اگر غور سے کشمیر کی تاریخوں پر نظر ڈالنے کی زحمت گوارا کرلیں تو ان باتوں کی صداقت معلوم کرلیں گے۔☆

پروفیسر حسنین موصوف کا یہ مضمون 1973ء میں جرمنی کے انگریزی اخبار ''ایسٹرن'' میں شائع ہوا اور اس کا اقتباس روزنامہ مساوات کراچی (پاکستان) نے بھی شائع کیا۔پروفیسر موصوف کی نگرانی میں محمد یٰسین ایم۔ایل۔ایل۔بی،پی۔ایچ۔ڈی سرینگر نے ایک کتابچہ بھی انگریزی میں بنام

"RAUZA BAL AND OTHER MYSTRIES OF KASHMIR "

1972ء میں شائع کیا ہے۔اس کتابچہ میں متعدد دستاویزات کے فوٹو کے علاوہ لداخ کے شہر لیہ میں دو جرمن مشنری ڈاکٹروں مارکس اور فرنیک کی ڈائریوں کے دو اوراق کے فوٹو بھی شامل ہیں جن سے نکولس نوٹووچ روسی سیاح کے بدھ دستاویزات دیکھنے کی تصدیق ہوتی ہے۔جسے بدھ لاماؤں سے مسیح کی نامعلوم زندگی کے حالات معلوم کر کے اواخر انیسویں صدی میں صلیب کے بعد لداخ کا بھی سفر کیا تھا۔یہ ڈائریاں رورین مشن ہاؤس میں محفوظ ہیں۔

پچھلے چند سالوں میں جن محققین نے حضرت عیسیٰؑ کی زندگی،صلیبی موت سے نجات،مشرقی ملکوں کے سفر اور کشمیر میں عیسائی آثار کی موجودگی پر کتابیں لکھی ہیں ان میں ایک جرمن محقق رینڈ ریز فیبر قیصر بھی ہیں جنہوں نے JESUS DIED IN KASHMIR ''مسیح نے کشمیر میں وفات پائی'' کے نام سے کتاب لکھی ہے۔وہ خود سرینگر گئے اور غیر جانبدارانہ تحقیقات کر کے کتاب لکھی اور 1972ء میں شائع کی۔

بھارت کے مشہور انگریزی روزنامہ ''ٹائمز آف انڈیا'' نے بھی 6 نومبر 1977ء کی اشاعت میں

☆روزنامہ مساوات کراچی 5 نومبر 1973ء (ملخصاً)

اس کتاب پر تبصرہ شائع کیا ہے اور لکھا ہے کہ جرمن فاضل کی یہ کتاب عالمانہ سعی ایک دلچسپ اور نرالا نقطۂ نظر پیش کرتی ہے جو عیسائی دنیا کو خود بخود اپنی طرف مبذول کرالے گی۔ کیونکہ یہ حیات مسیح کے پُر اسرار پہلوؤں پر روشنی ڈالتی ہے۔

فیبر قیصر جرمن فاضل کی اس کتاب کا خلاصہ یہ ہے کہ صلیب کے زخم مندمل ہونے کے بعد حضرت مسیح نے اپنی والدہ حضرت مریم اور اپنے حواری تھوما کی معیت میں مشرق کا سفر اختیار کیا اور بالآخر کشمیر میں مقیم ہوگئے جہاں انہوں نے قدرتی بواعث سے وفات پائی اور سرینگر میں روضہ بل کے زمین دوز حجرے میں مدفون ہوئے۔ جب مسیح نے کشمیر میں اقامت اختیار کرلی تو یہاں ہی انکی آئندہ نسل چلی۔

ٹائمنز آف انڈیا میں ''آئندہ انکی نسل چلی'' کے بعد بریکٹ میں لکھا ہے۔

''سرینگر کے ایک باشندہ مسمّی صاحبزادہ بشارت سلیم خود کو (حضرت) عیسیٰ کی اولاد کہتے ہیں اور انکے پاس آج بھی جو شجرہ موجود ہے اس کا سلسلۂ نسب حضرت عیسیؑ سے جاملتا ہے۔'' ☆

فیبر قیصر (جرمن فاضل موصوف) لکھتے ہیں کہ حضرت مسیح کو اپنے مشن کے حصہ اول میں حق وراستی اور مذہب عیسائیت کا پیغام اہل اسرائیل کو پہنچانا تھا، لیکن مشن کے ثانوی حصے میں انہیں اسرائیل کے گمشدہ قبیلوں کو تلاش کرنا اور ان میں خدا کے کلمات کو پھیلانا تھا۔ حضرت مسیح نے اپنی کشمیر کی زندگی میں بعینہٖ یہی کوشش اور جدوجہد کی کیونکہ دراصل کشمیر اور افغانستان کے لوگوں کی ''اصل'' اسرائیلی ہے۔ جرمن فاضل موصوف لکھتے ہیں کہ وہ کشمیر میں یوش مرگ میں ایک ایسے طبقہ سے بھی ملے جو خود کو اولاد اسرائیل کہتے ہیں اور مزار مسیح سے عقیدت رکھتے ہیں اور یہ لوگ سرینگر کے شمال میں واقع موسیٰؑ کے مزار پر بھی نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہیں۔ جس کے متعلق انکا خیال ہے کہ یہ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کے جسد خاکی کا امین ہے۔

جرمن فاضل نے لکھا ہے کہ یوز آسف اور مسیح ایک ہی شخصیت کے دونام ہیں اور اس بارہ میں کشمیر کی تاریخوں کے حوالے پیش کرتے ہیں۔ آخر کتاب میں اپیل کرتے ہیں کہ اس بارہ میں یقینی نتائج حاصل کرنے کیلئے ضروری ہے کہ متعلقہ قبر کو کھول لیا جائے اور ان پر سائنسی تحقیق کی جائے۔ اس کیلئے علماء بائبل کی ایک عالمی کانفرنس بلائی جائے جس میں قدیم زبانوں کے ماہرین، علوم اسلامیہ کے ماہرین اور تاریخ قدیم کے علماء شامل ہوں۔ اس طرح ہر قسم کے شکوک وشبہات کا ازالہ ہوجائے گا اور یقینی انکشاف کی صورت پیدا ہوگی۔ ۞

☆ ٹائمنز آف انڈیا 6 نومبر 1977ء

۞ JESUS DIED IN KASHMIR p.165-166

باب نہم

قدیم کشمیر میں عیسائی مذہب

کتاب کی مندرجات کو پڑھ کر شاید یہ سوال ہو کہ جب حضرت مسیح فلسطین سے ہجرت کر کے کشمیر آ گئے تھے اور ایک عرصہ تک یہاں رہے تو ان علاقوں میں عیسائی مذہب کیوں موجود نہیں ہے جبکہ مغرب میں عیسائی بکثرت موجود ہیں جہاں حضرت مسیح گئے بھی نہیں۔

اس سوال کے دو حصے ہیں۔ پہلا حصہ یہ کہ کشمیر میں عیسائی کیوں بکثرت موجود نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ کشمیر کے مسیحی حضرت عیسیٰ کے اصل مذہب پر قائم تھے اور رسول کریم ﷺ سے متعلق پیشگوئی کو خوب جانتے تھے اسلئے جب محمد ﷺ کا ظہور ہوا اور انہیں آپ کے ظہور کی خبر پہنچی تو ان لوگوں نے بعد از تحقیقات اسلام قبول کر لیا اور وہ مسلمانوں میں جذب ہو گئے۔

اس امر کو ثابت کیا جا چکا ہے کہ کشمیر میں یوز آسف پیغمبر کو بہت مقبولیت حاصل ہوئی۔ جب اسلام کا ظہور ہوا تو اہل کشمیر کے مسیحی علماء رسول اللہ ﷺ کے متعلق تورات وانا جیل کی پیشگوئیوں کا ذکر چل پڑا۔ اس پر ان میں اس نبی کی تلاش کا جذبہ پیدا ہوا تو انہوں نے اپنے ایک عالم مسمی غانم ہندی کو اس نبی کی تلاش کرنے کیلئے بھیجا۔ غانم بلخ میں پہنچا اور رسول اللہ ﷺ کے متعلق پیشگوئی کا ذکر کیا تو اسے معلوم ہوا کہ یہاں کے لوگ اس رسول کو پہچان چکے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور انکا نام محمد (ﷺ) ہے۔ تب اس نے بھی اسلام قبول کر لیا اور اسلامی احکام و فرائض معلوم کر کے اہل کشمیر کو بتایا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کو میں نے سچا نبی پایا ہے۔ اس پر سب اہل کشمیر نے جو مسیح علیہ السلام کے پیرو تھے اسلام قبول کر لیا۔ چنانچہ اس بارہ میں تاریخ کی شہادت یہ ہے کہ شیعہ فرقہ کے مسلمانوں کی معتبر کتاب حدیث اصول کافی میں روایت ہے:

”عن محمد بن العامری عن ابی سعید غانم الھندی قال کنت مدینة الھند المعروفه بقشمیر الداخلته و اصحاب لی یقعدون علی کراسی عن یمین الملک اربعون رجُلاً کلھم یقرء الکتب الاربعة التوراة والانجیل والزبور و صحف ابراھیم نقضی بین الناس و نفتیھم فی حلالھم وحرامھم یفزع الناس

الینا المَلِك فمن دونه فتجادینا عن رسول الله صلی الله علیه و اٰلہٖ فقلنا ھذا النبیّ المذکور فی الکتب قد خفی علینا امرہ و یجب علینا الفحص عنه و طلب اثرہ و اتفق راینا و توافقنا علٰی ان اخرج فارقادلھم فخرجت و معی مال جلیل فسرت اثنا عشر شھراً حتّٰی قربت من کابل فعرض لی قومٌ من الترکِ فقطعوا علٰی واخذوا مالی و جرحت جراحات شدیدۃ و وقعت الی مدینه کابل فانفذنی مَلِکُھا لمّا وقف علٰی خبری الی مدینۃ بلخ و علیھا اذذالك داؤد بن العباس بن ابی الاسود فبلغته خبری و انی خرجت مرقاداًمن الھندوتعلّمت الفارسیۃ و ناظرت الفقھاء مجلسه وجمع علٰی الفقھاء فناظرونی فاعلمتھم انّی خرجت من بلدی اطّلب ھذا النبیّ الذی وجه الله فی الکتب فقال لی من ھو و ماسمه فقلت محمّد فقال ھو نبیّنا الذی تطلب فسألتھم عن شرائعه فاعلمونی."

(صافی شرح اصول الکافی کتاب الحجۃ جزء3 جلد3 صفحہ 304 باب مولد صاحب الزمان)

ترجمہ:"محمد بن عامری نے ابی سعید غانم ہندی سے روایت کی ہے (اکمال الدین صفحہ 252 میں ہے کہ ایک جماعت نے غانم ہندی سے روایت کی ہے) کہ اس نے کہا کہ میں ہندوستان کے مشہور شہر اندرون کشمیر میں تھا اور میرے ساتھ اور بھی ساتھی تھے جو بادشاہ کے دائیں طرف کرسیوں پر بیٹھا کرتے تھے اور انکی تعداد چالیس تھی۔ یہ سب کے سب چار کتابیں تورات، انجیل، زبور اور صحف ابراہیم پڑھا کرتے تھے۔ ہم لوگوں کے جھگڑوں کا فیصلہ کیا کرتے اور ان کے حلال اور ان کے احرام میں انھیں فتوی دیا کرتے تھے۔ بادشاہ اور لوگ سب ہماری طرف رجوع کرتے تھے۔ پس ایک دن رسول اللہ ﷺ کا ذکر چل پڑا تو ہم نے کہا کہ اس نبی کا ذکر کتابوں میں موجود ہے اور اسکی حقیقت اب تک ہم پر مخفی رہی۔ اسلئے ہم پر واجب ہے کہ ہم اسکی تلاش کریں اور اسکا نشان ڈھونڈیں۔ پس ہماری رائے متفق ہوگئی اور ہم نے اس بات پر موافقت کی کہ میں اس کام کیلئے نکلوں اور تلاش کروں۔ چنانچہ میں نکل پڑا اور میرے ساتھ کافی مال تھا، میں بارہ ماہ چلتا رہا یہاں تک کہ کابل پہنچا تو بعض ترکوں نے مجھ پر ڈاکہ ڈالا اور میرا مال مجھ سے چھین لیا۔ مجھے سخت چوٹیں آئیں، تب میں شہر کابل میں در آیا۔ کابل کے بادشاہ نے میرا حال سن کر مجھے شہر بلخ کی طرف بھیجا جہاں داؤد بن العباس بن ابی الاسود امیر تھا۔ میں نے اسے اطلاع بھجوائی کہ میں ہندوستان سے نبی کی تلاش میں نکلا ہوں اور میں نے فارسی زبان سیکھ لی ہے اور فقہاء سے مناظرے کئے

ہیں اور اصحابِ کلام سے کلام کیا ہے پس داؤد بن عباس نے مجھے اپنے پاس بلایا اور فقہاء کو جمع کیا۔ انہوں نے مجھ سے مناظرہ کیا۔ پس میں نے انہیں بتایا کہ میں اپنے شہر سے اس نبی کی تلاش میں نکلا ہوں جس کا ذکر ہماری کتابوں میں موجود ہے۔ اس نے مجھ سے پوچھا کہ وہ کون ہے؟ اس کا کیا نام ہے؟ میں نے جواب دیا محمد ﷺ۔ تو اس نے کہا وہ تو ہمارا نبی ہے جسے تو ڈھونڈتا ہے۔ پس میں نے ان سے اس نبی کی شریعت کے احکام دریافت کئے جو انہوں نے مجھے بتائے۔''

محمد بن شاذلی کی روایت ہے کہ ''غانم ہندی نے دین اسلام کی سچائی انجیل سے معلوم کی تھی اور ہدایت پائی تھی۔'' (اکمال الدین صفحہ 242)

صافی شرح اصول کافی میں اس جملہ کی شرح میں کہ ہم ان کے حلال وحرام میں انہیں فتویٰ دیتے تھے لکھا ہے کہ ''انہیں ان کے مسائل حلال وحرام میں شریعت عیسیٰ پر فتویٰ دیا کرتے تھے۔''

(صافی شرح اصول الکافی کتاب الحجۃ۔ ایضاً)

ان حوالوں سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام سے قبل اہل کشمیر عیسیٰ علیہ السلام کے مذہب پر تھے اور تورات وانا جیل اور صحیفے پڑھتے تھے اور ان پر کاربند تھے مگر بعد میں وہ مسلمان ہو گئے کیونکہ انکی انجیل میں محمد نامی پیغمبر آنے کی پیشگوئی موجود تھی جس کے وہ منتظر تھے۔ جب وہ پیغمبر سرزمین عرب سے مبعوث ہوا تو بعد از تحقیقات وہ اس پر ایمان لاکر مسلمان ہو گئے۔ اس حوالہ سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ اسلام سے قبل کشمیری مسیحیوں کی جماعتی تنظیم موجود تھی کیونکہ حوالہ کے مطابق ان کا ایک بادشاہ امیر بھی ہوتا تھا۔

عیسائی محققین کی شہادت

عیسائی محققین نے بھی لکھا ہے کہ قدیم کشمیر میں مسیحی بکثرت آباد تھے اور جا بجا کلیسائیں قائم تھیں۔ چنانچہ ایک مشہور عیسائی محقق پادری برکت اللہ ایم۔ اے لکھتے ہیں:

> ''حال ہی میں شمالی ہندوستان سے بھی اس قسم کی صلیبیں ملی ہیں۔ یہ صلیبیں کشمیر کی قدیم قبروں پہاڑیوں کی وادیوں سے دستیاب ہوئی ہیں۔ انکی بناوٹ، ان کے نقش ونگار اور الواح کی عبارات کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صلیبیں نسطوری ہیں اور قبریں نسطوری عیسائیوں کی ہیں۔ یہ امور ثابت کرتے ہیں کہ قدیم صدیوں میں کشمیر میں بھی عیسائی کلیسائیں جا بجا قائم تھیں اور وہاں نسطوری مسیحی بکثرت آباد تھے۔'' (تاریخ کلیسائے ہند صفحہ 157)

اس حوالہ میں کشمیر کے جن قدیم نسطوری عیسائیوں کا ذکر ہے وہ موجودہ عیسائیوں کے عقائد سے مختلف عقائد رکھتے تھے۔ وہ نہ تثلیث کے قائل تھے نہ کفارہ کے نہ الوہیت عیسیٰ کے قائل تھے۔ وہ حضرت عیسیٰ کی اصل تعلیمات توحید، نماز اور روزہ پر کاربند تھے۔ یہی وجہ ہے کہ روم کے پوپ نے انہیں اپنے فرقہ سے الگ کر کے بدعتی قرار دیا تھا اور انھوں نے بھی پاپائے روم سے بوجہ توحید پر قائم نہ ہونے کے قطع تعلق کر لیا تھا اور مشرقی ملکوں میں پھیل گئے تھے۔ جہاں کہیں ایسے عیسائی پائے جاتے ہیں موجودہ عیسائی انہیں نسطوری عیسائی قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ اے۔ جے ڈوبائے اپنی کتاب ''ہندوستان کو سچے دلی عیسائی بنانا غیر ممکن ہے'' نامی میں ہندوستان کے قدیم عیسائیوں کی بابت لکھتے ہیں:

''نسطوری فرقے کے عیسائیوں کی کتابِ دعا سریانی زبان میں اب تک ہندوستان میں موجود ہے''

(کتاب مذکور صفحہ 22 مطبوعہ لندن 1823ء)

اس حوالہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انیسویں صدی کی ابتداء تک عیسائیوں کی کتاب دعا یونانی زبان میں نہیں بلکہ سریانی زبان میں ہندوستان کے ان نسطوری عیسائیوں کے پاس موجود تھی، بلکہ ایک اور اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے مذہبی امور کیلئے سریانی زبان ہی کی اصطلاحیں رائج تھیں۔ چنانچہ ''سفرنامہ ہند'' مصنفہ بارتھولومیو میں لکھا ہے کہ:

> ''ہندوستان میں تھوما حواری کے عیسائی اب تک سریانی زبان میں اپنی مذہبی رسوم ادا کرتے ہیں۔ خدا کو الوہا کہتے ہیں، ہولی گھوسٹ کو روحا، صلیب کو شلیو اور نذر کو قربانا۔''

(کتاب مذکور 194۔195ء مطبوعہ لندن 1800ء بحوالہ قبر مسیح صفحہ 131)

عیسیٰ کے نام کا معبد اور عیسیٰ بار نامی قدیم شہر

راجہ ترنگنی میں لکھا ہے ''دوسرا مندر اس نے (سندیمان نے) اپنے گرو ایشان دیو کے نام پر بنوا کر اس کا نام ''ایشی شور'' رکھا۔''

(کتاب مذکور صفحہ 187)

راج ترنگنی کے انگریزی مترجم مسٹر سٹین نے ایشی شور نامی معبد کے متعلق لکھا ہے کہ ''اس جگہ کا قدیم نام عیسیٰ بار، عیسا بار، عیسو بار بھی آیا ہے۔''

اسی نام پر موجودہ ''عشہ بر'' گاؤں آباد ہے۔ پنڈت اچھر چند شاہپوریہ نے راج ترنگنی کے اردو ترجمہ

میں لکھا ہے:

''ایشی شور کے متعلق خیال ہے کہ یہ موضع وتیر تھ ''ایش بر'' کے محل وقوع پر قائم تھا جو ڈل کے شمال مشرقی کنارے پر نشاط باغ سے نصف میل شمال کی جانب واقع ہے۔ ''ایش بر'' کا قدیم نام ''ایش بردر'' کا مخفف معلوم ہوتا ہے۔ اس لفظ کی آخری صورت ایشی شور سے بالکل مشابہ ہے۔ ''ایش بر'' میں یاتری لوگ بکثرت پائے جاتے ہیں۔''

(راج ترنگنی صفحہ 186)

تاریخ اقوام کشمیر کے مطابق ''ایشبری'' کے نام سے ایک قبیلہ بھی کشمیر میں موجود ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ قدیم عیسائیوں سے ہی مسلمان ہوا ہے۔

راج ترنگنی کے ان حوالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ایشی شور کے ارد گرد عیسیٰ کے نام پر قدیم زمانہ میں ایک مقدس معبد موجود تھا جو خود مسیح کے ذریعہ قائم ہوا تھا۔ راج ترنگنی میں یہ بھی لکھا ہے کہ قدیم زمانہ میں دور دراز ملکوں سے لوگ یہاں آخری لمحات گزارنے آیا کرتے تھے اور یہاں مرنے کو جنت میں داخلہ کا ذریعہ سمجھتے تھے۔

(دیکھو راج ترنگنی صفحہ 421)

اس سے ظاہر ہے کہ اس معبد کا مسیح کے ماننے والوں میں ایسا احترام تھا کہ دور دراز سے یہاں لوگ زیارت کیلئے آیا کرتے تھے اور یہاں وفات پانے کو جنت میں جانے کے مترادف سمجھتے تھے۔ ایسے معبد کی موجودگی اس بات کی روشن دلیل ہے کہ کشمیر میں بھی عیسائی بکثرت موجود تھے۔ اگر مسیح کے پیرو موجود نہ ہوں تو ایسا معبد قائم نہیں ہو سکتا جس کی یہ شان ہو، جو بیان کی گئی ہے۔

قدیم افغانستان میں عیسائی آثار

افغانستان میں بھی بنی اسرائیل آباد ہیں۔ افغانستان میں اسلام سے قبل عیسائیوں کی موجودگی کے بارے میں علامہ جمال الدین افغانی جو عالم اسلام کے مشہور راہنماؤں میں سے تھے اپنی ''تاریخ افغانستان'' میں افغانیوں کے اسرائیلی الاصل ہونے کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

''اسلام سے قبل افغانستان میں نصرانی مذہب کے لوگ موجود تھے بعد میں مسلمان ہو گئے۔ ان میں نصرانی مذہب کے آثار پائے جاتے ہیں اور روٹی پر صلیب کا نشان بناتے ہیں۔'' (تاریخ افغانستان صفحہ 24)

اس طرح ایک اور افغانی مؤرخ اللہ بخش یوسفی مصنف ''تاریخ یوسف زی افغان'' سابق سیکرٹری آل انڈیا خلافت کمیٹی تاریخ مذکور میں افغانوں اور پٹھانوں کو بنی اسرائیل ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اسلام سے قبل افغان حضرت موسیٰ کی تورات پڑھتے تھے اور بنی اسرائیل افغانی صلیب کا نشان بناتے تھے۔''

(تاریخ مذکور صفحہ 879,880 مطبوعہ 1960ء)

شیر محمد خان اپنی'' تاریخ خورشید جہاں''(فارسی مطبوعہ 1311ھ 1894ء) میں پٹھانوں کو عبرانی الاصل اور پشتو زبان کے عبرانی الماخذ ہونے کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔''پشتو زبان عبرانی لغات کے انقلاب سے تیار ہوتی ہے۔''

(صفحہ 53)

اس طرح افغانستان کے آثار قدیمہ جن میں غزنی، ہرات اور جلال آباد کے چبوترے یوز آسف اور مسیح کے نام پر اب تک موجود ہیں، ظاہر کرتے ہیں کہ اسلام سے قبل ان علاقوں میں یوز آسف کے ماننے والے موجود تھے اور علامہ ابن ندیم نے بھی ''فہرست'' میں ماوراء النہر کے لوگوں کو اسلام سے قبل یوز آسف کے پیرو لکھا ہے اور یہ کہ وہ سب سے زیادہ سخی ہوتے تھے اور فرقہ ثمینہ کے کے لوگ کہلاتے تھے۔

(صفحہ 184/187)

علاقہ باجوڑ میں غازی بابا کا مزار اسلام سے قبل کا ہے اور سید عبدالجبار شاہ صاحب افغان قبائل کی تاریخ میں اسے کسی عیسائی بزرگ کا مزار قرار دیتے ہیں۔ایک اور مزار ریاست چترال کے شہر ''دروش'' کے ایک قریبی گاؤں ''کیسو'' میں ہے۔یہ قبر 7 فٹ لمبی اور 4 فٹ چوڑی ہے۔لوگ اس کے متعلق عقیدہ رکھتے ہیں کہ یہ کسی عیسائی بزرگ کی ہے جو عیسائیت کی تبلیغ کرتا ہوا کافر باشندوں کے ہاتھوں مارا گیا۔'' کیسو'' کرائیسٹ یعنی مسیح کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔کرائیسٹ کو فارسی میں ''کرستو'' لکھتے ہیں۔دریائے چترال کے مغربی کنارے ایک وادی یا نالہ'' ژاژ گرڑھ'' کے نام سے موسوم ہے''ژاژ''یسوع کا چترالی تلفظ ہے اس کے معنی ہیں یسوع کی رہائش گاہ۔اس مزار پر اب بھی بیمار لوگ روٹیاں لے جا کر بانٹتے ہیں اور بانٹنے تک کسی سے راستہ میں بات نہیں کرتے۔یہ رسم حضرت مریمؑ کے روزوں سے مشابہ ہے۔☆ جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔

☆ بیان شہزادہ حسام الملک سابق گورنر درویش (چترال)1956-7-25 الفرقان دسمبر 1957ء

ہرات میں عیسیٰ ابن مریم کشمیری کی انجیلیں

جن مغربی سیاحوں نے افغانستان کی سیاحت کر کے اسلام سے قبل عیسائیت کی موجودگی کا پتہ لگایا ہے ان میں زمانۂ حال کے ایک مغربی سیاح میکائیل بروک (Michael Burke) بھی ہے۔ جس نے حجاز وشام، ایران، ترکی، پاکستان، کافرستان اور افغانستان کی سیاحت کے بعد ایک کتاب بنام Among the Derveshes (درویشوں کے درمیان میں) شائع کرائی جسے اوکتوگن پریس لمیٹڈ لنڈن نے 1973 میں شائع کیا۔ اس میں انہوں نے لکھا ہے کہ افغانستان میں ہرات کے قرب وجوار میں عیسیٰ ابن مریم کے پیروؤں کے نام سے ایک قدیم عیسائی فرقہ آباد ہے جو با ہم عام طور پر مسلمان کہلاتے ہیں۔ انکا دعویٰ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ صلیبی موت سے بچائے گئے، اپنے دوستوں کی مدد سے ایک مدت تک مخفی رہے، پھرانہیں کنعان (فلسطین) سے ہجرت کر کے ہندوستان (پاک وہند) میں آنے میں مدد دی گئی۔ وہ کشمیر میں بس گئے۔

یوز آسف حضرت مسیحؑ ہی کا نام ہے۔ اناجیل میں حضرت مسیح کی صرف ادھوری زندگی کے حالات ہیں۔ اس فرقہ کے پاس حیات مسیح کے مکمل حالات محفوظ ہیں۔ حضرت عیسیٰ مسیح کا نام ''عیسیٰ ابن مریم ناصری کشمیری'' ہے۔ اس فرقہ کی مقدس کتاب ''حیات المسیح'' ہے جس میں آپکی زندگی کے اصل حالات ہیں۔ انکے پاس ایک اور کتاب ''احادیث المسیح'' بھی ہے۔ اناجیل میں مکمل صداقت نہیں ہے صرف اس کا ایک حصہ ہے۔ اسکی ترتیب دینے والے کماحقہٗ مسیح کی اصل تعلیمات سے آگاہ نہیں تھے۔

سیاح موصوف لکھتا ہے کہ مجھے یہ معلومات اس فرقہ کے سردار ابّا یحیٰی کی زبانی معلوم ہوئے جو اپنے آپ کو مسیح کے زمانہ سے ساٹھویں پشت میں فرقہ کا امیر قرار دیتا ہے اور یکے بعد دیگرے ساٹھ پشتوں کے راہنماؤں کا تذکرہ زبانی کرسکتا ہے۔ یہاں تک کہ یہ سلسلہ ناصرہ کے ''عیسیٰ ابن مریم کشمیری'' تک جاملتا ہے۔

سیاح موصوف نے اپنی اس کتاب میں لکھا ہے کہ میں نے ابا یحیٰی سے متعدد بار گفتگو کی ہے۔ اگر چہ اس بات کو درست ماننے کا قدرتی نتیجہ یہ ہے کہ موجودہ زمانہ کی عیسائیت کا بہت قلیل حصہ قابل تسلیم رہ جاتا ہے۔ ابا یحیٰی موجودہ عیسائی فرقوں کو ''ملحدین'' کا نام دیتے ہیں اور انسے کوئی واسطہ نہیں رکھنا چاہتے۔ انہوں نے مجھے مخاطب کر کے کہا کہ یہ لوگ (موجودہ عیسائی) کہانی کا محض ایک حصہ پڑھتے اور دہراتے ہیں۔ انہوں نے پیغام کا سراسر غلط مفہوم لیا ہے۔ ہمیں ہمارے آقا نے خود سچ بتایا ہے۔ جس دستاویز کو آپ بائیبل کہتے ہیں اس میں کچھ کچھ واقعات درست ہیں لیکن اس کا بڑا حصہ من گھڑت، خیالی اور خاص مقاصد

کی بناء پر شامل کیا گیا ہے۔ حضرت عیسیٰ تیس سال تک ہمارے درمیان رہے۔

سیاح موصوف لکھتے ہیں کہ ابا یحییٰ نے مجھے کہا کہ ہمیں یقین ہے کہ ایک دن آئے گا جب دنیا پر یسوع کے بارے میں سچائی منکشف ہوگی۔☆

قدیم ہندوستان میں عیسائی آثار

پادری برکت اللہ ایم۔اے اپنی تاریخ کلیسائے ہند میں جو کئی حصوں میں لکھی ہے قدیم ہندوستان میں عیسائیت اور عیسائی کلیساؤں اور آثار پر تفصیل سے روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ہند کے طول وعرض میں قدیم صدیوں کے دوران میں ہندو دھرم اور بدھ مت وغیرہ کے دوش بدوش مسیحیت بھی موجود تھی اور مختلف مقامات میں اکثر اوقات ٹمٹماتے چراغ کی طرح روشن تھی۔

(تاریخ مذکور حصہ دوئم صفحہ 12)

ایک اور مقام پر اسکندریہ (علاقہ شام) اور مغربی ہندوستان کے یہودی النسل مسیحیوں کے مابین رابطہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''اسکندریہ کے مقدس پن ٹی نس (190ء) جو بڑا عالم وفاضل عبرانی الاصل عیسائی تھا کو مرکزی کلیسیا کی طرف سے ہندوستان بھیجا گیا۔ اسے ہندوستان میں آرامی زبان کی انجیل کا وہ اصل نسخہ مل گیا جو فلسطین سے گم ہو چکا تھا۔ اس نسخہ کو دیکھ کر پن ٹی نس خوشی سے اچھل پڑا اور اس نے مغربی ہندوستان کے مسیحیوں سے عاریتاً یہ نسخہ مانگا، انہوں نے یہ نسخہ دے دیا اور جب وہ واپس اسکندریہ گیا تو اس نسخہ کو ہمراہ لے گیا۔''

(صفحہ 19 وصفحہ 28 ملخصاً)

عیسائی مؤرخین اس پر بحث کرتے ہیں کہ مقدس پن ٹی نس ہندوستان کے کس حصہ میں گیا تھا۔ پادری برکت اللہ اس خیال کو معقول قرار دیتے ہیں کہ پن ٹی نس شمال مغربی ہندوستان کے حصہ میں گیا تھا جہاں یہودی نسل کے مسیحی رہتے تھے۔ (صفحہ 23) اور یہ بھی لکھا ہے کہ برتلمائی جو مسیح کے بارہ رسولوں میں سے تھا ہندوستان میں آیا تھا اور تھوما حواری مدراس (جنوبی ہند) چلا گیا تھا۔ جہاں تبلیغ کرتے کرتے کافر باشندوں کے ہاتھوں وہ ایک پہاڑی پر شہید کر دیا گیا۔

☆Michael Burke " Among the Derveshes" (شائع شدہ الفضل 29 جون 1977ء)

کاشغرو بلخ میں عیسائی آثار

توما حواری کے متعلق ایک قدیم روایت ہے کہ وہ شمال مغربی ہندوستان سے چین میں چلے گئے تھے۔ سمرقند، کاشغراور بلخ میں قرون اولیٰ میں عیسائیت شائع تھی۔☆

سوال کا دوسرا حصہ یہ ہے کہ مغربی مما لک میں عیسائی بکثرت کیوں ہیں؟ اس کا جواب یہ کہ قسطنطین (بادشاہ) کے عیسائی ہوجانے کے بعد میسیحیت کو شاہی تائید حاصل ہوگئی گواس زمانہ میں مسیح کی تعلیم بگڑ چکی تھی تاہم اسکی اشاعت کیلئے حکومت کی سرپرستی اور مبلغین کی فداکاری سے بت پرستی کے مقابلہ میں مغربی مما لک میں عیسائیت کوفروغ حاصل ہوگیا۔

اسلام کے ظہور کے بعد چونکہ عیسائیوں نے اسلام سے ٹکر لی مگر جنگی حالت میں تعصب کی وجہ سے وہ اسلام کی طرف مائل نہ ہوسکے۔ کیونکہ عیسائی پادریوں نے اسلام کے خلاف بہت غلط پروپیگنڈا کیا تھا اور اسلام کو ایک بھیانک صورت کا مذہب ظاہر کر کے لوگوں کو اسکی قبولیت سے روکا جاتا تھا۔لیکن اب حالات تبدیل ہورہے ہیں اوران مما لک میں بھی ایسے نیک فطرت علماء پیدا ہورہے ہیں جو اسلامی توحید کی طرف مائل ہیں اور مسیح موعود کے ظہور پر مبلغین اسلام بھی تیار ہوکرا کناف عالم میں اسلام کی تبلیغ کررہے ہیں جس کا خاطرخواہ اثر ظاہر ہورہا ہے۔

برنارڈ شا جو یورپ کے بہت بڑے ادیب اور سکالر تھے کی پیشگوئی کے مطابق یورپ جلد اسلام قبول کرلے گا۔(انشاءاللہ تعالیٰ)۔مسیح موعود کی برکت سے وہ دن قریب آرہے ہیں جب کہ مغربی مما لک میں بھی اسلام غالب آجائے گا۔ **وما ذالک علی اللہ بعزیز.**

☆☆☆☆☆

☆China and Cross by Columbacurry Elias p.3,10,11

باب دہم

حضرت مریم صدیقہ کا سفر

ہم آیت سورہ مومنون وَ اٰوَیۡنَا ھُمَا اِلٰی رَبۡوَۃ (الآیۃ) کے تحت شروع کے ابواب میں واقعہ صلیب کے بعد حضرت عیسیٰؑ و مریمؑ دونوں ماں بیٹوں کے اکٹھے ہجرت کرنے کا ذکر کر آئے ہیں۔ آیت مذکور کی رُو سے حضرت عیسیٰؑ و مریمؑ دونوں کیلئے ربوہ یعنی کشمیر میں پہنچ کر نشان بننا اور یہاں امن و آزادی سے مستقل رہائش اختیار کرنا ضروری ٹھہرتا ہے جیسا ہم پہلے بھی اشارہ کر چکے ہیں۔ مسلمانوں اور عیسائیوں دونوں کے لٹریچر سے اس امر کی تائید ہوتی ہے کہ حضرت مسیحؑ و مریمؑ نے واقعہ صلیب کے بعد جبکہ یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کی تکذیب کی اور آپ کو قتل کرنے کے درپے ہوئے اور آپ کو قتل کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ الٰہی تدبیر کے مطابق جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں، حضرت عیسیٰ صلیبی موت سے بچ گئے تھے۔ آپ نے فلسطین سے مخفی ہجرت کی۔ اس سفر میں آپ کی والدہ ماجدہ آپ کو راہ میں مل گئیں کیونکہ ان کا بھی واقعہ صلیب کے بعد فلسطین میں رہنا ایک دشوار امر تھا۔ مسیح کے شاگرد یوحنا نے جس کے سپرد واقعہ صلیب کے وقت آپ نے اپنی والدہ کو کیا تھا آپ تک پہنچا دیا۔

مسیح و مریم کے اکٹھے ہجرت اور زمین میں سیاحت کا ذکر بعض اسلامی تفاسیر میں ملتا ہے جیسا محمد بن حسین مسعود فراء بغوی (المتوفی 516ھ) نے اپنی مشہور تفسیر ''**معالم التنزیل**'' میں زیر آیت فَلَمَّا اَحَسَّ عِیۡسٰی مِنۡھُم الۡکُفۡرَ (آل عمران) لکھا ہے فَلَمَّا بَعَثَہُ اللّٰہ تَعَالٰی بَنِی اِسۡرَائِیۡلَ وَاَمَرَہٗ بِالدَّعوۃِ نَفَتَہٗ بَنُو اِسۡرَائِیۡلَ وَ اَخرَجُوہُ فَخَرَجَ ھُوَ وَاُمُّہٗ یَسِیۡحَانِ فِی الۡاَرض۔

(تفسیر معالم التنزیل صفحہ 160)

یعنی جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو بنی اسرائیل کی طرف مبعوث کیا اور انکو دعوت دین کیلئے مامور کیا، تو بنی اسرائیل نے آپ کو وطن سے نکال دیا (نکلنے پر مجبور کر دیا) اس پر حضرت مسیح اور آپ کی والدہ دونوں نکل گئے اور دونوں ملک سے باہر زمین میں سیاحت کرتے رہے۔

اسی طرح ''**تفسیر غرائب القرآن**'' میں علامہ نظام الدین حسن نیشاپوری نے بھی لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ کی مثال وہی تھی جو رسول اللہ ﷺ کی اپنی قوم میں ہجرت کے وقت تھی، آپ کمزور تھے،

چنانچہ جب یہودیوں نے مسیح کی نافرمانی اور سرکشی اختیار کی تو آپ اور آپکی والدہ دونوں زمین پر سیاحت کیلئے نکل پڑے۔

(تفسیر مذکور بر حاشیہ ابن جریر طبری صفحہ 197 جلد 3 مطبوعہ مصر)

دونوں مفسرین نے یسیحان فی الارض یعنی زمین میں سفر کے عام الفاظ استعمال کئے ہیں۔ کسی خاص مقام سے سیاحت کو خاص نہیں کیا لفظ ''ارض کی'' عمومیت ظاہر کررہی ہے کہ جہاں جہاں مسیح زمین میں گئے، حضرت مریم آپکی والدہ آپکے ہمراہ تھیں۔ نیز یہ کہ دونوں کے فلسطین سے نکل جانے کے بعد دونوں کی ہجرت فلسطین سے کسی دوسری پناہ گاہ کیلئے زمین پر ہی ہوئی، آسمان کی طرف نہیں جیسا کہ قرآن کریم کی مذکورہ بالا آیت سورہ مومنون سے ظاہر ہے۔ مکاشفہ یوحنا باب 12 کے مطابق عورت (جس سے کیتھولک انجیل میں مریم مراد ہے) بیابان کو بھاگ گئی اور قرآن شریف کی سورہ مومنون کی آیت میں مسیح و مریم کی پناہ گاہ کیلئے ربوہ کا لفظ استعمال ہوا ہے اور وہ کشمیر ہے جس کی تفصیل پہلے باب میں گزر چکی ہے۔

عیسائی روایات

جب حضرت مسیح صلیب پر تھے تو انجیل یوحنا کے مطابق حضرت مسیحؑ نے اپنی محبوب والدہ کو یوحنا کی کفالت میں دیدیا۔

(یوحنا باب 19 آیت 26/27)

واقعہ صلیب کے بعد ڈیڑھ ماہ تک حضرت مریم حواریوں کے ساتھ مل کر عبادت میں حصہ لیتی رہیں۔

(اعمال باب 1 آیت 4)

امریکن انسائیکلو پیڈیا میں زیر لفظ ''MARY'' میں لکھا ہے کہ اسکے بعد ہمارے پاس کوئی یقینی ذریعہ نہیں کہ حضرت مریم کہاں گئیں اور نہ ہمیں علم ہے کہ کب اور کس جگہ وفات پائی۔

حضرت مسیح کے بعد قرون اولیٰ میں حضرت مریم کے بارہ میں عیسائیوں میں مختلف خیالات پائے جاتے تھے۔ بعض کہتے تھے کہ یوحنا حواری جب ایشیا میں گئے تو حضرت مریم بھی ہمراہ تھیں۔ اس روایت کی رو سے مشہور ہوا کہ حضرت مریم نے افسس (ایشیائے کوچک) میں وفات پائی۔

مکاشفات یوحنا عارف باب 12 میں ابلیس کے حملہ سے ایک عورت کے بچ نکلنے اور بیابان میں ہجرت کر جانے کا ذکر کیا گیا ہے۔ قرون اولیٰ کے عیسائی سمجھتے تھے کہ یہ کشف مریم کی ذات پر منطبق ہوتا ہے۔

آثار قدیمہ سے جو اناجیل حال ہی میں نکلی ہیں ان سے پتا چلتا ہے کہ حضرت مسیح کے ساتھ تین مریم

نامی عورتیں شریک سفر تھیں۔ایک آپ کی والدہ حضرت مریم صدیقہ دوسری مریم مگدلینی، تیسری مریم مسیح کی بہن۔ چنانچہ 1945ء میں بالائی مصر کے ایک قبرستان سے جو آثار برآمد ہوئے ان میں باطنی فرقہ کے وہ صحائف بھی تھے جن میں فلپ کی انجیل بھی شامل تھی۔اس انجیل میں لکھا ہے۔

"There were three who walked with the Lord, Mary his mother and his sister and Magdalene whom the called his consort. For Mary was his sister and his mother and his consort." (P.37)

یعنی تین خواتین یسوع کے ساتھ ہمہ وقت شریک سفر تھیں، مریم اسکی ماں، مریم اسکی بہن اور مریم مگدلینی، مؤخرالذکر خاتون کو لوگ یسوع کی رفیقہ حیات بھی کہتے ہیں۔

باطنی فرقہ کی یونانی کتاب ''پس ٹس صوفیہ'' میں لکھا ہے کہ جی اٹھنے کے بعد یعنی نئی زندگی پانے کے بعد بارہ سال یسوع مسیح نے حواریوں کے ساتھ بسر کیے۔اس دوران مریم والدہ یسوع اور مریم مگدلینی کی موجودگی کا ذکر بھی اس صحیفہ میں ملتا ہے۔

انجیل میں پطرس کا خط شامل ہے جو انہوں بابل سے لکھا۔اس میں پطرس، مرقس اور انکے بعض شاگردوں کے علاوہ ایک معزز خاتون کی موجودگی کا بھی ذکر ہے جو کہ مغرب کے عیسائیوں کو سلام بھیجتی ہیں۔

ملّا باقر مجلسی نے اپنی کتاب بحارالانوار میں لکھا ہے کہ مریم اور مسیح ارض کربلا (بابل) سے حواریوں کے ساتھ گزرے۔ (جلد13 صفحہ155)

چوتھی صدی میں ایک عیسائی ولی اللہ مقدس اپی فینس لکھتے ہیں:

''کتاب مقدس میں نہ مریم کی وفات کا ذکر ہے نہ عدم وفات کا۔مریم کی تدفین کا ذکر بھی ہم نہیں پاتے۔ یہ امر بھی کسی جگہ مذکور نہیں کہ جب یوحنا نے ایشیاء کی طرف کوچ کیا تو مریم انکے ہمراہ تھیں۔ مکاشفات یوحنا عارف میں لکھا ہے کہ اژدھا اس خاتون کی طرف لپکا جس نے ایک نرینہ بچے کو دنیا میں جنم دیا تھا۔اس حملہ کے وقت اس خاتون کو شاہین کے پَر عطا ہوئے تا کہ وہ بیابان میں بھاگ جائے اور اژدھا اسے اپنی گرفت میں نہ لے سکے۔☆ ممکن ہے یہ سب کچھ مریم کی ذات پایہ تکمیل کو پہنچا ہو۔تاہم میں حتمی اور قانونی طور پر اسکی تصدیق نہیں کرتا۔میں اس امر کا بھی اعلان نہیں کرونگا کہ مریم زندہ جاوید ہے اور نہ ہی

☆ کیتھولک انجیل کے حاشیہ میں ہے کہ ''عورت'' سے اس مکاشفہ میں مراد مریم ہے جو یسوع کو جنی تھی۔ بائیبل کی اصطلاح میں مریم اژدھا سے مراد شیطان سیرت لوگ ہیں جو مریم کو ہلاک کرنا چاہتے تھے۔اور ''عقاب کے دوپر'' دیے جانے سے حفاظت کے ذرائع بہم پہنچانا مراد ہے۔

میں اس کی وفات کا فیصلہ کروں گا۔ میرے خیالات میری ذات تک محدود رہیں گے، میں ان کا افشا نہیں کروں گا۔''

اس روایت سے ظاہر ہے کہ اہل کلیسیا بعض مصلحتوں کی بناء پر صحیح روایت بتلانے سے گریز کرتے ہیں مگر اسکے مضمرات سے اندازہ ہوجاتا ہے کہ مریم کے بیابان میں ہجرت والی روایت کے قائل ہیں ، جہاں خدا کی طرف سے اس کیلئے ایک جگہ تیار کی گئی تھی۔

کاشغر میں مزار مریم

ایک امریکی سیاح مسٹر رورک نے "Heart of Asia" نام سے 1929ء میں ایک کتاب لکھی ہے جو وسط ایشیا کے حالات پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب نیوایرا لائبریری (امریکہ) کی طرف سے رورک میوزیم پریس نیویارک سے شائع ہوتی ہے وہ اس کتاب میں لکھتے ہیں:

"About six miles from Kashgar is the MIRIAM MAZAR, They so called Tomb of the Holy Virgin, mother of Christ." (P .69)

ترجمہ: کاشغر سے تقریباً چھ میل کے فاصلہ پر ''مریم مزار'' کے نام سے ایک مقبرہ موجود ہے یہ مقدس کنواری ''مسیح کی ماں'' کا مقبرہ کہلاتا ہے۔

بائیبل میں لکھا ہے کہ بنی اسرائیل ارض صین یعنی چین میں آباد ہیں۔ (یسعیاہ باب 49 آیت 12)

سو بہت ممکن ہے کہ حضرت مسیح مع والدہ کاشغر کے علاقہ میں تبلیغ کی غرض سے آئے ہوں اور حضرت مریم نے دوران سفر وفات پائی اور کاشغر کے قریب دفن ہوئیں۔ تاریخ کے مطابق قدیم زمانہ میں کاشغر کشمیر میں شامل تھا اور وہاں بنی اسرائیل آباد تھے جن کی تبلیغ کیلئے حضرت مسیح پہنچ گئے ہوں گے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْن

☆☆☆☆☆